

پیشانی

الوارصدی



ایک پراسرار
اور
ظلماتی
آپ بیتی

برہم چاری

انوار صدیقی



2794. گلی جہوت والی، پہاڑی بھوجلہ، دہلی۔ 110006

Scanned by iqbalmt@urdu-forum.com

اس وقت جبکہ میں اپنی زندگی کی یہ عجیب و غریب داستان قلمبند کرنے بیٹھا ہوں میری عمر ستر سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ میرے قویٰ عمر کے ساتھ ساتھ بوزمے ہو چکے ہیں۔ لیکن میری چٹائی پر عمر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ ذہنی طور پر اب بھی میں خود کو محنت مند اور توانا پاتا ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو میں ماضی کی اس داستان کو جس کا شیرازہ ماضی کے متعدد سالوں میں نکھرا ہوا ہے، اتنی آسانی سے مرتب نہ کر سکتا۔ پھر بھی میں قارئین سے درخواست کروں گا کہ اگر میری حیرت انگیز کہانی کے درمیان کوئی جھول نظر آئے تو اسے میرے بوجھلے پر محمول کر کے فراموش کر دیا جائے۔ میں یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں بنیادی طور پر کوئی باقاعدہ مصنف یا کہانی نویس نہیں ہوں اس لئے میری زندگی کی اس پر اسرار داستان کو ادب کی کسٹی پر نہ پرکھا جائے۔ میں سیدھے سادے انداز میں اپنی کہانی قلمبند کر رہا ہوں۔ میں اپنی داستان کی چوٹی کے سلسلہ میں نہ تو قسم کھاؤں گا نہ کوئی لمبے چوڑے دعوے کروں گا البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر عقل و دانش اور شعور کی کسٹی پر ان واقعات کو پرکھا جائے تو اس داستان کا ایک ایک لفظ صداقت پر مبنی نظر آئے گا۔ ان تمثیلی جملوں کے بعد اب میں اپنی کہانی شروع کرتا ہوں جس کا ایک ایک واقعہ اور واقعہ آج بھی میرے ذہن کے پردوں پر روز اول کی طرح محفوظ ہے۔

میرا تعلق یوپی کے ایک معزز گھرانے سے ہے۔ میرے والد کوئی بہت بڑے آدمی نہ تھے، ایک نواب کے یہاں ملازم تھے۔ ہمارا خاندان کل چار افراد پر مشتمل تھا۔ میرے والد، والدہ، میں اور میری بڑی بہن۔ ہماری رہائش کا بندوبست نواب کی شاندار حویلی سے ملحق ایک مختصر سے مکان میں تھا۔ نواب صاحب میرے والد پر ہمیشہ سے مہربان تھے، تحلوہ کے علاوہ بھی اکثر چھوٹے موٹے انعامات سے نوازتے رہتے تھے۔ محل اسکول میں میرا داخلہ بھی نواب صاحب کے حکم پر ہوا تھا۔ میں نواب کی شخصیت کو اپنے اور اپنے خاندان والوں کے لئے فرشتہ رحمت سمجھتا تھا لیکن فرشتوں کے گھر میں شیطان کا بھی ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ نواب کا بڑا لڑکا فرید الدین انتہائی بد قاش واقع ہوا تھا۔ اس کے گرد ہمیشہ کچھ بچوں اور خوشامدی مصلحین کا ٹھکانا رہتا تھا۔ اس کی عمر اس وقت تک کوئی چھ برس نہیں

ناول : برہمچاری

مصنف : انوار صدیقی

سن اشاعت : ۲۰۰۷ء

قیمت : =/۳۵۰ روپے

مطبوعہ : فائن آفسیٹ پریس، شاہد رہ، دہلی۔ 32

ناشر : کتاب والا 2794، گلی جھوت والی،

پہاڑی بھوجلا، دہلی۔ 110006

ISBN : 81-89369-30-X

Barhamchri

By.: Anwar Siddiqui

Price : Rs.350/=

Edition : 2007

KITAB WALA

2794, Gali Jhot Wali,

Pahari Bhojla, Delhi-110006

Ph.: (O)2328 1499, 23240379, (R)22832249

سال ہی ہو گی لیکن جہاں اعتبار سے اور اپنے کرتوتوں کی بنا پر وہ اپنی عمر سے بہت زیادہ لگتا تھا۔ آئے دن فرید الدین کی بد قاشی کی کہانیاں سننے میں آتی رہتی تھیں۔ لیکن ان ہواؤں کو حویلی کے اندر نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو نواب صاحب کی مستحضر طبیعت شفقت پر دی پر غالب آکر فرید الدین کی غیر قانونی سرگرمیوں کی سرکوبی کے لئے یقیناً کوئی مثالی قدم اٹھائی۔ بہر حال اب میں اختصار سے کام لے کر براہ راست اس واقعہ کی طرف آتا ہوں جو اس داستان کا پیش فیہر ثابت ہوا۔

اس وقت میری عمر اکیس سال کے لگ بھگ تھی، میری بہن مجھ سے دو سال بڑی تھی۔ والد صاحب اور میری بوڑھی والدہ کو شب و روز اس بات کی فکر ستاتی رہتی کہ کسی طرح لڑکی کے ہاتھ پیلے کر دیئے جائیں اور اس بوجھ سے بہ احسن و خلی چھٹکارا حاصل کر لیا جائے، جو شریعت نے ان کے غاڑوں کندھوں پر ڈال رکھا تھا۔ جس گھر میں میری کا درخت ہو وہاں چتر آٹھینی بات ہے۔ میری بہن کے لئے متعدد رشتے آئے رہتے تھے لیکن چھان بین کے بعد میرے والد بڑی خوبصورتی سے ان رشتوں کو ٹال دیتے، جس کی وجہ یہ تھی کہ میری بہن کا رشتہ مانجھے والے ہمارے خاندان کی شرافت سے کم اور میری بہن کے حسن خدا داد سے زیادہ متاثر نظر آتے تھے۔ آٹھ دس رشتے ایسے بھی آئے جن میں لڑکے والوں کی طرف سے میرے والد کو ہماری رقوں کا لالچ بھی دیا گیا لیکن والد صاحب نے ان رشتوں کو پہلے ہی دھتکار دیا۔ بہر حال خدا خدا کر کے ایک مناسب رشتہ آیا تو والد صاحب نے اہلہ کا نام لیکر بابت کھینچ کر دی۔

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ نواب صاحب کو علم ہوا تو انھوں نے اپنی خدا ترسی کا ثبوت دیتے ہوئے والد صاحب کو ایک خاصی معقول رقم ثابت کر دی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس روز والد صاحب نے حویلی سے واپسی پر میری ضعیف ماں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا اس روز میری ماں کی آنکھوں سے پیٹار آنسو اٹھار مقیدیت و تشکر کے طور پر بہہ نکلے۔ میری ماں نے گود پھیل کر نواب صاحب کو بزاروں دعائیں دی تھیں۔ رقم مل جانے کے بعد گھر کے بنگالوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ محلے کی لڑکیاں دن بھر ہمارے گھر میں ڈیرا بٹانے لگیں۔ ڈھولک کی آواز پر خوشیوں کے ترانے اور شادی بیاہ کے گیت گونجتے رہتے۔ رات گئے تک یہی ہنگامے رہتے پھر پاس پڑوس والے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

شادی میں جب تین دن باقی رہ گئے تو اچانک ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے ہمارے

بھرے گلشن کو خزاں کے حوالے کر دیا۔ ہماری خوشیاں دو دن ڈالی گئیں اور سرتوں کا گھرا تم کدہ بن گیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس رات تقریباً گیارہ بجے تک میں باہر رہا تھا۔ بعد میں جب نیند نے مجھے زیادہ پریشان کیا تو میں اپنی چار پائی مکان کے پچھلے حصے والے میدان میں ڈال کر سو گیا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ گھر کے ہنگامے کب ختم ہوئے مجھے اس کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ اہلہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جب میرے والد نے مجھے سوئے سے جھنجھوڑ کر اٹھایا اس وقت وہ خون میں لولہاں تھے۔ اندھیرے کے سبب میں ٹھیک طور پر ان کی اہتر حالت کا جائزہ نہ لے سکا لیکن میرے والد نے مجھے مخاطب کیا تو مجھے اس بات کا اندازہ کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ شدید طور پر زخمی ہیں۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور گھبرا کر پوچھا۔

”ابا کیا بات ہے؟“

”شیر بیٹے۔۔۔۔۔ تو خاموشی سے۔۔۔۔۔ بھاگ جا۔۔۔۔۔ جلدی کہ نہیں

وہ خاتم۔۔۔۔۔ درندے۔۔۔۔۔“

میرے والد صاحب اپنا جملہ پورا نہ کر سکے۔ ایک دو بار انھوں نے اپنا توازن سنبھالنا چاہا پھر زمین پر گر پڑے۔ میں بوکھلا کر اپنے والد سے لپٹا تو پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ ان کا پورا جسم خون سے لٹ پٹ ہے۔ میں نے والد صاحب کو دو تین بار آواز دیں لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ میرا ذہن ڈوب رہا تھا۔ میں اٹھ کر گھر کی طرف بھاگا تاکہ ماں کو حالات سے باخبر کروں لیکن وہاں جو منظر مجھے نظر آیا اس نے مجھ پر سکتے کی کیفیت طاری کر دی۔ میری بوڑھی ماں فرش پر چیت پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر ابلی نظر آ رہی تھیں۔ ٹالہا میری ماں کو گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔ ابھی میں اس خوفناک حادثات کے پس منظر کو پورے طور پر سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ دروازے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو تین بٹے کئے نقب پوش میری طرف لپک رہے تھے۔ میں ہسم گیا۔ ان تینوں نے مجھے پکڑ کر پہلے میرے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اس پر انگوچھا باندھا پھر مجھے باہر اٹھا کر لے گئے۔ وہ لوگ مجھے کہاں اور کیوں لے جا رہے تھے مجھے کچھ علم نہ تھا۔ اندھیرے اور گھبراہٹ کی وجہ سے میں سمت کا تعین بھی نہ کر سکا۔ منہ میں کپڑا ٹھنسا ہونے اور ڈھانچا بدھا ہونے کے سبب میرا دم گھٹ رہا تھا۔ سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ میں خود کو اس مصیبت سے نجات دلانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن میری قوت مدافعت ان بٹے کیے آدمیوں کے سامنے کارگر ثابت ہونے کے بجائے بتدریج کھنک جا رہی تھی۔ کچھ

لوگوں بعد میرا ذہن تاریکی میں غوطے کھانے لگا۔ میں بیہوش ہو گیا تھا۔

دوبارہ جب میرا ذہن جاگا اور میں ہوش میں آیا تو میری نظر سب سے پہلے جس شخص پر پڑی وہ ثواب صاحب کا بد قماش لڑکا فرید الدین تھا۔ اس وقت وہ نشے میں بری طرح دست تھا اور مجھے قہر آلود اور حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پر ایک لائے قد کا مصاحب موجود تھا جسے میں پہلے بھی ہاربا دیکھ چکا تھا، چند ثانیے تک میں فرید الدین کو خوفزدہ نظروں سے دیکھتا رہا۔ پے در پے رونما ہونے والے سنگین حالات نے میری قوت گویائی سلب کر لی تھی۔ فرید الدین نے مجھے ہوش میں دیکھا تو اپنے مصاحب کو جس کا نام ہانگے خاں تھا مخاطب کر کے کہا۔

”ہانگے۔ مجھے اس کبخت کے سلسلے میں تشویش تھی لیکن اب کوئی خطرہ نہیں۔ تم نے واقعی قاتل انعام کارنامہ سر انجام دیا ہے۔“

”چھوٹے سرکار یہ سب آپکی نوازشوں کا سبب ہے۔“ ہانگے خاں زہر خند سے بولا۔ پھر میری سمت خطرناک نظروں سے دیکھتے ہوئے سردیے میں کہا۔ ”تھرکھم ہو تو اس آخری سراغ کو بھی ٹھکانے لگا دیا جائے۔“

”جیس بھی کرنا ہے ہانگے خاں ٹھیک رہیں۔“ فرید الدین لڑکھائی آواز میں بولا۔ ”متم راتوں رات اس بد بخت کو اپنے آدمیوں کے ذریعے سرحد پار لے جاؤ اور وہیں کسی دیوانے میں اسے ذبح کر کے دفن کر دو۔“

”مہ پارہ کے لئے سرکار کا کیا حکم ہے؟“

مہ پارہ کا نام سن کر میں چونکا۔ جس انداز اور لہجے میں ہانگے خاں نے میری بہن کا نام لیا تھا اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا قطعاً ”دشوار نہ تھا کہ ان خالوں نے میری بہن کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا۔ میں فرید الدین کی بدکرداری کے قصے پہلے بھی سن چکا تھا لیکن اس وقت اس کی ہلچل زبان سے اپنی مصوم اور پاکیزہ بہن کا نام سنا کر میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے شدید غصے کی حالت میں آنسو کی کوشش کی تو مطمئن ہوا کہ ان درندوں نے پہلے ہی سے میری مشکلیں کس رکھی ہیں۔ فرید الدین نے میری شعلہ بار نگاہوں کا مقصود سمجھا تو شیطانی تہمت لگا کر بولا۔

”شعبہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مہ پارہ کا نام سنا کر کچھ مضطرب ہو گئے ہو۔ گھبراؤ نہیں! میں تم کو بھی مغربہ تمہاری بہن کے پاس پہنچانے کا بندوبست کر رہا ہوں۔“

احتجاج کے طور پر میں ہاتھ پاؤں مارنے کے سوا کچھ اور نہ کر سکا۔ منہ میں کپڑا خنسا

ہونے کے سبب میں بولے یا منہ سے کوئی آواز نکالنے سے بھی قاصر تھا۔ ”مہا“ میری نگاہ بائیں جانب مسمی پر پڑی تو مجھے شریانوں میں اپنا خون جمنا ہوتا محسوس ہوا۔ میں نے اپنی نگاہیں بڑے کرب کے عالم میں سختی سے بند کر لیں۔ جو منظر میری گناہگار نظروں نے دیکھا اسے دوبارہ دیکھنے کی تاب مجھ میں نہ تھی۔ میں نے مسمی پر اپنی مصوم بہن کی برہنہ لاش دیکھی تھی۔ میری بہن کے ساتھ جو شیطانی کھیل کھیلا گیا ہو گا اس کے تصور ہی نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میں اذیتناک کیفیتوں سے دو چار تھا کہ فرید الدین کا تہمتہ ایک بار پھر میری قوت سماعت کو مجروح کر گیا۔

”ہانگے خاں۔۔۔۔۔۔“ فرید الدین کی آواز کمرے میں گونجی ”پہلے میرا ارادہ تھا کہ مہ پارہ کے خوبصورت جسم کو دریائی جانوروں کی نذر کر دیا جائے مگر اب میں نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔ تم اب مہ پارہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے ان دونوں بھائی بہن کی لاشوں کو ایک ہی مدفن میں ایک ساتھ دفن کر دیا۔“

میری بے بسی مجھے خون کے آنسو رلا رہی تھی۔ اگر اس وقت میرے ہاتھ پاؤں آزاد ہوتے تو میں تمام احتیاط اور مصلحت کو نظر انداز کر کے اپنی اور فرید الدین کی جان ایک کر دیتا۔ میرے دل پر اس وقت جو کچھ گزر رہی تھی اس کا اندازہ میرے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ میری بہن کی برہنہ لاش میرے سامنے پڑی تھی اس کے مصوم جسم کو روندنے والا ڈاکو بھی میری نظروں کے سامنے موجود تھا لیکن میں بے دست و پا تھا اس ظلم کے خلاف احتجاج کرنے سے بھی قاصر تھا۔

ہانگے خاں، فرید الدین کا حکم سن کر آگے بڑھا۔ مجھے گھمبیرت کر میرے پیروں پر ٹکڑا کیا، پھر مجھے اپنے کندھے پر ڈال کر باہر لے گیا۔ ایک طرف مہ پارہ کا جبرجستہ انجام مجھے خون کے آنسو رلا رہا تھا۔ دوسری طرف مجھے ہانگے خاں کے جارحانہ رویے پر حیرت تھی۔ میرے والد کے اور اس کے تعلقات اتنے خاصے پرانے تھے۔ ایک موقع پہ میرے مرحوم باپ نے اس کو ثواب صاحب سے سفارش کر کے ملازمت سے برطرف ہونے سے بچایا تھا۔ آج وہی ہانگے خاں، احسان فراموش، ایک جلاذ کی صورت میں مجھ سے پیش آرہا تھا۔

باہر لا کر مجھے ایک بند گاڑی میں ڈال دیا گیا۔ ہانگے خاں واپسی کیلئے گھوما تو آنے والے لمحات کے تصور سے میرے بدن کے دو ٹپنے کھڑے ہو گئے۔ مجھے اپنی موت کا قطعی خوف نہ تھا اس بات کو سوچ سوچ کر میرا دل پھٹا جا رہا تھا کہ کچھ دیر بعد میری بہن کی لاش کو میرے قریب لا کر ڈالا جائے گا۔ میرا ذہن ڈھوک ہو رہا تھا لیکن اچانک ایک ترکیب

”شبیخ کیا جنس علم ہے کہ تمہارے ماں باپ کو بھی موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے۔“

بے اختیار اس سے لپٹ کر روئے لگا۔ خاندان کی بربادی اور والدین اور ہمیشہ کی موت کا غم شدت اختیار کرتا جا رہا تھا میں سسکیں لے لے کر روتا رہا۔ ہانگے خاں کی کشادہ آغوش میرے لئے واقعی۔ جب میری سسکیں دم دم پڑیں تو ہانگے خاں مجھے بازوؤں سے پکڑا کر بولا۔

”سنو شیر! میں نے یہ پارہ کی تلاش کو پورے عزت و احترام سے دفن کر دیا ہے۔ اس خیال سے کہ یہ راز طشت از یام نہ ہو میں اپنے ہمراہ دوسرے آدمیوں کو نہیں لایا۔ تم میری بات غور سے سنو۔ میں تم کو خدا کے حوالے کر کے آزاد کرتا ہوں۔ تم یہاں سے بیدے متھا جاؤ وہاں میرا ایک دوست شبن مرزا رہتا ہے، میں نے اس کے ہم خط لکھ دیا ہے۔ تم اس خط کو لے کر شبن مرزا کے پاس جاؤ۔ مجھے قوی امید ہے کہ وہ تم سے محبت سے پیش آئے گا۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ کچھ عرصے تک ہمیں پوشیدہ رہنا پڑیگا۔ اس کے بعد ہمیں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے۔ نئی زندگی! جس کا ایک مقصد پیش نظر رکھنا، ہمیں چھوٹے نواب سے انتقام لینا ہے۔ اپنے بوڑھے والدین اور اپنی مرحوم بہن کا انتقام۔ اس کے لئے ہمیں طاقت کی ضرورت ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں میرے بیٹے کہ اگر مرنے میرے ساتھ وفا کی تو میں اس انتقام کا موقع ہمیں ضرور فراہم کروں گا۔“

ہانگے خاں مجھے نصیحتیں کرتا رہا۔ آئندہ کیلئے ضروری مشوروں سے نوازتا رہا پھر اس نے مجھے ایک بند لٹاف دیا جس پر شبن مرزا کا پتہ درج تھا۔ بعد ازاں اس نے آخری بار مجھے سینے سے لگا کر روئے ہوئے خدا حافظ کہا تو میں ایک بار پھر رو پڑا۔ بڑی دیر تک سسکتا رہا پھر رندمی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہانگے خاں۔ جہاں تم نے میرے ساتھ اتنی مہربانی کی ہے وہاں ایک کرم اور کرو۔ مجھے یہ پارہ کی قبر تک لے چلو اگر میں لے بہن کی قبر پر فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی روح مجھ سے شکایت رہے گی۔“

ہانگے خاں نے نہ جانے کتنے مصلحتوں کی بنا پر تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے ساتھ میری درخواست منظور کر لی اور مجھے ساتھ لے کر اس جگہ پہنچا جہاں ویرانے میں ایک تازہ قبر بڑی حسرت بھری نظروں سے میری آمد کی راہ تک رہی تھی۔ قبر کے قریب پہنچ کر میں نے فاتحہ پڑھی پھر دیوانہ وار اپنی مرحوم بہن کی قبر سے لپٹ کر روئے لگا۔ ہانگے خاں نے بمشکل مجھے سمجھا بجا کر فوری طور پر سرحد عبور کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے کسی اندرونی جذبے کے تحت بہن کی قبر کی تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اپنی جیب میں رکھی اور قبر پر آخری بار

حسرت بھری نعرہ ”DA“ ہانگے خاں کے ساتھ ہو لیا۔ اس وقت مجھ پر کیا گزر رہی تھی یہ میرا دل ہی بھڑکتا رہتا ہے۔ ہانگے خاں میرا بازو تھامے تیر تیر قدم بڑھا رہا تھا۔ ایک سچے دوست اور ہمدرد کی طرح وہ گزرے ہوئے اور آنے والے حالات کے بارے میں سمجھا رہا تھا۔ قریباً دو فرلانگ تک وہ میرے ساتھ رہا پھر کچے راستے پر پہنچ کر رک گیا اور بولا۔

”شہید بیٹا! یہ راستہ ہمیں متھرا تک پہنچا دے گا۔ میں نے جو نصیحتیں تمہیں کی ہیں ان کا خیال رکھنا۔ جذبات سے کھیلنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ ہر کام کیلئے ایک وقت مقرر ہے۔ جلد بازی کرنے والے ایویسیوں کا شکار بن جاتے ہیں۔ ہمیں بڑے صبر و ضبط سے کام لینا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے میری باتوں پر عمل کیا اور موقع شناسی کا ثبوت دیا تو کامرانیاں تمہارے قدم ضرور چومیں گی۔“

مجھے وہ دن اور وہ لمحات آج بھی یاد ہیں جب ہانگے خاں نے آخری بار مجھے اپنے سینے سے لپٹا کر خدا حافظ کہا تھا۔ ہانگے خاں بڑے دل گردے اور انتہائی سخت جان کا مالک تھا لیکن مجھے رخصت کرتے وقت اس کی آنکھیں بھی نرناک ہو گئیں۔ آنسوؤں کا سمندر اس کی نظروں کے پیچھے موجزن تھا، جنہیں روکنے کیلئے وہ اپنے ہاتھوں کو بڑی سختی سے پیچھے ہوئے تھا۔ میں نے رندمی ہوئی آواز میں اسے خدا حافظ کہا اور کچے راستے پر ہو لیا۔ میرے سامنے ہر سو تاریکی تھی۔ مجھے ان تاریکیوں کا سینہ چیر کر آگے بڑھنا تھا!



متھرا پہنچ کر شبن مرزا کا مکان تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ راستے کی صعوبتوں نے مجھے بڑھل کر دیا تھا، اس بات کا خلوص بھی لاحق تھا کہ اگر مجھے نواب قریہ الدین کے کسی توی نے دیکھ لیا تو نہ صرف مجھ پر عرصہ حیات تک ہو جائے گا بلکہ ہانگے خاں کی بھی شامت آجائے گی۔ لیکن خدا شکر ہے کہ ایسی کوئی مشکل مجھے پیش نہیں آئی۔ شبن مرزا نے ہانگے خاں کا خط پڑھ کر مجھے ہاتھ ہاتھ لیا۔ متھرا میں وہ دو کمروں کے ایک عطر سے مکان میں رہتا تھا جس کے آگے پیچھے بڑے بڑے والان تھے۔ عجیبی ست غلاما پدا مکن تھا جس میں بیک وقت دس پارہ پلنگ یہ آسانی آسکتے تھے۔ دہائش کے لئے میں وہ کمرے تھے۔ ایک میں شبن مرزا نے اپنی بیٹھک بنا رکھی تھی۔ دوسرے کمرے میں اس کی نوجوان لڑکی فیضہ تن تھا رہتی تھی۔ شبن مرزا کی بیوی کو مرے تین سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ فیضہ کے ضمن میں مجھے شبن مرزا نے بڑے درد بھرے لہجے میں بتایا کہ اس کی شادی گیارہ ماہ پہلے ایک مقامی تاجر کے لڑکے سے ہوئی تھی لیکن بعد میں

معلوم ہوا کہ وہ لڑکا پہلے ہی سے شادی ضرور تھا۔ دو ماہ تک حالات ڈالوں ڈول رہے تھے۔
 حسین مرزا نے فیصلہ کر لیا کہ گھر بٹھا لیا۔ اس کے بعد سے حسین مرزا نے متعدد ایسے
 رشتے تلاش کیے لیکن فیصلہ پہلی شادی کے متعلق کے بعد سے کچھ ایسی دل برداشتہ ہو گئی تھی
 کہ اس نے صاف طور پر شادی سے انکار کر دیا۔ حسین مرزا بیٹی کو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی
 عزیز رکھتے تھے اس لئے انہوں نے فیصلہ کے انکار کے بعد اس پر زور نہیں دیا۔

فیصلہ کی عمر اس وقت تھی کوڑا اٹھادہ سال رہی ہو گی۔ مددے اور تھالی کے لئے چلے
 احسانیت نے اسے بہت کم سخن بنا دیا تھا لیکن عقل و نگاہ کے اعتبار سے اسے خوبصورت
 کہا جا سکتا تھا۔ حسین مرزا نے فیصلہ سے میرا تعارف کرایا تو فیصلہ نے ایک اچھی سی نظر
 میرے اوپر ڈالی پھر نظریں جھکائیں واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں حسین مرزا کو اپنی رو
 یاد سناتے لگا۔ حسین مرزا بڑی سنجیدگی اور توجہ سے میری داستان سنتے رہے جب میں چپ
 ہوا تو وہ ٹھنڈی مائیں لٹکے ہوئے۔

”ہانگے خاں نے اچھا کیا جو تمہیں میرے پاس بھیج دیا۔ تم اب اسے اپنا گھر سمجھو۔
 آرام سے رہو۔ البتہ ایک مشورہ میں ضرور دوں گا۔ حالات کے پیش نظر تمہیں کافی عرصے
 تک روپوش رہنا پڑے گا۔ فرید الدین کے کچھ زر خرید غلام یہاں متھرا میں بھی موجود ہیں
 جو آئے دن یہاں سے بھولی بھائی لڑکیوں کو اپنے منہری چال میں پھنسا کر لیتے ہیں اور ان
 کی زندگیوں برباد کر دیتے ہیں۔ اگر تم یہاں دیکھ لے گئے تو پھر ہانگے خاں بھی فرید الدین
 کے حجاب سے محفوظ نہیں رہ سکتے گا“

”میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہے مرزا صاحب لیکن ———“ میں اپنا جملہ تھل نہ کر
 سکا۔ میری آواز مطلق میں پکسن کر رہ گئی۔ میری آنکھوں میں آنسو چھلکے تو حسین مرزا نے
 جلدی سے کہا۔

”شیر بیٹے ———! میں نے دنیا دیکھ رکھی ہے۔ زمانے کے سرد و گرم نے مجھے
 بھی نازک احسانیت سے نوازا ہے۔ جو کچھ تمہارے اوپر گزری ہے اور جو تم محسوس کر
 رہے ہو۔ میں جانتا ہوں لیکن میرے بچے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے۔ تمہیں کسی قسم
 کی مایوسی کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے۔ اگر تم نے مجھے اپنا سمجھا تو مجھے خوشی ہو گی۔“

حسین مرزا کی ہر روانہ گفتگو سن کر میرا دل لور بھر آیا۔ میں نے رندمی ہوئی تواد میں
 کہا۔

”میرے بزرگ! یہ میری خوش قسمتی اور ہانگے خاں کی مہمانی ہے جو مجھے آپ جیسا

شعین آدمی مل گیا“ ورنہ نہ جانے کیا حالات پیش آتے۔ میری رگوں میں شریف ماں باپ کا
 خون موجود ہے“ میں اذیت آپ کا یہ احسان فراموش نہیں کھوں گا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ
 کہیں میری وجہ سے آپ پر کوئی بوجھ نہ پڑے۔“

”لوہ“ تو تم یہ سوچ رہے تھے۔“ حسین مرزا نے ذریعہ مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر
 میرے سر پر بڑی محبت سے ہاتھ بھیرتے ہوئے جواب دیا۔ ”میرے بیٹے! انسان وہی ہے جو
 وقت پر دوسرے کے کام آئے“ تم اپنے دل میں ان باتوں کو کوئی جگہ نہ دو“ اگر تم نے خود
 کو میرے لئے خدا کی رحمت کے بجائے بوجھ سمجھا تو مجھے شدید صدمہ ہو گا۔“

حالات نے مجھے بے بسی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ میرے پاس سوائے اس کے کوئی
 چارہ نہ تھا کہ میں حسین مرزا کی بات پر سر تسلیم خم کر دوں۔ یوں بھی حسین مرزا میرے لئے
 فرشتہ رحمت سے کم نہ تھا۔ میں نے خدا کا نام لے کر خود کو حالات کے سپرد کر دیا۔!!



ڈیڑھ سال تک میری کیفیت اس بزم جیسی رہی جسے نظر بند کر دیا گیا ہو۔ اس طویل
 عرصے میں میں نے خود کو حسین مرزا کے مکان کی چار دیواری کی حدود کے اندر مقید کر لیا
 تھا۔ حسین مرزا نے اس عرصے میں جس طلوع، محبت، اور اپنائیت کا ثبوت دیا، اس کی مثال
 ملنی مشکل ہے۔ فیصلہ شروع شروع میں مجھ سے کبھی کبھی رہی لیکن جلد ہی بے تکلف ہو
 گئی۔ ہمارے درمیان اب کوئی حجاب مانع نہ تھا۔ وہ مجھ سے پیشہ بڑی محبت سے پیش آتی۔
 یوں جیسے ہم دونوں ایک دوسرے سے جہنم جہنم سے واقف ہوں۔ حسین مرزا متھرا کے ایک
 ہندو سینٹھ کے ہاں ملازم تھے۔ صبح آٹھ بجے نکلے تو شام چھ بجے گھر واپس لوٹے، اس وقت
 میں فیصلہ اور میں بیٹھے دنیا جہان کی باتیں کرتے رہتے، ایک دو بار میں نے فیصلہ کو شادی کی
 ناکامی کے سلسلے میں کہہ دیا تھا لیکن فیصلہ بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹل گئی۔ میں نے
 اس کے نجی معاملات کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ کچھ دنوں سے میں محسوس کر
 رہا تھا کہ فیصلہ مجھ میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ حالات کے پیش نظر میں فیصلہ کے
 سلسلے میں برا خطاط رہتا تھا کہ کہیں بڑا تنگی میں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے
 جو مجھے اس مقام سے گرا دے جو میں نے بڑی مشکلوں کے بعد حسین مرزا کی نگاہوں میں پیدا
 کیا تھا اس احساس نے مجھے اس درجہ محتاط کیا کہ میں دیدہ وادشتہ فیصلہ سے کچھ نہ لگا۔ کچھ
 دنوں تک وہ میری دداری اور الگ تھلک رہنے کو نظر انداز کرتی رہی لیکن ایک روز جب
 حسین مرزا کے جانے کے بعد میں ان کے کمرے میں بیٹھا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو

نیرہ میرے پاس آئی اور قدرے سنجیدگی سے بولی۔
 "شیر۔۔۔۔۔! میں محسوس کر رہی ہوں کہ آجکل تم مجھ سے کچھ کہنے کہنے سے
 رہتے ہو۔ کیا کوئی خاص وجہ ہے؟"
 "ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آؤ بیٹھو۔" میں نے کتاب بند کر کے دھکی اور جلدی سے
 اٹھ کر بیٹھ گیا۔

نیرہ ڈیڑھ سال کے عرصے میں خاصی صحت مند ہو گئی تھی، اس کا حسن پہلے کے
 مقابلے میں بید نکھر آیا تھا۔ پہ نہیں یہ میری رفاقت کا نتیجہ تھا یا کوئی اور بات تھی، بہر
 حال اس وقت میری بات پر عمل کرنے کے بجائے وہ اپنے جگہ خاموش کھڑی جن نظموں
 سے مجھے دیکھ رہی تھی ان میں شکایت بھی تھی اور بے پناہ اپنائیت کا جذبہ بھی تھا۔ میرے
 لئے ان نگاہوں کی تپ لانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی بھار اورد نگاہیں میرے جذبات کو
 گود گرا رہی تھیں، میں نے پلکیں جھپکائیں اور مسکرا کر کہا۔

"نیرہ۔ اگر اب میں کہوں کہ آجکل تم مجھ سے دور دور رہتی ہو تو تمہارا جواب کیا ہو
 گا۔"

"میرا جواب۔" نیرہ بدستور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے بولی۔ "نیا تم
 جواب چاہتے ہو۔"

نہ جانے نیرہ کی نظموں میں وہ کیا سحر تھا کہ میں خود کو اس وقت اس کے سامنے
 قلعی ہے بس سمجھ رہا تھا۔ اس دن سے پشتر میں نے ایسا کبھی محسوس نہیں کیا تھا، پھر؟
 اچانک مجھے کیا ہو رہا تھا؟ ابھی میں اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش ہی کر رہا تھا
 کہ نیرہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے نزدیک آئی، میں گھبرا کر اٹھ گیا، کچھ کہنا چاہا لیکن
 آواز میرے حلق میں پھنس کر رہ گئی، مجھے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔
 "تم میرا جواب متا پرنہ کر دو گے شیر۔" نیرہ کا لہجہ بڑا حترم تھا۔

میں بدستور خاموش رہا تو وہ بولی۔

"تم نے میرے احاد کو نہیں پہچانی ہے شیر۔ ہاں، میں نے لے لیا تھا کہ اب تمہی
 مرد کو اپنا نہیں کہوں گی لیکن تم۔۔۔۔۔ تم نے میری سوچ کے زائے بدل دیئے ہیں،
 میں محسوس کرتی ہوں جیسے میری زندگی تمہارے بغیر نامکمل ہے، میں تمہارے بغیر زندگی کا
 تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

نیرہ میرے احتیاط برتنے سے اس قدر اچانک اتنی جذباتی ہو جائے گی، میں نے بھی

ایسا سوچا بھی نہ تھا۔ ایک لمحے تک میں سکتے کی حالت سے دو چار رہا پھر دہلی زبان میں بولا۔
 "نیرہ تم میری عمنہ ہو، میں تمہاری بڑی عزت۔۔۔۔۔"
 "نہیں شیر نہیں۔" نیرہ نے میرا ہاتھ کاٹے ہوئے تیزی سے کہا "تم مجھے عمنہ سمجھنے
 کے بجائے اپنی کثیر بنا لو تو مجھے زیادہ مسرت ہو گی، مجھے تمہارے سارے کی ضرورت ہے
 شیر!"

اور۔۔۔۔۔ قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا نیرہ بے اختیار مجھ سے لپٹ
 کر سکتے گئی۔ میری حالت غیر ہو رہی تھی، ایک جوان جسم کے قرب نے مجھے بھائی کیفیت
 سے دو چار کر دیا تھا۔ میرے لئے یہ تجربہ بالکل نیا اور الوکھا تھا، میری شرانوں میں جیسے
 خون کی بجائے بجلی گردش کر رہی تھی۔ یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا، میں نیرہ کو دھتکار کر
 احسان فراموشی کے الزام سے بچ سکا تھا۔ دوسری طرف اس کا قرب مجھے بے چین کر رہا
 تھا، میں اس کشش سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا لیکن زندگی کے اس تجربے نے مجھے قنیر کر لیا،
 میں نیرہ کو خود سے الگ نہ کر سکا، اسکو خود سے اتنا قریب کر لیا کہ ہمارے دلوں کی
 دھڑکنیں آپس میں ضم ہوئے لگیں، لمحے طویل ہونے لگے، منتشر منتشر سانسوں کی رفتار تیز
 ہونے لگی، میں ہلک رہا تھا کہ یقیناً میرا ضمیر جاگ اٹھا، میرے دل سے آواز آئی۔

"منہلو شیر۔۔۔۔۔ تم غلط راستے پر جا رہے ہو، نیرہ تمہارے عمن کی بیٹی ہے،
 تم اپنے عمن کے احاد کو دھوکہ دے رہے ہو، اگر ایک بار تمہارے قدم لوٹکر اٹھئے تو پھر تم
 کبھی نہ سنبھل سکو گے۔"

اچانک میں جیسے اندھیرے سے روشنی میں آگیا۔ میں نے آہستہ سے نیرہ کو خود سے
 علیحدہ کیا اور بولا۔

"نیرہ۔۔۔۔۔ جذبات کی رو میں برس جانا گناہ ہے۔ نہیں اس عمن میں اپنے
 بھوں سے گفتگو کرنی چاہئے۔ جو کچھ ہوا ہے اس پر مجھے افسوس ہے۔ خدا ہم دونوں کو
 معاف کرے۔"

"محبت گناہ نہیں ہے شیر!" نیرہ نے شرابی شرابی نظموں سے مجھے گھورتے ہوئے
 جواب دیا۔ "مجھے امید ہے کہ اباجان میری خوشیوں سے کبھی انکار نہیں کریں گے۔ تم نے
 ویسے بھی انھیں اپنا بنا رکھا ہے۔"

"یہ سب خدا کا کرم ہے نیرہ۔ درنہ مجھے تو اپنی زندگی سے ایسی ہو چکی تھی۔"
 "مردر آب۔۔۔۔۔" نیرہ نے شرارت بھرے لہجہ میں مجھ سے سوال کیا، پھر خود

ی لجا کر دوسرے کمرے کی سمت بھاگ گئی۔

مجھے شبن مرزا کے گھر میں خود کو نظر بند کئے پورا ڈیڑھ سال گزر چکا تھا۔ میرا دل زندگی کی اس یکسانیت سے اٹکا چکا تھا۔ میرے پیش نظر ابھی بہت کچھ تھا۔ میں اپنے بیروں پر کھڑا ہو کر اپنا مستقبل بنانا چاہتا تھا۔ مجھے ابھی اپنے والدین کے قاتلوں سے اپنا انتقام بھی لینا تھا، ان کاموں کے لئے جدوجہد بھی ضروری تھی۔ ڈیڑھ سال میں میری حیثیت بھی خاصی بدل چکی تھی۔ شبن مرزا کی محبت نے میرے غموں کے بوجھ کو بڑا ہلکا کر دیا تھا۔ ایک روز میں نے موقع پا کر شبن مرزا پر اپنی خواہشات کا اظہار کر دیا۔ شبن مرزا نے میری بات بڑی توجہ سے سنی پھر بولے۔

”بیٹے — تمہیں اب ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہارے باہر آنے جلنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایک بات کا ضرور خیال رکھنا، تم اپنا اصلی نام کسی پر ظاہر نہیں کر سکتے۔“

”میں اس کی اہمیت سمجھتا ہوں مرزا صاحب، ہائے خاں نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔“ میں نے بڑی سلاحتندی سے جواب دیا پھر بولا۔ ”اس وقت میں آپ سے ایک اور اہم بات کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ مجھے اپنے اثر و رسوخ سے تمہیں ملازمت دلوا دیں تو بڑی نوازش ہو گی۔“

”اتنی جلدی کیا ہے میرے بیٹے! میرا خیال ہے کہ تم ملازمت کے بجائے اپنی پڑھائی کا سلسلہ از سر نو شروع کر دو تو زیادہ بہتر ہو گا، ڈیڑھ دو سو کی ملازمت سے بھلا کیا حاصل ہو گا۔“

”میں پڑھائی کا سلسلہ بھی جاری رکھوں گا لیکن ملازمت بہر حال ضروری ہے۔“ میں نے دلی زبان میں کہا۔

شبن مرزا میرے اصرار پر اس بات کے لئے رضامند ہو گئے کہ وہ جلد ہی میرے لئے ملازمت کا کوئی معقول بندوبست کر دیں گے ان کے کام پر چلے جانے کے بعد، اس روز میں نے ڈیڑھ سال بعد پہلی بار گھر کی دہلیز سے باہر قدم نکالا۔ مجھے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا جیسے میں کسی نئی دنیا میں آگیا ہوں۔ لیکن آزادی کے احساس نے میرے جسم میں ایک نئی انگ پیدا کر دی، اس روز میں مختلف سڑکوں اور بازاروں کے بلا منہ پھر لگتا رہا۔ شام گئے والدین لوٹا تو شبن مرزا اور فیہر دونوں میرے لئے پریشان تھے، فیہر نے دلی زبان میں کہا۔

”ابا حضور! ان کو سمجھا دیجئے کہ ابھی یہ اس شہر کے لئے نئے ہیں، زیادہ دیر تک باہر

رہنا مناسب نہیں۔“

”شیر بیٹے فیہر ٹھیک کہہ رہی ہے، مجھے خود بھی تشویش تھی کہ تم کہاں چلے گئے؟“ میں نے شبن مرزا سے وعدہ کیا کہ آئندہ جلدی والدین آجایا کروں گا اس کے بعد میں ہاتھ منہ دھوئے کی غرض سے باہر صحن کی طرف چلا گیا۔

شبن مرزا نے مجھ سے ملازمت دلانے کا وعدہ تو کر لیا تھا لیکن ابھی تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا تھا۔ میں بائیس روز تک میں نے خاموشی سے انتظار کیا پھر ذاتی طور پر بھی ملازمت کی تلاش میں لگ گیا۔ مقررہ کے سلسلے میں مجھے کچھ زیادہ معلومات نہ تھیں البتہ اے ضرور سن رکھا تھا کہ یہ شہر ہندوؤں کے لئے بڑا مقدس ہے، جہاں دور دراز کے ملک سے پڈت اور بیماری، تیرتھ یاترا اور مندروں کی شان و شوکت دیکھنے کی غرض سے آتا کرتے ہیں۔ مگر مجھے ان پڈت اور بیماریوں سے زیادہ سروکار اپنی ملازمت تلاش کرنے سے تھا۔ جہاں بھی مجھے کوئی دفتر یا بڑی دکان نظر آئی، میں بے دھڑک وہاں جا کر اپنا مدعا کہہ دیتا لیکن جواب ہمیشہ نفی میں ملتا، اکثر لوگ مجھ سے میرے اور میرے خاندان کے بارے میں پوچھتے اور پرانا تجربہ دریافت کرتے تھے۔ مگر جب میں انہیں یہ بتاتا کہ ملازمت کے سلسلے میں میرا سابقہ تجربہ کچھ نہیں تو وہ مجھے ٹکا سا جواب دیکر بھاگ دیتے، میں مایوس ہونے کے بجائے قسمت آزمائی کی خاطر دوسرے دروازے کا رخ کر لیتا تھا۔ آٹھ دس روز تک میں یونی شہر میں ملازمت کے حصول کی خاطر پھر لگتا رہا لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

ایک روز میں ملازمت ہی کے حصول کے سلسلے میں ایک ہندو جوہری کی دکان میں گیا، جہاں ایک جانب تخت پر ایک نیم پاگل اور تنگ دھڑنگ بوڑھا شخص بیٹھا تھا۔ اس کے جسم پر ایک لنگوٹی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سر کے بال جماؤ جھنکار کی طرح بڑھ رہے تھے۔ جسم پر میل کی حمیں جی نظر آ رہی تھیں۔ بڑی بڑی آنکھوں سے لاپرواہی حشر تھی۔ عمر ستر کے لگ بھگ نظر آتی تھی۔ سینے کے لیے لیے سیاہ بال پچھلی مٹی میں تھڑے ہوئے تھے۔ صورت و شکل کے اعتبار سے وہ کوئی پڈت یا بیماری ہی نظر آتا تھا۔ تخت پر بھی ہوئی اعلیٰ چادر اس کے پیٹنے سے گندی ہو چکی تھی۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ جس دکان پر وہ بیٹھا تھا وہاں کا ہندو جوہری بڑے کو فر کے لباس میں تھا مگر اس وحشی نما انسان کے سامنے فرش پر ہاتھ جوڑے بیٹھا کہہ رہا تھا۔ ”ساراج۔ تمہاری بڑی کپا جو تم نے سوک کو درشن دیئے، تمہارے پوتہ جن اس دکان پر آگئے ساراج، میں کتنا بھاگوان ہوں، اب میری کھانا پیوں کا سے بیت جانے کا مجھے تمہارے آشیر واد کی بھکشا چاہئے ساراج۔“

میں دروازے کے قریب کھڑا حیرت سے دکان کے مالک کو دیکھ رہا تھا جو تخت پر بیٹھے ہوئے اس دیوانے کے سامنے ہار ہار ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کر رہا تھا لیکن ابھی تک اسے اپنی کسی بات کا جواب نہیں ملا تھا۔ تخت پر بیٹھا ہوا بوڑھا اسے یوں گھور رہا تھا جیسے دکان کے مالک کی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دکاندار خاص دیر تک بوڑھے کے قدموں میں سر جھکائے رہا پھر ہاتھ جوڑ کر سر اٹھاتے ہوئے بڑی عقیدت سے بولا۔

”مداراج مجھے نراش مت کرنا تمہارے اس سیوک کو تمہارے آشیرداد کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔“

”دھکاری (لھون)! کالا بیوپار کرنے والے کبھی اپنی آٹھاؤں میں سچل نہیں ہو سکتے۔ میرا سب کچھ نہشت ہو جائے گا۔ دیوتاؤں اور دھرماتماؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔“

”ایسا نہ کہو مداراج۔ بیگوان کیلئے ایسا نہ کہو۔“ جوہری بوکھلا کر گڑگڑایا۔ ”مجھے نراش مت کرو مداراج۔ میں تمہارے چرن چھوٹا ہوں مجھے سراپ (بد دانا) نہ دو مداراج۔“

”اپراو می“ بوڑھا بڑی حقارت سے بولا۔ ”جس مٹش کے من میں پاپ بھرا ہو وہ جیون میں کبھی تنگی نہیں رہتا۔ میرے بھاگ میں جو لکھا ہے وہ اوش پورا ہو گا۔ تیری دھن دولت میرے کسی کام نہ آئے گی۔ ایک دن تو کتوں کی موت مرے گا۔“

میں نے دیکھا کہ جوہری کے چہرے کی رنگت اچانک زرد پڑ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے کی باتوں نے جیسے اس پر سنگت طاری کر دیا تھا۔ پھر قفل اس کے گم ہو اور کچھ کتا بوڑھا بڑی لاپرواہی سے تخت سے اتر گیا۔ میں ابھی تک ششدر سا کھڑا تھا۔ بوڑھا میرے قریب آ کر ایک لمبے کیلئے رکا۔ اس نے مجھے سر تپا پڑے غور سے گھورا پھر دیوتاؤں کی طرح ہنستا ہوا دکان سے نیچے اتر آیا۔ شام تک چار پانچ جگہ قسمت آزمائی کی لیکن ملازمت کی امید کبھی نظر نہ آئی، میں مایوس ہو کر واپس گھر کی جانب چل دیا۔ پے در پے ناکامیوں نے مجھے اس روز بڑا دل برداشتہ کر دیا تھا، میرا ذہن منتشر ہو رہا تھا۔ میں عین مرزا پر اب مزید بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ میں نے طے کر لیا کہ اب بھر کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں گا۔ فیصلہ کی جدائی کے خیال نے مجھے پریشان کر رکھا تھا، میں اپنے پریشان خیالات میں منہمک کسی جگہ سے ہوتے مسافر کی طرح گردن جھکائے نظریں نیچی کئے ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ بے خیالی میں کسی آدمی سے ٹکرا گیا، چونک کر نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ وہی دیوانہ بوڑھا میرے سامنے کھڑا مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ مجھے جھرمجھری آ گئی۔ میں نے جلدی سے کہا۔

”معاف کرنا مداراج۔ میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔“

”آنکھیں رکھتے ہوئے بھی خود کو اندھا کہہ رہا ہے۔ مورکھ!“ بوڑھے نے آنکھوں سے لپٹے لپٹے میں جواب دیا۔ مجھے اس کا جملہ گراں گزرا لیکن میں نے اس سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا۔ خون کا گھونٹ پی کر کھڑا کر آگے بڑھنا چاہا تو بوڑھے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں اس کی یہ حرکت برداشت نہ کر سکا، تھلا کر بولا۔

”کیا بات ہے مداراج؟ کیا تم مجھ سے جھگڑنا چاہتے ہو؟“

بوڑھا میری بات کا جواب دیتے بغیر ایک ٹانے تک مجھے گھورتا رہا پھر بڑے نرم لہجے میں بولا۔

”ہالک۔ یہ دھرتی ایک گورکھ دھندا ہے۔ بلوان، کزور پرانیائے (علم) کر کے خوش ہوتا ہے، پر تو دے اسی کی ہوتی ہے جو دھرم سے کام لے۔ سے بدلتے دیر نہیں گنتی۔“

بوڑھے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی، نہ جانے کیوں مجھے اس کی شخصیت سے کراہت محسوس ہو رہی تھی، میں نے جھٹک کر اپنا ہاتھ چمڑا لیا اور نفرت بھرے انداز میں کہا۔

”اپنی راہ لو مداراج۔ مجھے تمہاری نصیحتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔“

”مورکھ۔ اہاکی (بد قسمت)!“ یکتخت بوڑھا کرخت آواز میں بولا ”تو میرا اہمیل کر رہا ہے تجھے کھرے اور کھوٹے کی پہچان نہیں۔ کیا تو جانتا ہے کہ اس سے تو کسی کے سامنے کھڑا ہے؟“

”مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں بڑے میاں!“ میں نے بھی درشت لہجے میں جواب دیا۔ ”تم خواہ مخواہ میرے سر کیوں ہو رہے ہو؟“

بوڑھے کی بڑی بڑی آنکھیں اچانک انگاروں کی مانند دھب دھب اٹھیں، وہ سر تپا غصے و غضب کی حالت میں کھپ رہا تھا۔ اس کے تنور خنجر ناک تھے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔ جلد ہی وہ اپنی اصل حالت پر آ گیا اور ہونٹ چبائے ہوئے بولا۔

”لوکے جادو ہو جا پر تو اتنا اوش یاد رکھنا کہ تو نے کسی یوگی کی فتنی کا ذائق اڑایا تھا۔ سے تجھے بتائے گا کہ میں کون ہوں۔ جلد وار ہو جا میرے سامنے سے۔“

میں نے حقارت سے ایک اچھتی ہوئی نظر بوڑھے پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔ تمام راستے وہ عجیب و غریب اور منہ خیز بوڑھا میرے ذہن پر مسلط رہا، میں نے متعدد بار کوشش کی کہ اسے اپنے ذہن سے نکل چیلوں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک آدھ بار تو

جاگ کر بگڑاری بار بار میں چونک کر آکھیں کھول اور اطراف کا جائزہ اس خیال سے لینے لگا کہ کہیں وہ چھوڑے بدن و لاپرواہی پر اسرار فحش دوبارہ نہ آجائے۔ صبح ہوتے وقت میری آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ میں جاگا تو دن خاما ختم آیا تھا۔ حسین مرزا اپنے کلم پر جا چکے تھے۔ نعیمہ باورچی خانے میں تھی۔ میں نے جلدی سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا۔ اتنی دیر میں نعیمہ میرے لئے ناشتہ تیار کر چکی تھی۔ میں ناشتہ کرنے بیٹھا تو نعیمہ نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”آج تم خلاف توقع دیر تک سوتے رہے۔ کیا رات کو نیند نہیں آئی؟“

”ہر۔ کہ! کچھ ایسی ہی بات تھی۔“ میں ہلکا ہوا۔

”کسی کا خیال پریشان کر رہا تھا۔ کیوں؟“ فیروز نے شوخی سے سولل کیل اس کی نظریں بدستور میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”میں نے ہی سمجھ لو۔۔۔۔۔“

”کون ہے وہ لڑکی۔۔۔۔۔“ نعیمہ نے دلی زبان میں دریافت کیا۔

میں ابھی تک رات کو پیش آنے والے واقعے سے پریشان تھا۔ ایک دل کٹا تھا کہ میں فیصلہ کر اپنے رات والے پر اسرار راز کا شریک بنوں لیکن دوسرا دل مجھے منع کر رہا تھا چنانچہ میں نے فی الوقت ٹالنے کے ارادے کو ترجیح دی اور بولا۔

”نیمہ۔۔۔۔۔۔ میں ملازمت کے سلسلہ میں بہت پریشان ہوں، جب تک ملازمت نہیں ملتی میرا ذہن منتشر رہے گا۔“

”کیا ہمیں یہاں کوئی تکلیف ہے؟“ نیمہ یک لخت متحیرہ ہو گئی۔

”نلامت سمجھو نیر!“ میں نے جلدی سے کہہ ”جب تک میں اپنے چروں پر نہیں کھڑا ہو جاتا، میرے..... خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے۔“

”کیا بت خواب دیکھ رکھے ہیں؟“ نعیم نے مترنم لہجہ میں کہا۔

”ہی۔۔۔۔۔! لیکن سب سے حسین خواب میرے لئے تم ہو نصیب“

میں نے فیصہ کا دل رکھنے کو کہہ دیا۔ میری بات سن کر وہ شرمانے لگی۔ بڑی عبت بھری نظروں سے مجھے دیکھا پھر زبان چڑھا کر اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی! میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ رات والا معاملہ بدستور میرے ذہن میں انتشار پیدا کر رہا تھا۔ یوگی اور اس کے پراسرار سیوک کا مسئلہ میرے لئے ناقابل حل تھا! ان پراسرار واقعات نے مجھے بڑی طرح الجھا رہا تھا۔

اس روز میری طبیعت پر دن بھر اداسی اور ٹھکن طاری رہی، میں ایک منٹ کیلئے بھی گھر سے باہر نہیں گیا۔ مجھ پر ان جانے خذشت کا غلبہ طاری تھا، بڑی صاف گوئی سے عرض کروں کہ میں یوگی اور اس کے سیوک سے بری طرح خوف زدہ ہو گیا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں باہر نکلا تو پھر کسی حادثے کا شکار ہو جاؤں گا۔ فیہر مجھ سے دل بستی کی باتیں کرتی رہی۔ میں نے اسے سرد رو کا ہمانہ کر کے مطمئن کر دیا تھا۔ شام کو شبن مرزا کام سے واپس لوٹے تو خلاف توقع کچھ بچے بچے نظر آ رہے تھے میں نے فوری طور پر کچھ دریافت کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ ہارلم گرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں آئے تو میں نے دلی زبان میں پوچھا۔

”مرزا صاحب! آپ آج کچھ زیادہ ہی مجھے مجھے نظر آتے ہیں۔“

”ہاں بیٹے۔“ مرزا صاحب نے سر دھڑا بھر کر کہا۔ ”کلم لب میرے بس کا بھی نہیں“

”اگر میری ملازمت کا بندوبست ہو جاتا تو میں کپ کو کبھی عنت نہ کرنے دیتا۔ میری آرزو ہے کہ میں بھی آپ کی خدمت میں رہوں۔“ میں نے سعد حمزہ کی سے کہا تو مرزا صاحب کچھ اور طبل ہو گئے چند ٹائے خاموش رہے پھر دم توڑ میں بولے۔

”شہر بیڑا! تمہاری ملازمت کی فکر اب مجھے کتنی ہی پڑے گی۔ اس لئے نہیں کہ خدا خواست میں تمہاری تنخواہ پر عیش کروں‘ اب تمہیں اپنے بیروں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ میں تمہیں زندگی میں پہلا پھول اور خوش دیکھتا چاہتا ہوں‘ میری زندگی کا اب کوئی بھروسہ نہیں‘ نہ جہانے کب آنکھ بند ہو جائے۔“

”مرزا صاحب!“ میں جلدی سے بولا۔ ”خدا نہ کرے جو آپ کو کچھ ہو“ آج آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟“

”بیٹے۔۔۔۔۔ اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ فیصلہ سے کچھ نہ کہو گے تو میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

”آپ مجھ پر اصرار کر سکتے ہیں۔“ میں نے عجیبی سے جواب دیا ”میں آپ کے اصرار کو کبھی ٹھیس نہیں لگنے دوں گا۔“

مرزا صاحب نے دوبارہ ٹھنڈی سانس لی، کچھ لمبے غلام میں گھورتے رہے پھر دبی زبان میں کہا۔

مشیر بیٹا! میں جس جگہ ملازمت کر رہا تھا آج مجھے وہاں سے جواب ملی گیا، مجھے

ملازمت چلنے کا کچھ اتنا زیادہ بلال نہیں ابھی میرے ہاتھ پاؤں چل رہے ہیں، دوسری ملازمت کل مل سکتی ہے لیکن مجھے السوس صرف اس بات کا ہے کہ پورن چلنے مجھے کسی اور کے کہنے پر ملازمت سے ہمدوش کیا ہے، اسے خود بھی مجھے جواب دیتے وقت السوس ہو رہا تھا میں ایک ناسانے سے اس کی خدمت کر رہا تھا۔ پورن چند اتنا اعتماد اپنے لڑکوں پر نہیں کرتا جتنا مجھ پر کرتا تھا۔ نہ جانے وہ کیوں مجبور ہو گیا؟

”کیا پورن چند نے آپ کو کوئی وجہ نہیں بتائی کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف ایسا قدم کیوں اٹھانے پر آمادہ ہو گیا؟“ میں نے بدستور سنجیدگی اختیار کئے ہوئے سوال کیا۔ ”پورن چند نے تو یہاں تک کہا ہے بیٹے کہ میں گھر بیٹھے پوری تنخواہ تمام زندگی اس سے لیتا رہوں لیکن میرے ضمیر نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔“ مرزا صاحب نے کسمپاش ہوئے کہا۔ ”رہا اس کی مجبوری کا مسئلہ تو اس نے مجھے صرف اتنا بتایا ہے کہ اس کے مذہب کے کسی بڑے بزرگ نے اسے ہدایت کی تھی کہ مجھے علیحدہ کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں اس صان یوگی نے پورن چند کی برادری کی پیشین گوئی کی تھی؟“

”صان یوگی ————— میں چونک اٹھا“ میرے ذہن میں اس بوڑھے بھاری کا تصور ابھر آیا جس نے سر راہ مجھے روک کر الٹی سیدھی باتیں کی تھیں، اسی کے کسی پر اسرار سیوک نے رات کو مجھ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے یوگی سے مطاعی نہ مانگی تو میری زندگی کو تکالیف سے دو چار کر دینا، پھر وہ کسی چلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔ میں ایک لمحے کے لئے سر تاپا لرزاٹھا، شبن مرزا کی بات سکر مجھے یقین آ گیا تھا کہ ان کی ملازمت سے برطانی میں بھی یقیناً اسی یوگی کا ہاتھ ہو گا جو مجھے نہ جلنے کیوں اپنے سامنے کھٹے چھپتے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ چند ٹانے تک حیرت بھری نظروں سے شبن مرزا کو نکتا رہا پھر عجب کا اعتماد کرتے ہوئے بولا۔ کیا آپ اس یوگی سے واقف ہیں جس نے پورن چند کو آپ کے خلاف بھڑکایا ہے؟

”ہاں ————— ایک دہار میں نے اس گندے بوڑھے کو سڑک پر تنگ و دھڑنگ پھرتے ضرور دیکھا ہے، اس کے ساتھ اکثر کچے عقیدے رکھنے والے ہندو پڈت بھاریوں کا مجمع لگا رہتا ہے، کچھ لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ بوڑھا پر اسرار اور حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے، اس کی زبان میں ایسی تاثیر ہے کہ جو کہتا ہے پھر کی بکیر بن جاتا ہے لیکن میں ان باتوں کا قائل نہیں ہوں۔“ شبن مرزا نے سرسری طور پر مجھے یوگی کے بارے میں بتایا پھر بولے۔ ”تم فی الحال فیصلہ کو میری ملازمت کے سلسلے میں کچھ نہ بتاؤ ورنہ وہ پریشان ہو گی“

خدا نے چاہا تو دو ایک روز میں مجھے کوئی دوسری ملازمت ضرور مل جائے گی۔“ ”مرزا صاحب!“ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنی جگہ پورن چند کے یہاں مجھے ملازمت دلوا دیں۔“ ”میں نے اس سے کہا تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر میری بات رو کر دی کہ یوگی نے اسے بڑی سختی سے منع کیا ہے کہ آئندہ وہ کسی مسلمان کو اپنے یہاں ملازم نہ رکھے۔“ ”آپ کتنے عرصے سے ملازمت کر رہے تھے پورن چند کے یہاں؟“ میں نے یونہی سوال کر ڈالا۔

”بارہ تینو سال کا عرصہ بیت گیا۔ لیکن تم پریشان مت ہونا، مجھے اپنی صلاحیتوں پر مجبور نہ ہے، دو چار روز کے اندر مجھے کوئی دوسری ملازمت ضرور مل جائے گی۔“ میں نے شبن مرزا کو اس سلسلہ میں زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھ دینے یوگی کے مسئلے نے مجھے الجھا ضرور دیا تھا۔ یہ بات میرے لئے تشویش کا باعث بن رہی تھی کہ آخر وہ پر اسرار بوڑھا میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟ وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ میں نے اس ضمن میں جتنا سوچا اتنا ہی میرا ذہن اور الجھ گیا۔ رات آئی تو میری پریشانی دو چار ہو گئی، میں بچپن ہی سے بڑا اور بے خوف واقع ہوا ہوں لیکن اس روز دروازے میں سوتے ہوئے مجھے خوف لگ رہا تھا، میں نے سوچا کہ کیوں نہ اپنا چنگ انداز کمرے میں کر لوں لیکن میں ایسا بھی نہ کر سکا شبن مرزا کے کمرے میں چنگ کر لینے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن وہ سوتے میں لمبے لمبے غرائے لینے کے علوی تھے جن سے مجھے شدید وحشت ہوتی تھی۔ فیصلہ کے کمرے میں میرا سونا یوں بھی کچھ مناسب نہ تھا اس لئے مجھے مجبوراً دروازے میں سونے کے لئے جانا پڑا۔ فیصلہ لے سونے سے پہلے حسب دستور اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

میں بڑی دیر اپنے بستر پر پڑا کوئی نہیں بدلتا رہا۔ پر اسرار بوڑھے کا خوفناک تصور مجھے خوفزدہ کر دیتا۔ میں بار بار گھن کی جانب دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی، ہر چند کہ میری بھی کوشش تھی کہ غماز رہوں اور جاگتا رہوں لیکن ایک بار نیند کا ایسا جھوٹا آیا کہ میں دنیا دانیسا سے بیخبر ہو گیا۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ دہارہ میری آنکھ اس وقت کھلی جب میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرا بازو پکڑے مجھے زور زور سے جھنجھوڑ رہا ہے۔ میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ خوف کے مارے میرا برا حال تھا پچھلی رات کے تجربے نے مجھے بزدل بنا دیا تھا۔ میں نے صحت کر کے آنکھیں چاڑ کر دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں بدروح کم ہونے لگیں۔ مجھے جس شخصیت نے جگایا وہ فیصلہ تھی۔

اتنی رات گئے فیمر کو اپنے قریب پا کر مجھے بڑی تعویت ہوئی، ایک لمبی مجلس لے کر میں نے اسے قہقہہ کرتے ہوئے نکلا۔

”کیا بات ہے فیمر۔ کیا نیند نہیں آ رہی ہے؟“

”میرا نام فیمر نہیں سرتا ہے۔“ فیمر نے گہری سچوکی سے جواب دیا۔ وہ غالباً مجھ سے مذاق کر رہی تھی، فیمر کے سلسلے میں میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں، اس کے جسم پر پوشاک بھی وہی تھی جو میں نے رات کو سوتے سے پہلے دیکھی تھی البتہ اس کا لہجہ بدلا بدلا سا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے پریشان کرنا چاہتی ہے، میں نے مسکرا کر کہا۔

”تم سرتا کے بجائے اگر کوئی نام اور بھی رکھ لو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

”میں تجھ سے مذاق کرنے نہیں آتی ہوں سورکھ۔ مجھے صاف ہوگی مہاراج نے حیرے پاس بھیجا ہے۔“ فیمر نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں بڑی روکھائی سے جواب دیا۔ ”جانتا ہے میرے آنے کا کارن کیا ہے؟“

یوگی مہاراج کا نام سن کر مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ میں اپنی اپنی نظروں سے فیمر کو گھورتے ہوئے بولا۔

”خدا کے لئے فیمر یہ مذاق ختم کر دو۔ تم نے اگر میرا راز کسی ذریعہ سے پالیا ہے تو اسے اپنے ہی تک محدود رکھنا۔“

”لاؤ لے تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“ فیمر نے مجھے خوفناک نظروں سے گھورتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا پھر بڑی سرد توازی میں بولی۔ ”من سورکھ۔ میں فیمر نہیں بلکہ سرتا ہوں! مجھے یوگی مہاراج نے حیرے پاس ایک سندس دیکر بھیجا ہے۔ مہاراج کا کہنا ہے کہ اگر اب بھی تو نے ان کی اگیا کا پالنہ نہ کیا اور ہاتھ باندھ کر شا کی سٹھان نہ مانگی تو صاف مہاراج تیرا جیون نشٹ کر دیں گے۔ ان کا سراپ تجھے سارا جیون بیاکل رکھے گا، پر تو اگر تو نے صاف مہاراج کا کہنا مان لیا تو یہ دھرتی حیرے لئے سورگ صاف (جنت کی مانند) ہوگی، تیری ہر آشا مہاراج پوری کریں گے، تو یوگی مہاراج کا صاف سیکھ کھلائے گا۔“

میری حالت اتنے ہی تھی، میرا دل ادا جا رہا تھا، میں بت بنا بیٹھا سہمی سہمی نظروں سے فیمر کو گھور رہا تھا، جو اس وقت سرتا بنی ہوئی تھی۔ پے در پے بدلنا ہونے والے اسرار نے مجھے گھٹا بنا دیا۔ میں ان باتوں کی تردید تک نہ کر سکتا تھا، میرا حلق خشک ہو

رہا تھا، میں بولا جا رہا تھا لیکن بولنے سے قاصر تھا، میری زبان پر جیسے تالے ڈال دیئے گئے تھے۔ میں صرف من رہا تھا۔

”کل رات صاف ہوگی مہاراج نے تجھے کتنی کا راستہ دکھانے کے کارن حیرے پاس اپنے ایک سیوک شیاہ لال کو بھیجا تھا پر تو اس سے الجھنے کے لئے چھپت پڑا۔“ فیمر کی بدلی ہوئی گھڑی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ ”من سورکھ۔ جو منٹس سے سے قائم نہیں اٹھاتا وہ دوجوان نہیں بدحو کھلاتا ہے۔ کتنی پرہیزگار کے بنا حیرے اپنے سدا اوجھڑے دیں گے۔ صاف ہوگی مہاراج تیری سہانہ کرنے کو تیار ہیں، ایک سچ سیوک کی طرح اگر تو نے مہاراج کے چرن چھو کر ٹانگ لی تو پھر تو بلوان بن جائے گا۔ حیرے لئے کیل کی ایک راستہ ہے۔ میں اب جا رہی ہوں پر تو اتنا یاد رکھ کہ اگر تو نے مہاراج کی آگیا کا پالنہ کرنے سے منہ موڑا تو پھر یوگی مہاراج تجھے جادو دیکھ کر دیں گے۔“

اپنا جملہ مکمل کر کے فیمر نے جو اس وقت سرتا کے روپ میں تھی، مجھے لال لال آنکھوں سے گھورا پھر اس دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگی جو فیمر کے کمرے میں کھلا تھا، میں بت بنا سب کچھ دیکھتا رہا، میری نبض کی رفتار مدھم پڑتی جا رہی تھی، میرا جسم پیسٹ سے شرابور ہو رہا تھا، میری خوفزدہ نظریں فیمر پر جمی ہوئی تھیں، جو آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے ایک بار پھر گھوم کر میری طرف دیکھا پھر کمرے میں داخل ہو گئی۔

مجھ پر سکھ کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں فیمر کے دروازے پر نظریں جمائے اپنے دل کی دھڑکنوں کو محسوس رہا تھا۔ کئی لمحے بیت گئے۔ پھر یکجہت میں مشقی انداز میں آہستہ سے اٹھا اور بچوں کے مل فیمر کے کمرے کے کھلے دروازے کی سمت بڑھنے لگا، میں اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے بے چین تھا کہ وہ لڑکی کون تھی؟ فیمر یا سرتا۔۔۔۔۔۔!!

میں نے فیہ کے کمرے کے قریب پہنچ کر اندر جھانکا تو میری آنکھیں حیرت سے پٹی کی پٹی رہ گئیں۔ لائین کی مردم روشنی کے باوجود میں فیہ کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ سامنے دیوار پر بنے ہوئے طاق میں جہاں عام طور پر متقی چیزیں رکھی ہوتی تھیں مجھے کسی دیوی کی پتھر کی بنی ہوئی مورلی نظر آ رہی تھی اور فیہ اس مورلی کے آگے ہاتھ پاتھ کھڑی تھی۔ اس کا انداز چاروںوں جیسا تھا۔ تقریباً دس منٹ تک فیہ پتھر کی مورلی کے سامنے کھڑی عقیدت سے بار بار اپنا سر جھکاتی رہی اس کے بعد اس نے مورلی کو طاق سے اٹھا کر اپنے صندوق میں رکھا پھر بستر پر لیٹ گئی۔

میں عجیب کیفیتوں سے دوچار رہا، میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسی وقت جا کر فیہ سے پوچھوں کہ آخر یہ سب کچھ کیا پکڑ ہے؟ لیکن نہ جانے کیوں مجھے فیہ کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ میں واپس اپنے بستر پر آ گیا۔ جو پر اسرار ہانچیں میں نے دیکھی تھیں انھوں نے مجھے اس قدر خوفزدہ کر دیا تھا کہ میں اس رات ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سو سکا۔ میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر رہے تھے، میں سوچ رہا تھا۔

آخر پر اسرار یوگی اچانک میرے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گیا؟
شیام لال کون تھا؟ وہ میری نگاہوں کے سامنے سے اچانک کس طرح اوجھل ہو گیا؟
سرجا کا کیا پکڑ ہے؟

کیا سرجا اور فیہ ایک ہی شخصیت کے دو مختلف اور متضاد روپ ہیں؟
ہین مرزا کی ملازمت ختم کرنے سے یوگی کا اصل مقصد کیا ہے؟

اور

مہان یوگی مہاراج مجھے کس لئے اپنے سامنے بٹھکے پر مجبور کر رہا ہے؟

تمام رات میرا ذہن الجھتا رہا حتیٰ کہ صبح ہو گئی، میں جاگ رہا تھا لیکن رضائی کے اندر نہ کچھ پڑا تھا، میں دیکھتا چاہتا تھا کہ فیہ آج مجھ سے کس طرح پیش آئی ہے میں نے اٹے کر لیا تھا کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی نکلے میں فیہ کو کھیلنے اور اصل وجہ جاننے کی کوشش ضرور کروں گا، میرے پاس ایک محسوس ثبوت دیوی کی مورلی تھی جسے میں نے خود اپنی آنکھوں سے

فیہ کو صندوق میں چھپاتے دیکھا تھا۔!-----!

میں رضائی میں نہ کچھ باہر کی سن سگن لیتا رہا، کچھ دیر بعد ہین مرزا کی آواز میرے کانوں میں گونجی، وہ فیہ سے پوچھ رہے تھے۔

”کیا شیر رات دیر سے سویا تھا جو اب تک نہیں جاگا؟“

”میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی ابا حضور۔“ فیہ اپنی اصلی آواز میں بولی ”اگر آپ کہیں تو جگاؤں؟“

”نہیں! سوئے دو میں اب کلام پر جا رہا ہوں۔“

ہین مرزا کے قدموں کی آواز دور ہوتی گئی، پھر مجھے بیرونی دروازے کی کڑی کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں سنائی دیں اس کے بعد فیہ میرے قریب آئی، میں نے اس کے قدموں کی آہٹ کو پلنگ کے قریب تک محسوس کیا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں جڑ ہونے لگیں، چند لمبے خاموشی سے گزر گئے پھر فیہ نے مجھے آہستہ سے آواز دی۔

”شیر!----- شیر! انھو۔ دن نکل آیا ہے۔“

میں بدستور دم سادھے پڑا رہا۔ فیہ نے مجھے دو ایک بار آواز دی پھر میرا باند تھام کر پلنگ سے بلایا تو میں کھنسا کر اٹھ بیٹھا۔ فیہ کو باور کرانے کے لئے کہ میں حیرت منور رہا تھا، میں نے پلنگیں جھپکائیں پھر ایک لمبی جہانی ٹیکر کھل۔ ”صبح بخیر فیہ!“

”جیتے رہو۔ خوش رہو۔“ فیہ نے بڑی شہر شکر آہٹ اپنے خوبصورت لبوں پر نکھیرتے ہوئے معصومیت سے کہا۔ ”کب تک آرام کرنے کا ارادہ ہے حضور کا ابا حضور کلام پر جا چکے ہیں اور تم ابھی تک لمبی تانے سو رہے ہو۔“

”رات مجھے نیند نہیں آئی تھی اس لئے دیر تک سو رہا۔“ میں نے فیہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ میرا خیال تھا کہ جو کچھ رات ہوا ہے اس کے پیش نظر فیہ ضرور چونکے گی لیکن اس کے چہرے پر مطلق کوئی تاثرات نہیں ابھرے۔ شرارت بھرے لہجہ میں بولی۔

”کیا بات ہے؟ یہ آجکل ہمیں رات کو نیند کیوں نہیں آتی۔“

میں مسکراتا ہوا اٹھا اور فیہ کو متقی خیز نظروں سے دیکھا ہوا غسل خانے کی طرف چلا گیا۔ فیہ اسی شرح انداز سے مجھے گھورتی ہوئی باورپی غسل خانے کی جانب چلی گئی! میں جتنی دیر غسل خانے میں رہا میرا ذہن فیہ کی شخصیت میں الجھا رہا۔ ایک دل کٹا کہ فیہ ایسی نہیں جیسی تم سمجھ رہے ہو لیکن دوسرا دل کٹا کہ فیہ بھی ایک حسین فریب ہے اس کی

قصیت پر اسرار اہمیت کی حامل ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ رات کو فیہ سے سرٹ کیسے بن سکتی تھی؟ اس نے سلطان ہوتے ہوئے کسی دیوی کی پتھر کی مورق کے سامنے سرکیں جھکایا تھا؟ مورق کو اپنے صندوق میں چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟
حسل خانے سے نکل کر میں کمرے میں گیا تو فیہ میرا ہاتھ تیار کر چکی تھی مجھے دیکھ کر بڑی اپنائیت سے بولی۔

”آپکی وجہ سے آج میں نے بھی ابھی تک ہاتھ نہیں کیا۔“
”کیا رات جیسے بھی غیہ نہیں آئی تھی؟“ میں نے ہاتھ شروع کرتے ہوئے دہی زبان میں کہا۔

”جی نہیں۔ میں آپ کی طرح رات رات بھر خیالی پاؤ پکانے کی عادی نہیں ہوں۔“
مجھے ایک بار پھر تعجب ہوا۔ فیہ کا چہرہ کسی قسم کے جذبات کی ترجمانی سے نکھر عاری تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی معصوم لگ رہی تھی۔ ہاتھ کے دوران میں اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر خاص طور پر فیہ کے بستر پر آکر نیم دراز ہو گیا اور چہرے پر ایسے آثار طاری کر لئے جن سے فیہ کو تشویش ہونی لازمی تھی۔ ہاتھ کے برتن رکھ کر جب وہ واپس آئی اور مجھے اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا دیکھا تو سنجیدگی سے بولی۔
”شیر۔۔۔۔۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم آج کل کچھ پریٹن پریٹن رہتے ہو۔ کوئی خاص وجہ؟“

”وجہ تو ہر بات کی ہوتی ہے فیہ۔ لیکن ابھی تک میں خود اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یا محسوس کر رہا ہوں اسے زبان تک لاؤں یا خاموش رہوں۔“

”میں سمجھتی نہیں شیر۔۔۔۔۔“ فیہ نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔
”کیا جیسے میری کوئی بات بری لگی ہے؟ یا پھر ایسا حضور نے تمہاری کوئی دل شکنی کی ہے۔ اگر میری کوئی بات گراں گزری ہے تو میں صاف سامنے کو تیار ہوں۔“

فیہ نے جس صاف گوئی اور غلوں دل سے وہ بات کہی اس نے مجھے اور الجھا دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ رات والے حیرت انگیز واقعے کی تصدیق کس طرح کروں؟ کچھ توقف کے بعد مجھے یقین ایک ترکیب سوجھ گئی۔ میں نے فیہ سے کہا۔

”مرا اپنے صندوق میں تو دیکھنا“ میری ایک قیص دو روز سے نظر نہیں آ رہی۔“
”ہات مت ہلو شیر!“ فیہ سنجیدہ ہو گئی۔ ”نہیں مجھے بتانا ہو گا کہ تم کیا دیکھ اور

محسوس کر رہے ہو“ اگر بات ایسا حضور کی ہے تو جیسے اس کی سزا مجھے نہیں دینی چاہئے لیکن اگر میرا قصور ہے تو مجھے ضرور بتاؤ میں کو شش کروں گی کہ تمہارا دل کم از کم میری طرف سے صاف ہو جائے۔“

فیہ کے جواب نے ایک بار پھر مجھے الجھن میں ڈال دیا۔ میں اس کی باتوں میں کسی قسم کا تسلیع یا بناوٹ نہیں محسوس کر رہا تھا۔ لیکن جو کچھ میں اپنی نظروں سے دیکھ چکا تھا وہ بھی درست تھا۔ فیہ کو پچھاننے میں میری نظرس کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں کچھ دیر تک میں نے حالات پر غور کیا پھر ایک آخری فیصلہ کر کے سنجیدگی سے بولا۔

”فیہ۔۔۔۔۔ نہ تو مجھے تم سے کوئی شکایت ہے اور نہ ہی مرزا صاحب نے کوئی ایسی بات کی ہے جس سے میری دل شکنی ہو البتہ کچھ پراسرار واقعات ایسے ضرور رونما ہو رہے ہیں جنہوں نے مجھے بری طرح الجھا دیا ہے۔“

”کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ واقعات کس نوعیت کے ہیں؟“ فیہ بدستور سنجیدگی اختیار کئے ہوئے بولی۔

”پہلے تم میرے کچھ سوالوں کا جواب دو پھر میں جیسے تفصیلات سے آگاہ کروں گا لیکن اس شرط پر کہ تم ان باتوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھو گی۔ مرزا صاحب سے بھی کوئی تذکر نہیں کرو گی۔“

فیہ نے صدق دل سے وعدہ کر لیا تو میں نے پوچھا ”کیا تم سرٹ نامی کسی لڑکی سے واقف ہو؟“

”سرٹ۔۔۔۔۔“ فیہ نے حیرت سے جواب دیا۔ ”یہ نام آج میں پہلی بار تمہاری زبان سے سن رہی ہوں۔“

”کیا کل رات تم کسی وقت اپنے کمرے سے باہر نکلی تھیں؟“ میں نے دوسرا سوال کیا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ کیوں؟“ فیہ نے چپکے جھپکاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار عیاں تھے ”تالبا“ میری بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

”اب میں تم سے ایک اور سوال دریافت کروں گا۔“ میں نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”کیا اس مکان میں کبھی تم نے کسی دیوی یا دیوتا کی پتھر کی مورق دیکھی ہے؟“

”کیسی دیوتاؤں کی باتیں کر رہے ہو شیر!“ فیہ نے تیزی سے جواب دیا۔ ”کسی سلطان کے گھر میں بھلا پتھر کی دیوی دیوتاؤں کی مورق کا کیا کام؟“

”نیہہ۔۔۔۔۔“ میں نے اس کے چہرے پر نظریں پٹاتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گی کہ میں تمہارے صندوق میں رکھی ہوئی اشیاء کو ایک نظر دیکھ سکوں؟“

نہیہ میرا جواب سن کر تھلا اٹھی، ایک تانے تک مجھے وضاحت طلب نظموں سے گھورتی رہی پھر تدرے غصہ سے اٹھی اور بولی۔

”شہیر۔ کیا تم میری ذات پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہو؟“

”مجھے غلامت سمجھو لیرہ!“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں جانتا ہوں کہ یہ سب کس کی شرارت ہے لیکن کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں قبل از وقت نہیں بتا سکتا۔“

نیمہ جو بدستور مجھے مجلے ہوئے تیروں سے گھور رہی تھی، میری بات سن کر آگے بڑھی چٹک کے نیچے سے صندوق نکالا اور ایک جھٹکے سے اسے کھول دیا مگر دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح چونکی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ میری نظرس چٹری اس موڑتی پر جہی تھیں جسے رات میں نے طاق پر دیکھا تھا، وہی موڑتی نیمہ کے صندوق میں موجود تھی، میں نے سبکیوں سے نیمہ کو دیکھا۔ اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا۔ وہ خوفزدہ نظروں سے موڑتی کو دیکھ رہی تھی یوں جیسے اس پر سکتے کی حالت طاری ہو۔ پھر وہ یکت مشقی انداز میں چلی اور میرے قہب آکر سے ہوئے انداز میں بولی۔

”شیر خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟ یہ بھڑکی مورلی میرے صندوق میں کیسے آگئی؟“

نیرہ کی حالت اس وقت قابل دید تھی، خوف اور دہشت کے مارے اس کا برا حال تھا، میں نے اسے تسلی دی باہر صحن میں لیجا کر پانی پلایا، جب اس کی حالت سنبھل تو میں نے حسب وعدہ اسے شروع سے لے کر آخر تک کے تمام واقعات تفصیل سے سنا دیئے، نیرہ پھٹی پھٹی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی، جب میں اپنی داستان سنا چکا تو بولی۔

ہشیر۔۔۔۔۔! میری ماں تو تم کسی بزرگ سے ملو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے اسرار
یوگی تمہیں کسی غلط چکر میں پھنسا دے۔"

”میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہے لیکن مترا میرے لئے نیا شر ہے، مجھے کسی بزرگ کا پتہ نہیں معلوم، بہر حال جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ تم اپنی ذات تک ہی محدود رکھنا، اگر مرزا صاحب کو حالات کا علم ہوا تو وہ اور پریشان ہوں گے۔“

”اس سوہنی کا کیا ہے گ۔“ نعیم نے کہا۔ ”خدا کے لئے شہید تم اسے کہیں لجا کر دین

کر آؤ۔ نہ جانے ہمارے اور تمہارے اوپر کیا آفت آنے والی ہے۔“
 ”گھبراؤ نہیں نیوہ۔“ میں نے نیوہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”خدا پر بھروسہ رکھو وہ جو
 کچھ کرے گا ہماری بہتری کے لئے کرے گا۔“

دوبی کی موتی کا فیہ کے صندوق سے برآمد ہوا اس بات کی دلیل تھی کہ جو کچھ میں نے دلت اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ خواہ نہیں حقیقت تھی، لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ فیہ اچانک سرے کیسے بن گئی۔ کچھ دیر تک میں فیہ کے ساتھ باہر صحن میں کھڑا بائیں کرتا رہا پھر اس خیال سے دوبارہ کمرے میں چلا گیا کہ اس پتھر کی موتی کو صندوق سے ہٹا کر باہر کہیں میدان میں دفن کر آؤں لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے موتی کو عائب پایا۔ گجراہٹ میں 'میں نے کمرے کی ایک ایک چیز الٹ کر رکھی دی لیکن موتی کا کوئی سراغ نہ ملا، فیہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی بری طرح بوکھلا گئی۔ میری عقل دنگ تھی کہ یہ پر اسرار اور ناقابل یقین واقعات کیونکر اور کس لئے رونما ہو رہے ہیں، بچپن میں 'میں نے اپنے والدین کی زبانی جاوہر نے اور سلفی علوم کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن اس وقت میں یہی سوچتا تھا کہ وہ باتیں مجھے ڈرانے کے لئے کی جاتی تھیں، ذائقہ طور پر جب میں ویسے حالات سے دوچار ہوا تو میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، فیہ الگ پریشان تھی۔

ابھی ہم موتی کی پراسرار گم شدگی کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ دروازے پر کسی نے دستک دی، میں دوسرے کمرے کی طرف لپکا تو تیسرے خنجر لہجے میں بولی۔

"اللہ رحم کرے۔۔۔۔۔ شہر۔! میرا دل جیسے ڈوبا جا رہا ہے۔"

”ہمت سے کام لو نیرہ۔“ میں نے اسے سمجھایا پھر دوسرے کمرے میں آ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے کنڈی کھولی اور باہر نکلا تو میرے رہے سے اوسان بھی خلا ہو گئے۔ چار آدمی باہر کھڑے ہوئے تاکئے سے شہین مرزا کو اتار رہے تھے جو خون میں مری طرح لبو لہان تھے۔ میں پلک کر آگے بڑھا اور دھڑکتے ہوئے دل سے دوسرے آدمیوں کی مدد سے شہین مرزا کو اندر لے آیا، لیکن کی حالت خطرناک نظر آ رہی تھی، پیشانی اور منہ سے خون یوں رس رہا تھا جیسے اندرونی طور پر کوئی شدید چوٹ آئی ہو۔ فیصلہ نے جو دوسرے کمرے میں تھی، جب مرزا صاحب کو خون میں لٹ پت دیکھا تو پر دے کا خیال کئے بغیر دیوانوں کی طرح بھاگ کر آئی اور باپ سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگی، میں نے باقی آدمیوں کو باہر نکالا اور صورت حال دریافت کرنے کی خاطر خود بھی باہر چلا گیا، ایک اوجھڑ

کی سوگند کھا کر اس بات کا دھن دتا ہو گا کہ تو کبھی میرے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا، جو میں کبھی گا دی کرے گا۔

یوگی نے میری دھمکتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا تھا، میں اس وقت اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا، مجھے وہ دقت یاد آگیا جب میری آنکھوں نے اپنی بہن کو برہنہ حالت میں دیکھا تھا، اپنے باپ اور ماں کی لاشوں کو بے گور و گفن چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ مجھے وہ لمحہ بھی یاد آگیا جب میں نے آخری بار اپنی بہن کی قبر پر فاتحہ پڑھی تھی اور دل میں اس بات کا امد کیا تھا کہ اگر کبھی حالات سازگار ہوئے تو میں اپنے دشمنوں سے اس کا انتقام ضرور لوں گا۔

میرا ذہن الجھ رہا تھا، مرزا صاحب کی ملازمت کا جانا، ان کی موت اور پھر فیصلہ کی تیاری اور فاسقے۔ یہ سارے واقعات مجھے پریشان کر رہے تھے، میں نے کچھ سوچ کر یوگی کی سمت دیکھا اور بولا۔

”اگر میں تمہارا سیوک بنے اور تمہارے چرن چھونے سے انکار کر دوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”تجھے بچھتا پڑے گا۔“ یوگی نے غصہ سے جواب دیا۔ ”تیری من پسند ناری دنیا سے روٹھ جائے گی، تو بنوکوں مرے گا، میں تجھے ایسا کٹھ روں گا کہ دھرتی کا سینہ بھی قہرا جائے گا۔“

”میں سب کچھ ماننے کو تیار ہوں یوگی جی، لیکن ایک شرط میری بھی ہے“ میں نے حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تم مجھ سے کوئی ایسا کام نہیں لو گے جو میرے مذہب اور میرے ایمان پر اثر انداز ہو۔“

”بالک۔۔۔۔۔۔! تو مجھ سے سودا بازی کر رہا ہے۔ سو رکھ! کیا تو نے میری ہفتی کے سارے تماشے بھلا دیئے، کچھ اور چھپکار دکھاؤں تجھے؟“

”تم جو چاہو کر سکتے ہو، لیکن میں اپنے مذہب اور ایمان سے کبھی نہیں پھر سکتا؟“ میں نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

پر اسرار یوگی ایک لمبے کے لئے آگ بکولا ہو گیا، اس کی سرخ آنکھوں سے مجھے شعلے پھونکنے محسوس ہو رہے تھے، وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے مجھے کچا جانا جائے گا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہی، جلد ہی وہ خود پر قابو پا کر بولا۔

”مجھے تیری شرط منظور ہے، پر تو سے بدلتے دیر نہیں لگتی۔۔۔۔۔۔! تو نے ابھی

دھرتی کی سندرتاؤں کو قہیب سے نہیں دیکھا، دھن دولت اور ثاروں کے چکر نے تو بڑے بڑے سورماؤں کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔“

”یوگی سماراج۔ ہو سکتا ہے تم ٹھیک کر رہے ہو لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔“

یوگی میرا جواب سن کر معنی خیز انداز میں مسکرایا، اس کی مسکراہٹ بڑی مکروہ تھی لیکن میں نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا۔ ذاتی طور پر میں نے حالات سے سمجھوتہ ضرور کیا تھا لیکن یہ میرا اٹل فیصلہ تھا کہ میں زندگی میں کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جو مجھے میرے مذہب سے بھٹکا دے۔ اس وقت میں نے یہی فیصلہ کیا تھا لیکن آج جب میں اپنے ہر اسرار ماضی کی سمت نگاہ ڈالتا ہوں تو میری آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں، مجھے اپنا دم سینے میں گھٹنا محسوس ہوتا ہے، سر تا پا لرز جاتا ہوں، اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگتا ہوں، سوچتا ہوں کہ انسان اپنی خواہشات کے آگے کتنی جلدی ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ ہر حال ان واقعات کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ فی الحال میں اس داستان کے تسلسل میں غلط ڈالنا نہیں چاہتا۔

یوگی چند لمحوں تک مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھتا رہا، پھر یکھٹ سنجیدہ ہو کر بولا۔

”شیر۔ تم نے مجھے دھن دیا ہے کہ جو میری آگیا ہو گی تم اس کا پالنہ اوش کرو گے اور خود کو میرا سیوک سمجھو گے۔“

”ہاں۔ لیکن اس وقت تک جب تک تم میری شرط کا خیال رکھو گے۔“ میں نے نفوس آواز میں جواب دیا۔

”ایک بات کا دھیان اور رکھنا۔“ یوگی میری بات کو نفیر انداز کرتے ہوئے بولا۔ ”میری طرف سے کبھی تمہارے من میں کھوٹ نہیں آنا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو تمہیں سارا جیون بچھتا ہوا گا۔“

”میں اس کا وعدہ کر چکا ہوں مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مجھے تمہارے لئے کیا کرنا ہو گا۔“

یوگی میرا جواب سن کر ایک بار پھر مسکرا رہا، چند ساعت تک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بزرگ بچے کی کسی غلطی پر اسے سرزنش کرنے کے بارے میں غور کر رہا ہو، پھر نہیں کر بولا۔

”تم۔۔۔۔۔۔ اور میرے لئے کچھ کر سکو گے؟ ابھی سے کا انتظار کرو بالک اور گرو اور پیلے کا فرق سمجھنے کی کوشش کرو، سے تمہیں خود بتا دیا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں

کے ہزاروں روپ ہیں بالک، پرنس سیک وی ہے جو اپنے دھرم کے انوسار اپنے پرمیٹور کی پوجا پاٹ اور عبارت میں پورے دھیان گیان سے کام لے، اپنا جیون تیاگ دے لیکن اس دھرمی پر ایسے منٹش بہت کم ہیں جو اپنے من کو مارنے کی فطرت رکھتے ہوں، یہ دھرمی ایک گوروک دھندا ہے یہاں منٹش کا ثابت قدم رہنا بڑا مشکل ہے، دھن دولت کی ہلک دمک لے تو بڑے بڑے دھرماتلوں کے قدم ڈالوں ڈول کر دیتے ہیں، مندر تا میں بڑی کشش ہے بالک!

”تم ٹھیک کہتے ہو یوگی مہاراج لیکن وقت انسان کو ہر سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔“
 میں نے یوگی کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا پھر کچھ دیر تک اس مسئلے پر گفتگو کرنے کے
 بعد کہا۔ ”مہاراج۔ کیا میں اپنے دشمنوں سے اپنا بدل لے سکوں گا۔۔۔۔۔؟ کیا میں
 اپنے والدین اور اپنی بہن کی رگوں کو تسکین پہنچا سکوں گا؟“

”دعوت سے کام لو بالکل۔ گنہگار ہو لو مٹی بھی سونا بن سکتی ہے پر عوام کے لئے بھی انسان کو جو بے پاپ بنانا پڑے ہیں۔ تم ابھی نیر کی دیکھ بھال کرو‘ شام لال تھلے ساتھ ہے‘ دیوی دیوتاؤں کی کیا سے تمہاری آستائیں اوش پوری ہوں گی۔ جاؤ سدھارو۔“

میں شام لال کے ہمراہ گھر کی طرف چل دیا‘ یوگی کی اس وقت کی باتوں نے مجھے ایک طرح کا سکون بھی دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک الجھن میں بھی ڈال دیا تھا‘ اس نے مجھے عیش کرنے کی دعا دی تھی۔ اپنے ایک سیوک کو میری خدمت پر مامور کر دیا تھا مگر کیوں؟ کیا وہ مجھے صرف خوش دیکھنے کی خاطر میرے پیچھے لگا تھا؟ کیا اس نے محض میری مسرتوں کی خاطر شبن مرزا کی گلی بندھی ملازمت چھڑا دی تھی اور بعد ازاں انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا؟ کیا اسے میری خوشیاں اس قدر عزیز تھیں کہ اس نے نیر کو بستر مرگ تک پہنچا دیا؟ مجھے اپنے سامنے جھکے پر مجبور کر دیا‘ میری مجبور ہوں‘ میری بے بسی اور میری غمت کا مذاق اڑایا اور آخر میں مجھے خوش رہنے کی دعا دی تھی!!

میرا دل پر اسرار ہوگی کی باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا، یقیناً اسے مجھ سے کوئی اہم کام ہو گا جو اس نے مجھے اپنا دستِ محرم بننے پر مجبور کیا ورنہ بلا کسی مقصد کے اسے میرا بیچا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور ایسی صورت میں جبکہ میں مسلمان تھا، خدا اور رسول کا نام لیا، اور وہ ہندو مذہب کا پیروکار تھا، پتھر کے بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والا۔ لیکن ان باتوں کے باوجود میں ہوگی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہو گیا، میں ایسا کرنے پر مجبور تھا، کل کیا ہونے والا ہے اس کے بارے میں، میں نے جتنا غور کیا میرا ذہن الجھتا گیا۔

اپنی سوچوں میں کم میں گھر کی طرف نیز حیرت دم افشا رہا تھا۔ شیام لال میرے ساتھ ساتھ تھا، گھر قریب آیا تو میں کچھ سوچ کر رک گیا، میں نے شیام لال سے پہلی بار مخاطب ہو کر پوچھا۔

"شیام لال----- کیا فیصلہ اپنی کموائی ہوئی صحت دوبارہ پالنے کی؟"
 "میرے دوست جب ملتان یوگی ہمارا راج کی کرپا تمہارے ساتھ ہے تو ہمیں کسی بات پر زراش نہیں ہونا چاہئے۔" شیام لال نے با ادب کہا۔ "تم گھر چلو میں ڈاکٹر کو پلک جھپکتے میں لٹکر آتا ہوں۔"
 "یقین میرے پاس -----"

میں ابھی اپنا جملہ مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ شام لال نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا جس میں نوٹوں کی گڈی موجود تھی۔ میں ایک ہاتھ کے لئے جھکنا پھر میں نے نوٹوں کی گڈی اپنی مٹھی میں دبا لی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے نوٹوں کی اس بے جان گڈی نے میرے جسم میں ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی ہو۔ میں اپنے خون میں اب حرارت محسوس کر رہا تھا۔ شام لال جانے کے لئے چلتا تو میں نے اسے روک کر کہا۔

”شام لال۔ نیمرہ تمہارے لئے ناعرم ہے اور تم میری اجازت کے بغیر اندر نہیں آؤ گے۔“

”جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا میرے دوست۔“ شیم لال برا ماننے کے بجائے مسکراتا ہوا چلا گیا۔

میں جوتیز قدم اٹھانا گھبریں داخل ہوا تو فیروز میری ہنکرتھی۔ اس کا چہرہ ابھی تک بخار کی شدت سے چم رہا تھا۔ میں نے لوٹوں کی گڈی اس کی طرف پھساکر ایک بار پھر جھوٹ بولنے ہوئے کہا۔

”یہ لو۔ اسے سنبھال کر رکھو۔ جس سینہ نے مجھے ملازم رکھا ہے، میں اس سے ایک لاکھ کی جنگی محضو لے آتا ہوں۔“

”یہ رقم تو بہت ساری ہے شہید“ غیبہ نے لونوں پر ایک نظر ڈال کر مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہیں ہمارا اتنی ہی رقم ملا کر کی؟“

"ہاں فیروز۔۔۔۔۔۔ میں نے فیروز کو پیار سے دلا کر دیتے ہوئے کہا کہ مکتوبات جب دینے پر آئی ہے تو دونوں ہاتھوں سے دیتی ہے۔ اب ہمارے بڑے دن بیت چکے ہیں فیروز، اب ہم بیٹھ مکہ اور یمن سے رہیں گے، اب ہمیں کوئی طاقت مجھ سے دور نہیں کر

تمہاری بہن کی قبر کھدائی تو ہانگے خاں کا جھوٹ کھل گیا۔ فرید الدین نے ہانگے خاں سے تمہارا پتہ دریافت کیا لیکن اس نے اپنی زبان بند رکھی چنانچہ فرید الدین کے حکم سے ہانگے خاں کو قتل کرا کے اسی قبر میں دفن دیا گیا جس میں تمہاری بہن دفن تھی۔ فرید الدین کی میاشیاں اسی طرح جاری ہیں جیسے پہلے تھیں۔

مجھے شیام لال کی زبانی حالات کا علم ہوا تو میرا خون کھول اٹھا۔ یہ تصور مجھے دیوانہ بنائے دے رہا تھا کہ میرے کے بعد بھی فرید الدین نے میری بے قصور بہن کی بے حرمتی کی اور ہانگے خاں کو بھی اس کی قبر میں دفن کرا دیا جسے کی شدت سے میں لرز رہا تھا۔ انتقام کی آگ مجھے پھونگے ڈال رہی تھی۔ میں نے شیام لال سے کہا۔

”شیام لال! میں فرید الدین سے اپنی بہن کا انتقام لینا چاہتا ہوں، تم اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہو۔“

”جو تم چاہو گے وہی ہو گا میرے دوست! اگر تم حکم دو تو میں اسی سے اس راکھ کش کو لا کر تمہارے چروں میں ڈال دوں اور اگر کو تو اسے زندہ میں جھونک دوں جو تمہاری آگیا ہو۔“

”میں چاہتا ہوں کہ اس ذلیل انسان کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کروں، اسے اتنی اذیتاں سزا دوں کہ اس کی مدح بھی لرز اٹھے۔“ میں نے دانت پیٹتے ہوئے جسے کی حالت میں کہا۔

”میں ہر سیوا کیلئے تیار ہوں میرے دوست۔“ شیام لال نے مجھ کی سے کہا پھر بولا۔

”تم آج رات کو میرے ساتھ چلو، میں تمہیں فرید الدین کے اس کھو خاص تک پہنچا دوں گا جہاں وہ پاپ کے ٹانگہ کھیتا ہے، آگے تمہاری مرضی۔“

میں نے شیام لال کی تجویز سے انکار نہیں کیا، رات آنے کا انتظار کرنے میں مجھے جس کرب اور اذیت تک ابھرن کا سامنا کرنا پڑا وہ میرا دل ہی بہتر جانتا ہے۔ میں لیجر کو اپنی روانگی کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا چاہتا تھا چنانچہ اس کے سامنے میں نے خود کو لئے دینے رکھا اور رات کو جب وہ سو گئی تو میں خاموشی سے اٹھ کر مکان سے باہر آگیا۔ شیام لال میرا ہتھ رکھا۔ میں اس کے ساتھ تاریکی میں آگے قدم بڑھانے لگا، کچھ دیر تک شیام لال میرے ساتھ رہا پھر ایک سنگین مقام پر رک کر بولا۔

”میرے دوست اب تم اپنی آنکھیں بند کر لو اور ایک بچے سیوک کی طرح اپنے من میں صلیب یوگی مہاراج کا شہ نام لیکر قدم آگے بڑھاؤ، دیوی دیوتوں کی کپا سے تمہارے

راستے کی تمام گھٹائیاں دور ہو جائیں گی۔“

میں نے شیام لال کو گھور کر دیکھا، ایک لمحے کو میرے دل نے سوچا کہ میں شیام لال کی ہدایت پر عمل کرنے سے انکار کر دوں لیکن دوسرے ہی لمحے جب مجھے اپنی بہن کا خیال آیا تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ شیام لال کی ہدایت پر آنکھیں بند کیں اور یوگی مہاراج کا تصور ذہن میں بنائے قدم اٹھانے لگا۔ مجھے اس وقت کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا ہر چند کہ میرے قدم زمین سے لگ رہے تھے لیکن مجھے اپنا توازن سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے گہرا کر آنکھیں کھولی چاہیں لیکن میرے پونے جیسے آپس میں جکڑ چکے تھے مجھے ابھرن ہونے لگی، میں اسی کیفیت سے دوچار قدم آگے بڑھتا رہا متعدد بار میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، میری پریشانی بڑھ رہی تھی کہ شیام لال کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی۔

”آپ آنکھیں کھول لو میرے دوست، تمہاری منزل آچکی ہے۔“

میں نے شیام لال کی آواز سن کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی مگر آنکھ کھولنے ہی مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، مجھے ابھی طرح یاد ہے کہ آنکھیں بند کئے مجھے یہ مشکل دس منٹ گزرے تھے لیکن دوبارہ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو خود کو فرید الدین کی مشرت گاہ میں پایا جہاں وہ شیطان صفت انسان ایک خواہصورت لڑکی کو اپنی دروغی کا نشانہ بنانے میں اس قدر محو تھا کہ اسے میرے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ لڑکی بار بار ہاتھ جوڑ کر اسے اس کے ناپاک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن فرید الدین پر اسکی اچھا کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے یہ سوچتے بغیر کہ دس منٹ کے اندر میں نے طویل سفر کیسے طے کر لیا؟ جسے میں لرزتے ہوئے فرید الدین کو چمک کر لکھارا

”رہیل۔ کہئے۔ چھوڑ دے اس مسموم کہ۔“

فرید الدین میری گواہ سن کر اچھل پڑا۔ چند ثانیے تک مجھے حیرت سے گھورتا رہا، پھر پھرے ہوئے لہجہ میں بولا۔

”تم۔۔۔۔۔! بڑے وقت پر آئے ہو شیر! مجھے ایک جرے سے تمہاری تلاش تھی۔“

لڑکی فرید الدین کے ہتھ ہی ہڈیانی انداز میں چلاتی ہوئی لمبھتھ حمل خانے میں گئی اور اندر سے دواخانہ بند کر لیا، کمرے میں اب صرف میں اور فرید الدین باقی رہ گئے تھے، شیام

لال میرے قریب ہی کھڑا تھا لیکن میں اس کا اشارہ اس لئے نہیں کر رہا تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ فرید الدین کو نظر نہیں آ رہا ہو گا۔

”غریب الدین —————“ میں اپنا لچلا ہونٹ غصہ سے چباتے ہوئے بولا۔ ”حکم نے آج تک مجھ پر اور میرے خاندان والوں پر جو ظلم کیا ہے آج میں اس کا بدلہ چکانے کی غرض سے آیا ہوں۔“

"تم----- اور مجھ سے انتقام لینے آئے ہو؟" فرید الدین نے ایک ٹپک شگاف
تعمد بلند کرتے ہوئے کہا پھر اچانک سنجیدہ ہو کر بولا۔ "حمیدی! جن کی قبر میں ابھی اتنی
مکناش باقی ہے کہ میں تجھے بھی اس میں دفن کر سکوں۔"

مجھے فرید الدین کا جواب سن کر ایسا لگا جیسے کسی نے پھلتا ہوا سیب میرے کانوں میں ایزیل دیا ہو، میری قوت برداشت جواب دے گئی، میں بڑے خطرناک ارادے سے آگے بڑھا لیکن شام لال نے میرا ہاتھ تمام کر ایک جھلکے سے روکا اور کہا۔

”میرے دوست۔ تم اس پالی سے مت گھبراؤ جب تک میں یہاں موجود ہوں یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، جلد بازی سے کام نہ لو اگر تم نے اسے مار دیا تو تمہارا انتقام ادھورا رہ جائے گا، تمہارے ہرے کی آگ یوں سرو نہیں پڑے گی۔“ شیام لال اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ”اس پالی کی بہن جران ہے۔ میری ماں تو تم اس کی موجودگی میں اس کی بہن کو روع ڈالو، مجھے دشواس سے کہ تمہاری بہن کی آتما کو چین مل جائے گا۔“

فصیح کی شدت نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوت کو سلب کر دیا تھا، میں طیش میں اندھا ہو رہا تھا، مجھے وہ منکریاد آگیا، جب میں بے بس تھا اور میری بہن کی برونہ لاش میرے سامنے موجود تھی، اس وقت میں فرید الدین سے انتقام لینے کے قابل نہیں تھا، مجھے بے دست و پا کر کے ڈال دیا گیا تھا لیکن آج -----! میری آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، میں نے شیاام لال کی تجویز کو رد نہیں کیا، شیاام لال نے مجھے رضا مند پایا تو جلدی سے

”تم میں ٹھہر میرے دوست“ اس راکشش سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، میری
حق نے اسے ہانڈہ دیا ہے، جب تک تم نہ جاؤ گے یہ اپنی جگہ سے مل بھی نہیں سکے
گا۔“

شیام لال اتا کہہ کر حمزی سے باہر چلا گیا، میں فرید الدین کو غصہناک نظروں سے
مگھورے کا جہانی جگہ کھڑا مجھے بڑی غوغا، نظروں سے دیکھ رہا تھا، مجھے کے ساتھ ساتھ

اس کے چہرے سے کرب کے آثارات بھی عیاں تھے، میں نے سرو لیجے میں کہا۔
 ”فہم الدین۔ ایک روز تم نے مجھے بے بس کو کے میری غیرت کی دھجیاں اڑائی
 تھیں، آج میں تمہاری نظموں کے سامنے تمہاری عزت کے ہر ٹپے اڑاؤں گا۔“

”میں تجھے بیوی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔ حرام زادے۔“ فرید الدین مطلق کے بل جیٹا لیکن اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکا، کسی غیر مرئی قوت نے جیسے اسے جکڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کی شعلہ ہار نگاہوں سے بڑی شدید بے بسی کا اظہار ہو رہا تھا، میں نے اس کی تھلاہٹ کا مذاق اڑانے کی خاطر کہا۔

”کیا بات ہے نواب صاحب! آپ اپنی جگہ کیوں کھڑے ہیں؟“ اگے بڑھے، چوٹی، آپ کے مقدس پیروں تلے مسلی جانے کے لئے بڑی بے چین ہے۔ کیا آپ اسے اس عزت انفرادی کا موقع عنایت نہیں کریں گے۔“

فرید الدین کچھ جواب دیتا چاہتا تھا لیکن بے لگت اس کی نظر مذاہبہ کی سمت اٹھی، میں نے بھی اسی جانب دیکھا تو اس نوجوان لڑکی کو دیکھ کر ہنسوت رہ گیا جو خوابیدہ انداز میں کمرے میں داخل ہو رہی تھی، اس کی چال سے یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے وہ سوتے سے اچانک اٹھ کر آ رہی ہو۔ شب خوبی کے لباس سے اس کا سر میں جم جھلک رہا تھا۔ وہ مجھ شعلہ نظر آ رہی تھی، اس کے جھپٹنی اعضا اپنی مثال آپ تھے، میں اس کے حسن کی داد دیتے بغیر نہ رہ سکا، زندگی میں اتنی خوبصورت لڑکی میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی یوں لگتا تھا جیسے قیامت نے کسی لڑکی کا روپ دھار لیا ہو۔ شیم لال اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ فرید الدین پٹنی پٹنی نگاہوں سے لڑکی کو دیکھ رہا پھر زور سے چلایا۔

”فرید۔۔۔۔۔ تم یہاں کس لئے آئی ہو؟“

اور فریدہ بے گتھت ہوش میں آ گئی، اس نے فرید الدین کو یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنا شروع کر دیا جیسے اسے خود اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اس وقت وہاں کیسے آ گئی۔ عمل اس کے کہ فریدہ کچھ کہتی فرید الدین مگر گیا۔

"مجھے پاگلوں کی طرح گھور کیا رہی ہے۔۔۔۔۔ جا! رنج ہو جا یہاں سے"

”ابھی سے تمہارے چہرے پر وحشت کیوں برس رہی ہے فرید الدینؒ۔“ میں نے حشرات سے کہا۔ ”ابھی تو تمہیں اپنی نظروں سے بہت کچھ دکھانا ہے! یاد ہے تمہیں وہ دن جب تم نے میری نگاہوں کے سامنے ایک شیطانی کھیل کا مظاہرہ کیا تھا۔“

فردہ میری آواز سن کر دوبارہ چوکی، فرید الدین دہلوی کی طرح جھج جھج کر اسے بھاگ

جانے کی ہدایت کر رہا تھا، فریدہ کو صورتِ حائل کا احساس ہوا تو وہ یقیناً سمجھ کر دروازے کی طرف چلی لیکن میں اس سنہری سونچ کو ہاتھ سے نہیں جانے دنا چاہتا تھا، مجھے اپنی بہن کی بے چین روح کو تسکین پہنچانے کا خیال دواہر بنا چکا تھا۔ لپک کر میں نے فریدہ کو پکڑ لیا پھر اچانک جیسے میں انسان سے درندہ بن گیا، فریدہ الدین ہڈائی انداز میں چلاتا رہا، فریدہ ہاتھ بڑبڑا کر مجھ سے رحم کی درخواست کرتی رہی لیکن میں کسی خون آشام بھیرے کی طرح اس کے جسم کو مس نہ کرتا رہا۔ جب یہ طوفان گزرا تو میں ہاتھ ہوا اٹھا اور فریدہ الدین پر نظر ڈالی جو سختے کی حالت سے وہ چار بے بس کھڑا فریدہ کے پائل جسم کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس وقت ایک انتہائی روحانی مسرت کا احساس ہوا، میں فریدہ الدین سے بولا۔

”بے غیرت انسان ——— اس وقت جو کچھ تیرے دل پر گزر رہی ہے اس کا شکار میں بھی ہو چکا ہوں لیکن ابھی میرے انتقام کی آگ سرد نہیں ہوئی۔ ابھی مجھے تیرے نا پاک جسم کو بھی خاک میں ملانا ہے۔“ میں اپنا جملہ کھل کر کے آگے بڑھا، قریب رکھی ہوئی میز سے پھل تراش چاقو اٹھایا اور کبھی بھوکے ورنڈے کی طرح فریدہ الدین پر ٹوٹ پڑا۔ فریدہ الدین کی کیناں چھین آسمان سے باتیں کر رہی تھیں لیکن میں جیسے برا ہو گیا تھا، میرے ہاتھ اس وقت تک مشتعل انداز میں چلتے رہے جب تک فریدہ الدین کا منہ جس کھڑے کھڑے ہو کر ٹھنڈا نہیں ہو گیا۔ اس کلام سے فراغت کے بعد میں نے شیم لال سے کہا۔

”شیم لال، میرا انتقام پورا ہوا۔ اب اس کی لاش کو ٹھکانے لگانا تمہارا کام ہے۔“
”جو آگیا میرے دوست۔“ شیم لال معنی خیز انداز میں مسکراتا ہوا بولا پھر اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں دوبارہ ملتان یوگی مہاراج کا شہ نام لیکر آنکھیں بند کر لوں اور وہاں سے رخصت ہو جاؤں۔

میرے لئے اب وہاں رکنا مناسب بھی نہ تھا۔ اس لئے میں نے شیم لال کے مشورے پر آنکھیں بند کر لیں اور یوگی مہاراج کا تصور دل میں بنائے دروازے کی سمت اندازے سے بڑھنے لگا، ایک بار پھر میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا توان بکڑ رہا ہے، مجھے حیرت تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے، میں نے واپسی کے دوران بھی گھبرا کر آنکھ کھولنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، میری وحشت ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی کہ اچانک پراسرار یوگی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”ہالک، لب اپنی آنکھیں کھول لو۔“

میں نے جلدی سے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ مہترا میں اپنے گھر کے دروازے کے قریب کھڑا ہوں، پراسرار یوگی میرے سامنے کھڑا مجھے معنی خیز نظروں سے گھور رہا تھا، اس کے ہونٹوں پر بھی اس وقت وہی ہی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی جیسی میں نے فریدہ الدین کو قتل کرنے کے بعد شیم لال کے ہونٹوں پر دیکھی تھی۔ میں اس راہ کو نہ سمجھ سکا اور یوگی کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔

”کس دھار میں تم ہو ہالک ———؟ کیا تمہارے من کی آشا پوری نہیں ہوئی؟“ یوگی نے کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

”مہاراج۔ میرا انتقام پورا ہو گیا۔“ میں نے جواب دیا۔ ”میں اس سلسلے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔“

”فحقی پر اپہت کرنے کے بعد مثل سب کچھ بھول جاتا ہے، ہالک۔ دھرم اور پریشور کا دھیمان تو بس اسی سے تنگ رہتا ہے، جب تک مثل بے بس ہو۔“ یوگی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرا سیوک بننے سے کیا شرط رکھی تھی؟“

”مجھے یاد ہے۔“ میں نے تیزی سے کہا۔ ”میں آج بھی اسی شرط پر قائم ہوں یوگی مہاراج۔ جس روز وہ سمجھوتہ ختم ہو گیا ہماری راہیں الگ الگ ہوں گی۔“

”صورتِ ک۔ اب تو کس منہ سے دھرم اور بھگوان کا نام لینگ۔“ اچانک یوگی کا لہجہ سخت ہو گیا۔ ”کیا دھرم پاپ کی نکشتا (تعلیم) دیتا ہے، کیا بھگوان نے تجھے اسی کارن فحقی دی تھی کہ اپنے من کی اپنی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کسی کنواری کنیا کے کوہی شرے کو اپنے پیروں تلے روند ڈالے۔ میرا دھرم بھڑٹ ہو چکا ہے مورک۔ میں نے تجھے وہن دیا تھا کہ جب تک تو اپنے دھرم پر چلے گا میں تجھے کسی بات پر مجبور نہیں کروں گا، پر تو لب تو میری مثل میں ہے، تجھے اب میری ہر آگیا کا پائن کرنا پڑے گا۔“

پراسرار یوگی کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ میں گنگ ہو گیا، مجھے اس وقت اپنی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا، فریدہ کی صحت کو تار تار کر کے میں نے یقیناً کھلے دیا تھا، میں نے خود کو اپنی سطح سے گرا دیا تھا، اس شرط کو نظر انداز کر دیا تھا جو یوگی سے سمجھوتہ کرتے وقت طے ہوئی تھی، ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ یوگی کی بات کا کیا جواب دوں کہ وہ بدستور سلجیوگی سے بولا۔

”کس دھار میں تم ہو ہالک؟ اب بچھٹانے سے کیا ہو گا۔ اب تمہارے پاس کیل ایک

ی راستہ ہے' مجھے اپنا گرو سمجھو اور میری آغیا پر آنکھیں بند کر کے چلے رہو' اسی میں تمہاری کٹی ہے۔ میں ایک بار پھر تمہیں دہن دتا ہوں کہ اگر تم نے میرا کہا مانا تو سدا سسکی رہو گے اور پیش کر دے' پرتو اگر تم نے ہوشیاری دکھائی تو پھر سے بھی تمہیں بھی شام نہیں کرے گا۔ ابھی تم نے پوری طرح میری فکتنی کا قماشہ بھی نہیں دیکھا' شام لال اور سریتا کے علاوہ اور بھی ہزاروں آتمائیں میری سطحی میں ہیں' جو میرے اشارے پر ساری دھرتی کو الٹ پلٹ کر لے کر ہر دم تیار رہتی ہیں۔۔۔۔۔! بولنا کیا تم اپنی مرضی سے میرے سیوک بننے کو تیار ہو یا مجھے تمہیں میرے راستے پر لانے کے لئے اپنے جیوں سے کام لینا ہو گا؟"

میں اب تک یوگی اور شام لال کی قوت کا جو قماشہ دیکھ چکا تھا وہی میرے لئے بہت تھا' اس کی پراسرار قوتوں کو لگا کر میرے لئے موت کو دعوت دینے کے حروف ہوتا ہوں' ابھی میں اس کی باتوں سے انکار کر کے لیجہ کی زندگی کو خطرے میں ڈالتا نہیں چاہتا تھا' دوسری ایک وجہ یہ بھی مجھے پریشان کر رہی تھی کہ اگر لیجہ کو اصل حالات کا علم ہوا تو اس کا دل میری طرف سے کھتا ہو جائے گا۔ میں چند لمے اچھے اچھے خیالات میں پھنسا رہا پھر میں نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے دلی زبان سے کہا۔

"میں تمہارا سیوک بننے کو تیار ہوں یوگی مبارک!"

"ایک بات کا اور دھیان رکھنا' اگر تمہارے من میں کھوت آیا تو اچھا نہ ہو گا۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا تو یوگی قدوے نرم لہجہ میں بولا۔

"سنو بالک۔۔۔۔۔ جیون پیارا ہے تو دھرم کی اور (سمت) سے آنکھیں موند لو' یہ سب باتیں کیوں اس منٹ کو شہا دیتی ہیں جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہو' تم ابھی جوان ہو' سندر ہو' تمہیں ابھی جیون میں بہت کچھ کرنا ہے' میری آغیا کا پالنہ کرتے رہے تو بڑے بڑے بلوان تمہارے چروں کی دھول کو پرت جان کر آنکھوں سے لگائیں گے' دھن نور دولت تمہارے گہر کی لونڈی ہو گی۔ تمہارے من کی جتنی آتمائیں ہیں سب پوری ہوں گی۔"

"مجھے تمہارا سیوک بننا منظور ہے مبارک۔" میں نے اس بار ٹھوس آواز میں جواب

دیا۔

"شام لال اب تمہارے پاس نہیں رہے گا۔" یوگی نے سنجیدگی سے کہا۔ "پر تو تمہیں کسی بات کی چتا کھلنے کی کوئی ضرورت نہیں' تم جب بھی سچے من سے مجھے یاد کرو

گے میرا کوئی نہ کوئی سیوک ہاتھ باندھے تمہارے سامنے موجود ہو گا۔ ایک ہاتھ اور۔ آج سے تمہارا نام صرف شیر نہیں بلکہ شیر منور ہو گا۔"

شیر کے ساتھ منور کا اضافہ سن کر میں نے تیزی سے کچھ کہنے کے لئے ذہن کھولنی چاہی لیکن یوگی یقین کسی چھلاوے کی طرح آن واحد میں میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ رات کی بھانک تاریکی مجھے کانٹے کو دوڑ رہی تھی' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں میں سوچ رہا تھا کہ کل نہ جانے میرے ساتھ کیا ہو گا؟ مجھے کن حالات سے دو چار ہونا پڑے' پراسرار یوگی مجھ پر کیوں اتنا مہمان ہے؟ میں کچھ دیر تک گنگ سا کھڑا ہن باتوں پر غور کرتا رہا پھر پریشان خیالات کا جھوم سینے پانا اور گھر کے دروازے کو' جسے میں روانگی کے وقت بھیڑ گیا تھا آہستہ سے کھول کر اندر داخل ہوا' مدھم روشنی میں کمرہ مجھے بالکل دیرین اور سسٹن نظر آیا' وہاں کا ساز و سامان سب غائب تھا' میں تیزی سے دوسرے کمرے میں گیا لیکن وہاں بھی کچھ نہ تھا' لیجہ کو تلاش کرنے کی خاطر میں نے دیواروں کی طرح پورے مکان کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اس کا وہاں بھی کوئی پتہ نہ تھا' میرا دل ڈوبنے لگا' میری آنکھوں کے نیچے اندھیرے لپک رہے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں پھرا کر گر پڑوں گا!!

○

کمرے کا ساز و سامان غائب پا کر مجھے اتنا دکھ نہیں ہوا۔ جتنی نیرے کی غیر موجودگی مجھے دوا نہ کر رہی تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں معدوم ہو رہی تھیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں پکرا کر گر پڑوں گا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرے لپک رہے تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی پراسار یوگی کا کیا دھرا ہے جس نے حالات سے فائدہ اٹھا کر مجھے ایک گناہ کا مرتکب کر دیا اور لب پوری طرح مجھ پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ نیرے کی کشیدگی میں یقیناً اسی کا ہاتھ تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اتنی جلدی اس نے پورے گھر کے سب سے ساز و سامان کا معائنہ کبھی طرح کر دیا۔ اس گھر سے تو ایسی دیرانی برس رہی تھی جیسے اسے برسوں سے کسی نے استعمال نہ کیا ہو۔ نیچے وہ بھوتوں اور آبیروں کا مسکن رہا ہو۔ مجھے اس ماحول سے خوف محسوس ہونے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بیٹھارہ پراسار بدرو میں مجھے اندھیرے میں گھیر رہی ہوں۔ میں تیزی سے دروازے کی طرف لپکا لیکن اندھیرے میں نہ جانے کس شے سے ٹھوکر کھا کر منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ مجھ پر بے ہوشی کی وہ کیفیت کیونکر طاری ہوئی تھی۔

دوبارہ میں ہوش میں آیا تو میرے ذہن پر بدستور غنودگی طاری تھی۔ کوئی مجھے آہستہ آہستہ گواہی دے رہا تھا۔ میں نے غنودگی کی کیفیت میں اسی آواز کو سن کر آنکھیں کھولی تھیں۔ میرے دماغ پر نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں نے ایک بید حسین عورت کو اپنے اوپر جمکا ہوا دیکھا چند لمحوں میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ میں نے بھی محسوس کیا کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں لیکن جب اس حسین عورت نے میرے بازو تھام کر ہلائے تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ سب خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی۔ عورت کے ہاتھوں کا لمس پا کر جیسے میں یکدم ہوش میں آ گیا۔ پھر حیرت سے آنکھیں کھلا کر اس عالیشان کمرے کی قیمتی چیزوں کا جائزہ لینے لگا جس میں اس وقت میں موجود تھا۔ کمرے کی سجاوٹ قابل دید تھی۔ وہاں کا ہر ساز و سامان نہایت اعلیٰ درجے کا اور قیمتی تھا۔ میں نے خود اپنی پوشاک پر نظر ڈالی تو حیرت سے اچھل پڑا۔ اس وقت میرے جسم پر شب خرابی کا مٹلیں سوٹ موجود تھا۔

جس عورت نے مجھے آواز دے کر بیدار کیا تھا وہ میرے سامنے بالورب کڑی تھی۔ انداز کینوں جیسا تھا لیکن حسن کے معاملے میں وہ اپنی مثال آپ نظر آتی تھی۔ میرا ذہن بھر چکرا لے گا ایک بار پھر مجھے خواب کا دھوکا ہوا۔ میں نے الف لیلی داستان کے بیٹھارے قہے سن رکھے تھے لیکن اس وقت جو کچھ میرے ذہن پر بیت رہی تھی وہ الف لیلی قصوں سے زیادہ حیرت انگیز اور ناقابل یقین تھا۔ میں نے اپنے بدن پر نور سے چمکی بھری درو کے احساس نے مجھے ہار کر لیا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ میں نے اس حسین عورت کو گھور کر دیکھا اور سہمی سہمی آواز میں پوچھا۔

”تم ————— تم کون ہو؟ ————— میں کہاں ہوں؟“

”آپ اپنے مکان میں ہیں مالک اور میں آپ کی داسی ہوں۔“ خوبصورت عورت نے مترنم آواز میں جواب دیا۔

”تم ————— میری داسی ہو —————“ میں نے تھوڑے انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں مالک ————— عورت نے بدستور کینوں جیسے انداز میں کہا۔“ آپ ہی نے تو اس داسی کو ملازم رکھا تھا۔“

”تمہارا نام —————“ میں غماز ہو گیا۔ یقیناً حالات نے مجھے کسی سحرے جال میں پھانس رکھا تھا۔

”میرا نام لاجپتی ہے مالک!“

”لاجپتی —————“ میں نے آہستہ سے اس نام کو دہرایا پھر اسے گھور کر پوچھا۔

”تم نے مجھے کس لئے بیدار کیا ہے؟“

”مالکین کی ایسا قہی سرکار کہ آپ کو جگا دیا جائے۔ وہ آپ کو اندر بلا رہی ہیں، اپنے کمرے میں۔“

میرے اوپر اس وقت کیا بیت رہی تھی، میاؤں ہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نیرے کو اس کے آبائی مکان میں سوتا چھوڑ کر شام لال کے ہمراہ کیا تھا۔ میں نے نواب فرید الدین سے اپنے والدین اور اپنی بہن کا انتقام لیا تھا۔ میں نے اسے چاقو کے پے در پے وار سے قتل کیا تھا، میں نے اس کی بہن فریدہ کی عصمت کو تار تار کیا تھا پھر شام لال کو ————— فرید الدین کی لاش ٹھکانے لگانے کی ہدایت کی تھی۔ اس کے بعد جب میں سترہ واہیں آیا تو نیرے کے مکان کے باہر یوگی سے میری ملاقات ہوئی تھی یوگی کی

اس وقت بری طرح کانپ رہی تھی۔
 لاجپتی کی زبان سے نیر کا نام نہ کر میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔۔۔۔۔ میں

وہ آواز سو فیصدی فیئیر کی اپنی آواز تھی۔ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ اگر کوئی روح کسی کے جسم میں حلول کر جائے تو اس کی آواز بدل جاتی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر بھی اس بات کا تجربہ اس وقت ہو چکا تھا، جب سرتا نے فیئیر کے جسم پر قبضہ کیا تھا لیکن اس کے باوجود میں فیئیر کو حیرت بھری نگلوں سے دیکھ رہا تھا۔ جس پیاکی سے اس نے مجھے

اس وقت جھپٹ کیا تھا وہ میرے لئے حیران کن تھی اس کے علاوہ میرے سامنے وہ اچھے عریاں لباس میں پہلے کبھی نہ آئی تھی فیر نے مجھے حیرت میں ڈوبا دیکھا تو تعجب سے بولی۔ ”کیا بات ہے شیر؟ کیا ابھی تک آپ فیر میں ڈوبے ہوئے ہیں؟“

”خیر!“ میں نے مت کو کے پوچھا۔ ”یہ سب میں کیا دیکھ رہا ہوں؟“

[illegible]

”میں سوچ رہا تھا کہ میری آنکھ باہر کیسے لگ گئی۔“ میں نے بات بھاتے ہوئے جواب دیا۔

فیصلہ نے مجھے شوخ نظروں سے دیکھا پھر بڑی بے تکلفی سے میرا ہاتھ قلم کر مسمیٰ پر لے گئی۔ میں خاموشی سے اس کے قریب لیٹ گیا۔ میرا ذہن بدستور الجھ رہا تھا۔ فیصلہ اس شاندار حویلی میں کس طرح آئی؟ لاجونئی کو جس نے ملازم رکھا؟ اور خود میری حیثیت اس حویلی میں کیا تھی؟ میں ان باتوں پر غور کرتا رہا۔ فیصلہ میرے قریب بیٹھی آہستہ آہستہ میرا سر دبا لے رہی۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہی، پھر میری طویل خاموشی سے اٹا کر بولی۔ ”کیا بات ہے؟ آج آپ کچھ اور اس فکّر آ رہے ہیں۔ کس سوچ میں غرق ہیں؟“

”سیدہ!“ میں نے وہی زبان میں کہا۔ ”مجھے نہ جانے کیوں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میری یادداشت میرا ساتھ چھوڑ چکی ہے! ابھی میں سوتے سے اٹھا تو لاجوئی کو بھی نہ پہچان سکا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اسے کسی نے ملازم رکھا ہے؟“

میت خوب۔" فیہ مسکرائی۔ "تپ نے تو اسے ملازم رکھا تھا، البتہ سفارش میں نے کی تھی۔ لیکن اس میں پریشانی کی بات کیا ہے اکثر باوقت مرنے سے انسان کا وہن الجھ جاتا ہے۔"

"ہر سکتا ہے یہی بات ہو۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ موجودہ حالات کا کنوج کس طرح لگاؤں۔ تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا پھر میں نے دوبارہ فیصلہ کو چیلنج کر کے کہا ----- "فیصلہ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کچھ دنوں کے لئے کسی پناذی مقام پر چل کر رہ جائے۔ کیا خیال ہے؟"

میرے سوال کے جواب میں نیرہ یلغت سنجیدہ ہو گئی۔ مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے اسے میری صحیح الصافی پر شبہ ہو رہا ہو۔ میں نے جلدی سے اندر سے میں تر چھوڑتے ہوئے کہا "مگر تمہاری مرضی نہیں ہے تو جالے وہ" میں نے یونہی ایک تذکرہ کیا تھا۔"

”جسیر“ لیسہ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی اہمیت سے جواب دیا۔ ”آج آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ میری صحت کی خرابی کی وجہ سے آپ نے نئی تہ کی پہنائیوں پر یہ حوالی لی تھی۔“

”مرے ہاں۔ میں بالکل ہی بھول گیا تھا۔“ میں نے بات بتاتے ہوئے کہا۔ ”مقامت سونے سے نہ جانے وہیں خالی خالی کیوں ہو رہا ہے۔ بہر حال مجھے خوش ہے تمہاری صحت اب ٹھیک ہو چکی ہے۔“

”یہ سب آپ کی محبت کا نتیجہ ہے جو آپ نے ورے کو آغوش بنا دیا۔“ نیرہ نے
فکرانہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر محبت بھرے اعزاز میں میرے برابر لیٹ گئی۔

فیہر کا پس مجھے دہرانہ کر رہا تھا۔ شب خوابی کے باریک لباس سے اس کا کٹنن جیسا جسم جھلک رہا تھا۔ میری شرانوں میں خون کی مدت تیز ہو رہی تھی۔ میں کہتہ سے تدرے پرے کھٹک گیا میں فیہر کے ساتھ کسی گناہ کا مرکب نہیں ہونا چاہتا تھا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ وہ کسی فیہر مئی طاقت کے زیر اثر اس قسم کی باتیں کر رہی ہے، لیکن میں اس کی خصوصیت سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی طرف سے نظریں بھی پھیر لیں۔ "چاہا" فیہر نے میری ہن حرکتوں کو پہانپ لیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کنبیوں کے بل بوتہ می لیٹ کر میرے اوپر جھک آئی اور شکایت بھرے لہجہ میں بولی۔

شیر----- یہ آج آپ مجھ سے کھانے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں، کیسی بد اخواس آپ کا دل مجھ سے بھرتو نہیں گیا۔ کیا مجھ سے شادی کر کے آپ خوش نہیں

”شادی“ میں فیروزہ کی زبان سے یہ لفظ سن کر چونکا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ابھی تک فیروزہ سے میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ فیروزہ کے سوال نے مجھے الجھن میں ڈال دیا لیکن

میں اپنی بے بسی پر مسکرا کر دیکھا۔ کیا جواب دیا: "نیرے کی ہاں میں ہاں ملانے کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ ناشنے سے قاصر ہو کر میں نے کپڑے تبدیل کئے پھر ایک سردری کلام کا ہمانہ بکر کے حویلی سے باہر آ گیا۔ نیرے نے ملا نہیں کہا تھا۔ میں اس وقت واقعہ نہیں کہل کی حسین پادشاهوں پر تھا۔ کوئی پر سکون نہ ہوا تو میں ان خوبصورت

فوراً ہی میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”اچھا! تو گویا ہماری شادی ہو چکی ہے؟“

"مذاق میں بات نہ لے شیر۔۔۔۔۔! نیر چنکر پوی۔ آپ کو بتانا ہو گا کہ آپ مجھ سے کترا کیوں رہے ہیں، کل تک تو آپ بالکل ٹھیک تھے ہر اچانک یہ تبدیلی کیسے آگئی؟"

”بتلاؤں —————“ میں نے ایک بار پھر ایدہ و دانستہ بڑے مذاقہ میں کہا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ آج مجھے اچانک اس بات کا خیال آگیا کہ ہم اپنا کلاخ نامہ ساتھ نہیں لائے۔ مگر کسی نے تصدیق چاہی تو کیا ثبوت پیش کیا جائے گا۔“

غیر نے مجھے گھوڑ کر دیکھا پھر تھلا کر تیر کی طرح اٹھی الماری کھول کر اس میں سے ایک کانڈ نکلا اور میرے قریب آ کر کانڈ میری سمت پھینک کر بولی "یہ رہا نبوت" میں نے غور سے دیکھنے اور پھر مجھے بتائیے کہ اب کیا بلانہ کریں گے آپ؟

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کانڈ کو کھل کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ یہ میرا نور فیض کی شادی کا باقائدہ نکاح تھا جس پر ایک سال پہلے کی تاریخ درج تھی۔ میں اس کے اندراجات پر حیرت سے نظریں دوڑا لے گا۔ اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہاء ہی جب میں نے نکاح نامے پر اپنے دستخط بھی دیکھے۔ میرا ذہن پکڑا لے گا۔ میں اس دستخط کو جھکا لے سے قاصر تھا۔ وہ سولید میرے دستخط تھے۔ مجھے ایک بار پھر شبہ ہوا کہ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ میں نے فیض کی طرف دیکھا جو زندہ حقیقت کی صورت میں میرے سامنے کھڑی مجھے گھور رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر ہولی۔

”اب بتائیے کہ آپ مجھ سے کیوں گھرا رہے تھے؟“

”ہلے۔۔۔۔۔ تم اتنی جلدی براہن کیں“ میں نے مسکرائے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”میں تو یونی جنس نہیں نک کر رہا تھا۔“

”شیر“ یخت نیر کی نکلیں نہاک ہو گئیں، بھرائی ہوئی آوازیں بولی ”آپ مجھ سے ایسا مذاق نہ کیا کریں، میرا دل ڈوبنے لگا ہے شیر۔ میں آپ کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔“

اور پھر اس سے نقل کہ میں کچھ کتنا فیہم ہے اختیار مجھ سے پٹ مٹی۔ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو میرے سینے میں جذب ہو رہے تھے۔ میں عجیب کیفیتوں سے دوچار تھا۔ فیہم کی سیکیات مجھے پریشان کر رہی تھیں لیکن اس کا خوبصورت اور جوان قرب

کوڑے کے ڈمیر کے قہبے بے یار و مددگار پڑا اپنی موت کی راہ تک رہا ہوں لیکن موت بھی جیسے مجھ سے روٹھ گئی ہے میرے جسم پر گھرے گھرے زخم آچکے ہیں جن میں سے پیپ اور مواد رس رہا ہے۔ ہڈیوں پر گھونٹنے والے کوارہ کتے بھی مجھے دیکھ کر غرائے نکلتے ہیں۔

میرا دم جھٹکنے لگا میں نے خود کو دوسرے راستے پر ڈال دیا جہاں دنیا کے عیش و عشرت تھے۔ خوشیاں میرے استقبال کی خاطر ہاتھ دایکے کھڑی تھیں۔ میں غرے سر اوٹھانے آگے بڑھا۔ دولت نے ہنر کر میرے قدم چوم لئے۔ عظیم طاقتیں میرے سامنے سرگود ہو گئیں۔ میرے ارد گرد بڑے لوگوں کا ہجوم تھا، خوبصورت اور نازک اندام لڑکیاں میرے قہبہ آنے کیلئے بے چین تھیں۔ میں نے ان لوگوں پر نظر ڈال کر پہلے راستے پر مجھ سے نفرت اور حقارت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہی لوگ اس وقت میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے قہر قہر کانپ رہے تھے۔ وہ کوارہ کتے جو مجھ پر پہلے راستے میں غرا رہے تھے اب میرے قدموں پر پڑے لوٹ رہے تھے اور دم ہلا ہلا کر مجھے اپنی وفاداری کا جین دلا رہے تھے۔ فیصلہ میرے ہمراہ کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں ابھی زندگی کے اس روشن پہلو کے قصورات میں متک تھا کہ میرے دل نے کہا۔

”شیر، کس خیال میں فرق ہو۔ کیا تمہیں اس راستے پر چلنے میں بھی کوئی جھجکاہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ پاگل مت بنو، گناہ اور ثواب آخرت کی باتیں ہیں جو لوگ موقع سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اسے کھو دیتے ہیں۔ وہ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ عروسیاں ان کا مقدر بن جاتی ہیں، بولو۔۔۔ کیا فیصلہ ہے تمہارا؟“

میں یقیناً ہوش میں آگیا۔ نئی تل کی حسین وادیاں اور صحرانہ ہوائیں مجھے زندگی کا پیغام سنارہی تھیں۔ مجھے اس ماحول میں بڑی فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے دنیا پر نظر ڈالا۔ میرے سامنے پیشتر ایسی مثالیں موجود تھیں جہاں معمولی درجے کے لوگوں نے وقت سے فائدہ اٹھایا اور راتوں رات کروڑ پتی بن گئے۔ میں ایک ایسے شخص سے بھی واقف تھا جس نے ایک بے سارا بیوہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کی تمام دولت اور جائیداد ہتھیالی تھی۔ وہی شخص جو کل تک لوگوں کا دست مگر تھا آج عاشق اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرے سامنے ایک دوسرے شخص کی مثال بھی موجود تھی جس نے زندگی کی مسرتوں کو خریدنے کی خاطر اپنے بچے چچا کو زہر دیکر ہلاک کیا اور اس کی تمام لٹاک کا بلا شرکت فیصلے مالک بن بیٹھا۔ آج عاشق اسے ایک دم دل اور خدا ترس انسان کی

حیثیت سے جانتا ہے۔ میں اس شخص سے بھی واقف ہوں جس نے محض دولت کے حصول کی خاطر اپنے عزیز ترین دوست کو راستے سے ہٹایا اور آج اس کی دولت کے سارے عزت دار بنا بیٹھا ہے۔

میرا ذہن الجھ رہا تھا۔ میرے سامنے دنیا کی پیشتر زندہ مثالیں موجود تھیں۔ میں نے بڑے غور و خوض کے بعد ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ میں حالات سے سمجھوتہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ میں نے طے کر لیا کہ یوگی کے سارے میں طاقتوں کا حصول کرنا رہوں گا۔ جو موقع قسمت نے مجھے پیش کیا میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ٹھان چکا تھا۔ ایک یوگی کی غلامی کے عوض میں دنیا کی ہر خوشیاں خرید سکتا تھا۔ یہ سودا میرے لئے بہت سستا تھا!

مستقبل کے بارے میں یہ فیصلہ کر لینے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے ذہن سے تمام پریشائیاں چھٹ گئی ہوں، میں خود کو بڑا ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ میں نے سکون کا ایک طویل سلسلے لیا اور اپنی حویلی کی طرف چل دیا۔ میں فیصلہ کو اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپا لینے کے لئے بے چین تھا۔ رات جو کچھ ہوا تھا اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا لیکن اس وقت فیصلہ کے قرب کا تصور مجھے گدگدا رہا تھا۔ میں نے کھڑے کھڑے اور گنہ و ثواب کے فرق کو مٹا کر سوچا تھا۔ یوگی کے کہنے پر میں نے اب اپنے من کو مار لیا تھا۔ میں حیرت پر ہچکچاہٹ میں گیا تھا۔ برہمچاری جو گرو کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھانا گناہ سمجھتا ہے! میں نے طے کر لیا تھا کہ وقت سے فائدہ اٹھا کر دنیا کی ہر خوشی اور عیش و عشرت کو اپناؤں گا۔ دولت اور طاقت کے بغیر عزت کا بھرم برقرار رکھنا ناممکن تھا۔ میری رفتار اور تیز ہو گئی۔!!



نئی تال میں رہتے ہوئے مجھے دو ماہ بیت گئے۔ میں بے انتہا خوش تھا۔ عزت، شرافت اور غیرت کے احساس کو میں نے گھاموٹ کر مار دیا تھا۔ اب مجھے کوئی الجھن نہیں تھی۔ میں بڑے سکون اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ فیصلہ اس زندگی میں میرے لئے ایک تازہ گلاب بن کر منک رہی تھی۔ یوگی نے مجھے سال بھر کی باتوں کی جو تفصیل بتائی وہ میرے لئے مشکل راہ ثابت ہوئی۔ اسی کی روشنی میں میں نے فیصلہ کیا تھا کہ قدم ہلا کر آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔ نئی تال میں جہاں صرف رؤسا کا گزر تھا میں سب سے زیادہ عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ میرے پاس دولت اور شہرت کی کوئی کمی نہ تھی جہاں بھی جاتا تھاں ہاتھ لیا جاتا۔ اس عرصے میں پراسرار یوگی مجھ سے دوبارہ نہیں ملا۔ میں نے بھی اس

کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یوگی نے اپنے کہنے کے بموجب ابھی تک میرا کوئی امتحان نہیں لیا تھا نہ ہی مجھے کوئی کام سونپا گیا تھا۔

نیمہ اور میں شانہ بشانہ زندگی کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے بےخود کر رکھا۔ اس روز میں ایک دعوت سے رات گئے واپس لوٹا تو نہ جانے کیوں میرا دل دھڑک رہا تھا۔ کوئی انجان احساس مجھے بہہ چمن کر رہا تھا۔ میں نے اس تصویر کے بارے میں اپنے ذہن پر جتنا نور ڈالا اتنا ہی اٹکتا چلا گیا۔ جوبلی پہنچا تو لاجوئی دروازے پر حسب معمول میری پتھر تھی اس نے پیش کی طرح مسکرائی نظروں سے مجھے خوش آمدید کہا مگر اس روز اس کی مسکراہٹ میں طو بھی تھا جسے محسوس کر کے میں ٹھٹھک گیا۔ لاجوئی کو سرپا فور سے گھورتے ہوئے میں نے پوچھا۔ ”کوئی خاص بات؟“

”میں سمجھی نہیں مالک کہ آپ کیا پوچھ رہے ہیں۔“ لاجوئی، ایک دم معصوم بن گئی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کوئی بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

”نیمہ کہاں ہے؟ کیا وہ سوچ رہی ہے؟“ میں نے یونہی پوچھا۔
”مالک! اپنے کمرے میں ہیں مالک!“ لاجوئی نے اس بار ————— براہ راست میری نظروں میں جھانکتے ہوئے بڑی پیکی سے جواب دیا۔

مجھے لاجوئی کی اس جسارت پر حیرت ہوئی۔ آج سے قبل اس نے مجھ سے کبھی اس انداز میں بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں بڑی صاف گوئی سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ لاجوئی حسن و شباب اور جسمانی کشیدہ و فراز کے معاملے میں کبھی طرح نیمہ سے کم نہ تھی لیکن میں نے نیمہ کی موجودگی میں کبھی اس کی جانب بھر پور توجہ نہیں کی تھی، اسے ملازم سمجھتا تھا اس لئے بھی میں نے اسے قابل توجہ نہیں سمجھا تھا۔

چند ثانیے تک میں لاجوئی کو خاموشی سے گھورتا رہا پھر آگے بڑھ گیا۔ میں نے اسے منہ لگا مناسب خیال نہ کیا۔ راہداری کو عبور کر کے نیمہ کی خوابگاہ پر پہنچا تو خلاف معمول دروازہ اندر سے بند تھا۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو مجھے خسر دلاتی۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے کہ نیمہ میرے در سے آنے سے ناخوش ہو اور اس نے مجھے اس کا احساس دلانے کی خاطر دروازہ اندر سے بند کر لیا ہو۔ میں نے دستک دینے کی خاطر ہاتھ اٹھایا لیکن رک گیا۔ کوئی اندرونی جذبہ نہ جانے کیوں مجھے پریشان کر رہا تھا۔ میں نے یونہی گھٹنوں کے بل جھک کر چابی کے سوراخ سے اندر جھانکا۔ میں نے وہ حرکت کیوں کی تھی مجھے آج بھی اس پر

حیرت ہے۔ ہو سکتا ہے میری اس حرکت میں میرے اپنے ارادے کے دخل کی بجائے کسی پراسرار قوت کا ہاتھ کار فرما رہا ہو۔ لیکن بہر حال جو کچھ میں نے دیکھا اس نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ نیمہ سامنے مسیروں پر بالکل برہنہ حالت میں پڑی تھی اور میرا ایک پڑوسی جو ابھی چند دن پیشتر نجی تال آیا تھا اور میری حویلی کے برابر والی کونسی میں مقیم تھا اس وقت نیمہ کے بھول جیسے جسم کو کسی خون آشام بھیڑیے کی مانند بوجھ کھسوت رہا تھا۔ نیمہ اس حرکت پر کوئی احتجاج کرنے کے بجائے کیف و مستی میں ڈوبی نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں لیکن چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اس فعل بد سے لطف اندوز ہو رہی ہے۔

میں اس منظر کی تپ نہ لاکر مشتعل ہو گیا۔ تیزی سے اٹھ کر میں نے دروازے پر زور سے لات ماری۔ میں نیمہ کے ساتھ اس پڑوسی کے جسم کے بھی گھڑے گھڑے کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ جس نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا تھا۔ میرے سر پر خون سوار تھا۔ شاید اسی لئے میں نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ دروازہ جو اندر سے بند تھا۔ میری ایک لات سے کل کیسے کیا مجھے اس وقت کہی بات پر غور کرنے کا ہوش ہی کب تھا۔ دروازہ کھلتے ہی میں بڑے اشتعال کی حالت میں اندر داخل ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے یوں ٹھٹھک کر رک گیا جیسے کسی غیر مرئی قوت نے میرے پاؤں جکڑ لیے ہوں۔ نیمہ بدستور مسیروں پر لیٹی تھی اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ مجھے حیرت بھری نظروں سے گھور رہی تھی۔ دروازے پر پڑنے والی زور دار لات اور میرے چہرے پر پھیلا ہوا اشتعال اسے متحیر کر رہا تھا وہ سسم سی گئی تھی۔ لیکن میری کیفیت اس سے زیادہ شدید تھی۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے نیمہ کو دیکھ رہا تھا جو شب خوابی کے لباس میں لبوس تھی۔ کمرے میں نیمہ کے سوا کوئی اور موجود نہ تھا اتنی جلدی کسی کا فرار ہو جانا اور نیمہ کا کپڑے تبدیل کر لینا قلعی ناممکن تھا۔ ————— بھر۔ ————— ”کیا جو کچھ میں نے ایک لمحے پہلے دیکھا تھا وہ محض فریب نظر تھا؟“

میرا ذہن چکر گیا۔ میں عجیب بکس کش کی حالت سے دو چار تھا۔ غصے اور حیرت کی ملی جلی کیفیتوں نے مجھ پر سنگین طاری کر دیا تھا۔ ”معا“ مجھے خیال آیا کہ کہیں یوگی نے میرا امتحان لینے کی خاطر اپنی پراسرار قوتوں کے سارے اس گھناؤنے منظر کو تشکیل نہ دیا ہو؟ اس خیال نے مجھے جو کھانا دیا۔ میرے غصے کی شدت یکثرت ختم ہو گئی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے پراسرار یوگی کہیں قریب چھپا کھڑا ہے اور میری اس کیفیت پر مسکراتا رہا ہے میں نے

میں خود کو یوگی کے رویداد محرم تصور کر رہا تھا۔ یوگی کا جواب سکر میں نے اطمینان کا

ہمیں۔۔۔۔۔ غیر اختیاری طور پر میرے منہ سے نکلا۔

سافس لیا۔ کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو یوگی نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔

”میں نے تم سے کہا تھا بالک کہ جتنی پراپت کرنے کے لئے منٹ کو اپنے من کو مارنا پڑتا ہے۔ پاپ اور پن کے چکروں سے آزاد ہونا پڑتا ہے۔ پر تو تم میری گھٹنا بھول گئے تھے۔ برہمچاری یہ تمہاری پہلی بھول تھی اس لئے میں تم کو ٹھاکر سکتا ہوں پر تو اس کے لئے جہیں ایک اور امتحان سے گزرنا ہو گا۔“

”میں۔۔۔۔۔ تیار ہوں مہاراج!“ میں جلدی سے بولا۔ تو یوگی کے ہونٹوں پر بڑی کھردھراہٹ ابھری۔ معنی خیز لہجے میں بولا۔

”برہمچاری‘ تم نے کبھی لاجپتی پر بھی دھیان دیا ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔“ وہ میری ملازمہ ہے۔ کپ نے ی بتایا تھا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ پر اب جہیں میری ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔“ یوگی نے کمری سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”دھیان سے سنو بالک۔۔۔۔۔ لاجپتی‘ اندر دیوتا کی سہائی ایک اپرا تھی۔ دیوتا نے اسے میری اچھا (خواہش) پر دھرتی پر بھیجا ہے۔ میں نے اسے تمہارے کارن اندر دیوتا سے مانگا تھا۔ اب میری آگیا پر جہیں اسے سویناکر کرنا پڑے گا۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

”کوئی چتا مت کہو برہمچاری‘ میرا دیا ہوا وچن اپنی جگہ اٹل ہے تمہاری سندری کو ان باتوں کی ہوا اس سے تنک نہیں ملے گی جب تک تم میری آگیا کا پالن کرتے رہو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پاپ اور پن کے نکمروں سے چھٹکارا پاؤ۔ اس کا کیل یہی ایک طریقہ ہے کہ تم کو لاجپتی کے کول شریر کو سویناکر کرنا پڑے گا۔“ یوگی کے لہجے میں حکم تھا وہ مجھے گھور کر بولا۔۔۔۔۔ ”لاجپتی‘ اندر دیوتا کی داسی ہے مودک۔ تم کو اسی سے اس کے پاس ہو گا۔ ایک بات اور دھیان سے سنو۔ لاجپتی کی کبھی بات سے کبھی منہ موڑنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ تمہارا دوسرا امتحان ہو گا۔ اگر تم سے اب کوئی بھول ہوئی تو پھر جہیں بڑی کشنائیوں سے گزرنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے تم اپنی سندری سے بھی ہاتھ دھو بیٹو۔۔۔۔۔ یو برہمچاری۔ کیا تم اپنے گرو کی آگیا کا پالن کرنے کے لئے تیار ہو؟“

یوگی برابر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہاتس کر رہا تھا۔ اس کی خوفناک نظروں میں نہ جانے کیا سحر تھا کہ میں اس میں ڈوب گیا۔۔۔۔۔ یوں جیسے مجھ پر محلِ نجوم کی

کینیت طاری ہو گئی ہو۔ میں نے کسی وقاردار شاگرد کی طرح جلدی سے کہا۔ ”مہاراج۔۔۔۔۔ میں تمہارے حکم کو ماننے سے کبھی انکار نہیں کروں گا۔ تم میرے گرو ہو۔“

”مجھے دشواس تھا کہ تم ہی جواب دو گے۔۔۔۔۔“ یوگی نے تخت سے اٹھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ میرے قریب آکر میری پیٹھ چھلی مجھے آغوش دیا۔ پھر اچانک ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

میری حالت اس وقت کسی ایسے فرانہوار شاگرد کی سی تھی جو اپنے استاد کی ہر بات کو ماننا ایمان سمجھتا ہو۔ یوگی کے جانے کے بعد دیر تک میں اپنی جگہ گنگ سا کھڑا بیرونی دروازے کو تنک رہا جو بدستور منتقل نظر آ رہا تھا۔ میرا ذہن اس وقت بالکل خالی ہو رہا تھا۔ صرف ایک بات مجھے رد و دکر اس بات کا احساس دلا رہی تھی کہ میری ایک معمولی سی لافز بھی فیہ کی زندگی کو برباد کر سکتی ہے۔ مجھے فیہ کو ہر قیمت پر بچانا تھا۔ ذاتی طور پر بھی یہ نکتہ میرے ذہن میں بیٹھ چکا تھا کہ دولت اور طاقت کے بغیر انسان زندگی میں بیش مجبور‘ لاچار رہے ہیں رہتا ہے۔ میرے قدم لاجپتی کے کوارٹر کی سمت اٹھنے لگے۔ میرے دل میں کچھ عجیب کیسٹیں ابھر رہی تھیں۔ حویلی سے باہر آکر میں نے لان عبور کیا۔ احاطے کے مشرقی کونے میں لاجپتی کی کوشری اس وقت گھپ اندھیرے میں کسی آئینہ کی طرح پراسرار نظر آ رہی تھی۔ میں دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔ اندر سے مدھم دھن کی ایک کرن پھوٹ رہی تھی۔ چند ٹائے تنک میں خاموش کھڑا رہا پھر میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

میرے دستک دینے کی دیر تھی کہ دروازہ یلخت کھل گیا۔ جیسے لاجپتی میری آمد کی پہلے سے منتظر تھی۔ میں نے اس کے سر پر نظر ڈالی تو خون کی حدت حیر ہوئے گی۔ لاجپتی کے کندھن جیسے جسم پر اس وقت ہارک لباس قلعا“ ناکافی ثابت ہو رہا تھا۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز صاف طور پر نظر آ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نشے کی سی کیفیت موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ بڑے سودبانہ انداز میں اپنے ہال پیچھے کی جانب جنگ کمرہ لے۔۔۔۔۔ پھر حارے مالک۔“

میں اس کے سر پر آنکھوں سے دیکھتا ہوا اندر داخل ہوا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لاجپتی نے دروازہ بند کیا اور میرے قریب آگئی اس کا انداز اس وقت بھی کتروں جیسا تھا۔ ”الک۔۔۔۔۔ اس نے میری نظروں میں جمائیے ہوئے کہا۔ ”میرے بڑے

بھاگ جو آپ کے پوتہ پر میرے دوار تک آئے۔ داسی سے کوئی کام تھا تو حویلی میں بلا لیا ہوا۔

”لاجونی“۔۔۔۔۔ میں نے سوکھ لگتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔۔ ”کیا تم جانتی ہو کہ اس وقت میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟“

”کیوں آئے ہیں مالک۔۔۔۔۔ میں کیا جانوں۔“ لاجونی نے بڑی مصومیت سے جواب دیا۔ لیکن میں اس کی آنکھوں میں حیرت والے سرخ ڈوبوں کو دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ وہ میری آمد کا راز پہلے سے جانتی ہے۔

”لاجونی میرے قریب آؤ۔۔۔۔۔ میں نے کہنت سے کہا۔

لاجونی ایک لمبے کے لئے جمبکی بھر شرابی لپاتی میرے قریب آگئی۔ میرا اور اس کا درمیانی فاصلہ ایک قدم سے زیادہ نہ تھا۔ اس کے لباس سے بھٹکتے والا جسم مجھے دوانہ بنا رہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے آج سے پہلے اس کے خائب و فراد کو کیونکر نظر انداز کیا۔ میں لپٹائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر لاجونی کی کلائی پکڑ لی اور اسے خود سے اور قریب کر لیا۔ اتنا قریب کہ اس کی سانسیں میری سانسوں میں مدغم ہونے لگیں۔ لاجونی نے میری اس جرات پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔۔۔۔۔ خود پردگی کے انداز میں میری آغوش میں نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔ اس کے جسم کی گرمی مجھے پاگل بنا رہی تھی۔ یوگی کے الفاظ میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ یقیناً میں نے لاجونی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور اس پلنگ پر آگیا جو ایک جانب بڑے سلیٹے سے بچھا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ یوگی کی مرضی کے عین مطابق تھا۔ لاجونی نے میری کسی حرکت پر اعتراض نہیں کیا۔ طوفان گزر گیا تو اس نے اٹھ کر اپنے کپڑے درست کئے اور میرے قریب آکر کمری ہو گئی۔ اس کی نظروں میں اب کیف و مسی کے بجائے وقار جھلک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر قحمانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ مجھے شرم نظروں سے دیکھ کر بولی۔ ”منوہر۔۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے یوگی مدارج کا کتنا نہیں ٹالا اور اپنے امتحان میں پورے اترے۔“

مجھے لاجونی کا لہجہ گراں گزر رہا تھا۔ آج سے پہلے اس نے اس قدر بے تکلفی سے گفتگو نہیں کی تھی۔ ”معا“ مجھے یاد آگیا کہ یوگی نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں لاجونی کی کسی بات کو سامنے سے انکار نہ کروں۔ میں نے لاجونی کو غور سے دیکھا پھر اسے گھٹیت کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے بڑی اہانتیت سے بولا۔

”لاجونی“ آج سے ہم دونوں دوست ہیں، یوگی مدارج نے مجھے یہی ہدایت دی تھی لیکن ہمیں ہر حال فیملی کے سامنے غلط رہنا پڑیگا۔ خود مدارج نے مجھے دہن دیا تھا کہ فیملی میں باتوں کے بارے میں کچھ نہ جان سکے گی۔۔۔۔۔

”تم اس کی چٹا مت کہو منوہر۔۔۔۔۔“ لاجونی نے جواب دیا۔ ”میں اندر دیوتا کے اکھاڑے کی اپسرا ہوں۔ دیوتاؤں کی سیوا نے مجھے سارے کر سکھا دیئے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ کسی سے مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔“



لاجونی سے میرے تعلقات باقاعدہ استوار ہو چکے تھے لیکن جو کچھ ہوتا وہ رات کے اندر میرے میں ہوتا۔ دن کے اہالے میں وہ کینوں پیسے انداز میں مجھ سے پیش آتی تھی۔ فیملی غریب کو کسی بات کا مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے چونکہ خود کو حالات کے دھاروں پر چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے مجھے بھی بظاہر کسی بات کی فکر یا پریشانی نہیں تھی۔ البتہ کچھ دنوں سے میں ایک بات ضرور محسوس کر رہا تھا کہ لاجونی مجھ پر حاوی ہوئی جا رہی ہے۔ جہاں تک جسمانی تعلق تھا اس نے کبھی میری خواہشات کو رد نہیں کیا، مگر دوسرے معاملات میں وہ مجھ سے اختلاف کرتے لگی تھی۔ یوگی کی صحت میرے ذہن میں موجود تھی اس لئے میں نے کبھی لاجونی سے شکایت نہیں کی۔ مجھے یقین تھا کہ اسے کسی خاص مصلحت کی بنا پر میرا اتالیق مقرر کیا گیا ہے۔ البتہ مجھے اس بات کا شبہ نہیں ہوا تھا کہ لاجونی بھی کچھ پوشیدہ قوتوں کی مالک ہو گی۔ لیکن ایک رات ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے اس شبہ کو حرف فلک کی طرح مٹا دیا۔

اس روز میں حسب دستور نصف رات گزر جانے کے بعد چوری چھپے اپنے کمرے سے نکلا اور لاجونی کے کوارٹر میں پہنچ گیا۔ معمول کے مطابق لاجونی میری منتظر تھی۔ میں اس روز کچھ زیادہ ہی جذبات میں تھا۔ چنانچہ لاجونی کے سامنے آتے ہی میں نے اسے اپنی آغوش میں گھٹیت لیا۔ اسے بھی دروازے کو بند کرنے کا خیال نہ رہا۔ میری بے اختیار حرکت نے غالباً اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ہم دونوں ہمیشہ کی طرح آج بھی جذبات کی رو میں دوڑے ہوئے رہے تھے کہ یقیناً لاجونی نے مجھے چاہلک کیا۔ اس کے لہجے میں درعوں جیسی غراہٹ موجود تھی۔

”منوہر۔۔۔۔۔ چھوڑ دو مجھے۔ کج میں اس راکشش کو ذمہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں اسے باتوں کی کہ اپسرا نہیں بنی گا۔ کام کرنے کے باوجود اپنے اندر تھوڑی بہت فطرت بھی

زمین سے ایک خوفناک بھیڑا نمودار ہو کر لاجوتی کی طرف لپکا۔ لیکن لاجوتی نے فوراً ہی اس کا ٹوڑ کھل۔ زمین پر غلابازی کھاتے ہی وہ شیرنی کا مدب دھار کر بھیڑے پر حملہ آور ہو گئی۔ اور پلک جھپکتے میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ پھر اس نے ایک جست لگائی اور دوبارہ عورت کی شکل اختیار کر کے گول واس کے سر پہ پہنچ گئی اس کے بعد نہ جانے اس نے کیا حرکت کی کہ گول واس کے جسم سے دوبارہ شعلہ بھڑک اٹھے۔ پھر یہ شعلہ تیزی سے آسمان کی طرف دائرے کی شکل میں ناپچتے ہوئے بلند ہونے لگے۔ میں پہنی پہنی نظروں سے اس وقت تک ان شعلوں کو دیکھتا رہا جب تک وہ فضا کی دستوں میں گم ہو کر میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئے۔ میرے اوسان خطا ہو چکے تھے مجھے کسی بات کا کچھ ہوش نہ تھا۔ دوبارہ میں اس وقت چونکا جب لاجوتی نے میرے قریب آ کر مجھے پیار سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”تم کوئی چنانہ کو منور۔۔۔۔۔۔ اب وہ پانی بھر بھی میرا دھچکا کرنے کی بھول نہیں کرے گا۔ میں نے اسے الگ کے شعلوں میں گر تار کر کے اندر دیوتا کے پاس بھیج دیا ہے۔ مجھے دشواری ہے کہ دیوتا اسے میرا اہمیت کرنے کے کارن ضرور نکٹ ویں گے۔“

”لیکن وہ کون تھا؟“ میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

”تم ان چکروں کو نہیں جان سکو گے منور۔۔۔۔۔۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے

بھول جاؤ۔“ لاجوتی نے سرد مہری سے جواب دیا۔ پھر مجھے ہاتھ تھام کر اندر لے گئی لیکن میرا ذہن بدستور ان پر اسرار باتوں میں دلچسپ ہوا تھا۔ لاجوتی کا حسین قرب اور اس کے جسم کی گرمی بھی مجھے حائر نہ کر سکی اس کے علاوہ کچھ دیر پہلے میں نے اسے جس مدب میں دیکھا تھا اس نے بھی مجھے اس کی جانب سے تھکر کر دیا تھا۔ محض دیکھو کے کی خاطر میں اس کے ساتھ اوپری دل سے لگاؤ کی باتیں کر رہا تھا۔

میرا خیال تھا کہ میں لاجوتی کو اپنی اراکارانہ صلاحیتوں سے نال دوں گا لیکن یہ میری بھول تھی۔ چند ساعت تک لاجوتی مجھے راہم کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر پھرے ہوئے لہجے میں بولی۔

”منور۔۔۔۔۔۔ تم نے یوگی سادراج کو دجن دیا تھا کہ اپنے من کو مارنے کی کوشش کرے“ میری آگیا کا پالنہ کردہ بھاری دُجو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بھول جاؤ۔“

”یہ نامکن ہے لاجوتی۔۔۔۔۔۔“ میں نے اسے سے ہوئے اعزاز میں کہا۔ جو کچھ میں نے آج دیکھا ہے۔ اس سے زیادہ دیکھنے کی مجھ میں تمکب نہیں۔ ان گورکھ دھندوں میں

میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ مجھے دولت اور طاقت نہیں چاہیے۔ مجھے میری دنیا میں داپس بھیج دو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔“

”منور کہ۔۔۔۔۔۔ تو یوں نہیں مانے گا۔“ لاجوتی نے سرو آواز میں جواب دیا۔ پھر اس نے کچھ پڑھ کر میرے چہرے پر پھونک ماری تو مجھے یوں لگا جیسے کسی نے تہتی ہوئی ریت میری آنکھوں میں ڈال دی ہو تکلیف کے ناقابل برداشت احساس نے مجھے غصہ کی حالت سے دو چار کر دیا۔ میری آنکھوں کے سامنے گھپ اندھیرے ناپچنے لگے۔ میں نے خود کو سنبھالنا چاہا لیکن میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ لاجوتی کی گرفت میری کلائی پر مضبوط تھی۔

غصہ کی کی یہ کیفیت مجھ پر کتنی دیر طاری رہی مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں البتہ جب دوبارہ میرا ذہن جاگا اور میرے اوسان بحال ہوئے تو میں نے خود کو ایک ویران علاقے میں پایا۔ جہاں چاروں طرف پہاڑی سلسلہ تھا۔ دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان نہ تھا۔ میں خود کو اس دیرانے میں دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ مجھے اس کا مطلق کوئی اندازہ نہ تھا کہ میں اس وقت کس مقام پر ہوں۔ دن کا اجالا دیکھ کر اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ رات بھر میں بیوٹھ رہا ہوں۔ میری کیفیت اس وقت کسی ایسے جوار ی جیسی تھی جو ایک ہی واڈ پر اپنا سب کچھ بار گیا ہو۔ مجھے بھولی بھری باتیں یاد آرہی تھیں۔ میرا دل خون کے آنسو دھننے پر مجبور تھا۔ بڑی دیر تک میں کھلے آسمان کے نیچے پڑا اپنی کس مہری پر روتا بسوتا رہا۔ پھر اٹھا اور ایک سمت چل پڑا۔ مجھے نمبر کی یاد ہی طرح ستا رہی تھی۔ میں تن بہ تقدیر چلا رہا۔ بھوک پیاس کی شدت نے مجھے الگ بڑھال کر رکھا تھا۔ مجھے اپنی حماقت کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ لاجوتی کے دہروہ حقیقت کا اظہار کر کے میں نے یقیناً بھول کی تھی۔ مجھے اس بات پھر بھی حیرت تھی کہ لاجوتی میرے دل کے راز جاننے میں کس طرح کامیاب ہو گئی۔ میرا ذہن بری طرح پراگندہ ہو رہا تھا۔

اپنا کاپتا اور گرا پڑا کسی طرح میں ایک پہاڑی پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا لیکن جب دوسری طرف نظر ڈالی تو میرا حوصلہ ایکبار پھر پست ہو گیا۔ پہاڑی کی دوسری سمت آدھ نظر نہ جانے کونسا سمندر یا دریا پھیلا نظر آ رہا تھا۔ میں کچھ سوچ کر نیچے اترنے لگا۔ ذہن برابر گھومتے ہوئے حالات پر غور کر رہا تھا۔ میں اپنے پریشاں خیالات میں محو نیچے اترتا رہا۔ ترائی کا راستہ چونکہ مٹھوش تھا اس لئے میری نظریں نیچی تھیں اور میں پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔ مبادا کہ ایک معمولی سی غلطی مجھے موت کی بھیاں لگا دے اور میں تک پہنچا دے۔

میں بڑی احتیاط سے ترائی کی طرف بڑھ رہا تھا ایک مسلح حصے پر پہنچ کر میں سانس درست کرنے کے لئے رکا، لیکن پھر جو میں نے سامنے نظر ڈالی تو مجھ پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں حیرت سے انھیں پھاڑے گھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اب نہ میرے سامنے کوئی دریا تھا نہ سمندر بلکہ وہی دیرین میدان تھا جس کو عبور کر کے میں نے پہاڑی سلسلہ طے کیا تھا۔ پلٹ کر میں نے پشت کی سمت نظر ڈالی تو عروس ہوا کہ میں پہاڑی کے چوچ وچ کھڑا ہوں۔ میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیلنے لگا۔ حالات نے مجھے جن ناقابل فہم جن اور پراسرار حالات سے دو چار کر دیا تھا اس کی شدت کو عروس کر کے ٹھکن کا احساس اور بڑھ گیا۔ میں کسی لئے ہوئے مسافر کی طرح اس مسلح حصے پر بند گیا۔ میرے سوچنے بچنے کی قوت مفلوج ہو چکی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا اگلا اقدام کیا ہونا چاہئے، ایک بار دل چاہا کہ دوبارہ پہاڑ کی چٹائی پر جاؤں لیکن اب مجھ میں اتنی ہمت باقی نہ تھی۔ متواتر تین چار گھنٹے چلنے سے میرا جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند درد کر رہا تھا۔ پیاس کی شدت کے باعث حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ میں اسی مسلح گھر چڑھی زمین پر گھر سیدھی کرنے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ ہوا کے تیز جھونکوں نے میری ٹانگوں اور ہوسا دی۔ میرا ذہن ایک بار پھر تاریکیوں میں مدغم ہو گیا۔ نیند کا غلبہ اتنی تیزی سے میرے اعصاب پر مادی آیا کہ میں اس سے نجات نہ حاصل کر سکا۔ اور پھر۔۔۔۔۔

میں نے خود کو اپنی حویلی میں پایا۔ میرے قدم خود بخود فیہر کی خواہش کی جانب اٹھنے لگے۔ میں فیہر سے ملنے کی خاطر بیٹا بے چین تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا میں خواہش میں داخل ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے ٹھٹھک کر رک گیا۔ میری نظروں نے جو کچھ دیکھا اس نے مجھے غصے سے پاگل بنا دیا۔۔۔۔۔ مجھے اپنی نظروں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ فیہر اس وقت نیم عریاں حالت میں ایک خور و نوجوان سے ہم آغوش تھی۔ میں نے اس نوجوان کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابھی میں طیش کی حالت میں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ قریب رکھی ہوئی میز سے چیل کا گدھان اٹھاؤں اور ایک ہی وار میں فیہر کی کھوپڑی دو حصوں میں منقسم کر دوں کہ یک لخت خور و نوجوان نے کدھ لے لی۔ میری اور اس کی نظریں چار ہوئیں تو ایک لمحے کے لئے وہ گزریا گیا۔ لیکن پھر بڑی ڈھٹائی سے مجھے مخاطب کر کے بولا

”مہاشے۔۔۔۔۔ تم کون ہو اور اس سے بنا اجازت کے کمرے میں کیوں گھس آئے۔“

”کیسے۔۔۔۔۔ ذلیل۔۔۔۔۔ میں آپ سے باہر ہو کر غصے میں چٹکا۔“ فہر میں ابھی

تجھے بتانا ہوں کہ میں کون ہوں اور اس وقت یہاں کس ارادے سے آیا ہوں۔“

اپنا جملہ ادا کر کے میں نے پلک کر گدھان اٹھا لیا پھر نظرت بھری نظر فیہر پر ڈالی۔ وہ تباہکار عورت بجائے مجھ سے خائف ہوئے اور اپنی ذلیل حرکت پر پشیمانی کا اظہار کرنے کے مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں غصے میں آگے بڑھا تو فیہر یکتھ کسی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح تیزی سے اچھل کر سسکی سے نیچے آئی اور عذارت بھرے کشت لہجے میں مجھے مخاطب کر کے بولی۔

”شعیرا! اگر تم نے اب ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ اگر جھیس اپنی ذمہ داری ہے تو خاموشی سے لئے قدموں میری خواہش سے باہر چلے جاؤ۔ ورنہ مجھے مجبوراً ملازموں کو آواز دینی پڑے گی جو جھیس دیکھے مار کر باہر پھینک آئیں گے۔۔۔۔۔ سنا تم نے؟ میں تم سے کیا کہہ رہی ہوں؟“

ایک لمحے کے لئے میرے پوچھنے ہوئے قدم رک گئے۔ مجھے فیہر سے اس رویے کی توقع نہ تھی۔ اس کے الفاظ پچھلے ہوئے پیسے کی طرح میرے کانوں کے ذریعے دل کی گھرائیوں میں اترتے چلے گئے تھے۔ وہ اپنے کسی آشنا کی خاطر اس کی موجودگی میں مجھے یوں عذارت سے دھتکار دیتی، میں نے خواب میں بھی اس کا تصور نہیں کیا تھا۔ چہ مٹانے کے لئے میں گنگ سا رہ گیا۔ پھر فیہر کو قرعہ لگد نظروں سے گھورتا ہوا حلق کے ٹل چلایا۔

”فاحشہ۔۔۔۔۔ تیری یہ مجال کہ تو مجھے اپنے آشنا کی موجودگی میں ذلیل کر رہی ہے۔“

”جو اس بند کرد شیر۔۔۔۔۔“ فیہر نے بھی اسی لہجے میں رپ کر جواب دیا۔

اگر میں فاحشہ ہوں تو تم بھی آوارہ اور بد کردار ہو۔ کیا تم نے میری محبت کو دھوکا نہیں دیا۔۔۔۔۔؟ تم نے فرید الدین کی بہن فریدہ کے دامن صحت کو تار تار کیا لیکن میں نے کچھ نہیں کہا۔ تم نے اپنی ملازمہ لاجپتی کے ساتھ منہ کالا کیا، میں نے اس وقت بھی تم کو لعنت سلامت نہیں کی۔ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گئی۔۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔

آج تم کس منہ سے مجھے کسی غیر مرد کے ساتھ دیکھ کر لال پیلے ہو رہے ہو۔۔۔۔۔ جاؤ نکل جاؤ میری خواب گاہ سے، میرے نجی معاملات میں اب جھیس دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔“

فیہر اپنا جملہ کھل کر کے تیزی سے مسمری پر مگی اور بڑی بے غیرتی سے میری نظروں کے سامنے دوبارہ اسی اجنبی نوجوان سے ہم آغوش ہو گئی۔۔۔۔۔ میں اعتراض کرتا

ہوں کہ فیض نے اس وقت جو کچھ کہا وہ درست تھا لیکن اس وقت میری غیرت اس بات کو برداشت کرنے پر تیار نہ تھی کہ میں فیض کو اپنی موجودگی میں کسی غیر مرد کے ساتھ اس قدر بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ ہم آغوش دیکھوں۔ میرے سر پر خون سوار ہو گیا۔ میں نے اسے بچھڑا کر آگے بڑھا لیکن گل اس کے کہ میں فیض اور اس نوجوان کا سرپاش پاش کر کے اپنی غیرت کا علم بلند کرنا کسی نے میری کلائی دور سے پکڑ لی۔

دوسرے ہی لمحے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے خود کو اسی پہاڑی پر پایا جہاں میں تھک کر لیٹ گیا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی میں ہڑبڑا کر اٹھا لیکن پھر خوف کی ایک لہر میرے جسم میں سرائت کر گئی۔ مجھے جھرتھری آ گئی۔ میں پھٹی پھٹی طرفہ نظروں سے پراسرار یوگی کو گھورنے لگا جو میرے سامنے سینہ تانے کھڑا مجھے قبر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کے چور بید خطرناک تھے۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز تر ہوتی گئیں۔



آنکھ کھلنے پر میں نے پراسرار یوگی کو سامنے پایا وہ سینہ تانے کھڑا مجھے قبر آلود نظروں سے گھور رہا تھا، چور خطرناک تھے۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں، ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ کچھ دیر گزر گئی جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس نے میرے ذہن کو متسل کر دیا تھا۔ فیض میرے دل و دماغ میں بسی ہوئی تھی، میری نفسی پورن لال پر مرکوز تھیں لیکن ذہن فیض کے سلسلے میں قلا بازیاں کھا رہا تھا۔ کچھ لمحے خاموشی سے گزر گئے پھر پورن لال نے سر اٹھایا میں نے مجھے مخاطب کیا ”منوہرا! تجھے خبر ہے کہ میں اس سے یہاں کیوں آیا ہوں۔“

”مساراج۔“ میں نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے عاجزی کا مظاہرہ کیا۔ ”مجھے علم ہے کہ تم نے ناراض ہو کر مجھے اس دیران پہاڑی پر بھیجا ہے اور لب تم مجھے سزا دینے آئے ہو۔“

”برہمچاری!“ یوگی نے مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ ”تم نے لاجپتی کا اہلکار کیا ہے، کیا میں نے تم کو نہیں بتایا تھا کہ لاجپتی ایک اپسرا ہے اور میں نے اسے اندر دیکھا کی سب سے دھرتی پر بلوایا ہے۔“

”تم نے یہی کہا تھا مساراج۔“ میں نے اقرار کیا۔
”میں نے یہ بھی آگیا دی تھی کہ تجھے لاجپتی کو سونپنا کرنا پڑے گا۔“
”مجھے یاد ہے یوگی مساراج!“

”پھر۔۔۔۔۔۔“ پورن لال نے گرجدار کواڑ میں پوچھا ”تو نے لاجپتی کے من کو دکھ کیوں پہنچایا؟“

”مساراج!“ میں نے تھوک نچتے ہوئے ہل زبان میں جواب دیا۔ ”لاجپتی اور گوگل واس کے درمیان ہونے والی پراسرار جنگ نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا، اس وقت میرا دماغ خراب ہو گیا تھا مساراج، مجھے کچھ یاد نہیں کہ اس حالت میں میں نے لاجپتی سے کیا کچھ کہا تھا۔“

جواب میں پراسرار یوگی کی آنکھیں دھکتے آنکھوں کی طرح سرخ ہو گئیں۔ کچھ دیر وہ

خون کی گردش خیر ہونے لگی۔

”اب کیل کی طریقہ ہے برہمچاری۔“ یوگی نے زہر خند سے بولا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ تم پاپ اور پن کے جھیلوں سے دور ہو جاؤ، میں نے کہا تھا کہ ہفتی پر اپت کرنے کے لئے تم کو اپنے من کو مارنا ہو گا۔ پر تو تم نے میری آگیا کا پالن نہیں کیا، تم کو صرف اپنی سندری کا پیار بھرا رہا تھا، تم نے میری ہفتی سے نجات پانے کی کوشش شروع کر دی، لا جوتی نے تمہیں سمجھایا پر تو تم نے اس کا کما بھی نہیں مانا، تم گھنڈی ہو گئے تھے برہمچاری! میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں، مان ہفتی کا مالک، بلون اور ان باتوں کو حاصل کرنے کے لئے منش کو پاپ اور پن کے چکروں سے آزاد رہنا چاہئے۔“

پراسرار یوگی کا ایک ایک لفظ میری سماعت پر بجلی بن کر لوٹ رہا تھا، پچھلے ہونے سے کی طرح میرے دل کی گمراہیوں میں اتر رہا تھا۔ میں تڑپ کر رہ گیا، میرا دل چاہا کہ میں اپنی اور یوگی کی جان ایک کر دوں لیکن میں جانتا تھا کہ پورن لال، مان ہفتی اور شیطان قوتوں کا مالک ہے۔ اس کا ایک اشارہ مجھے خاک کے ڈبیر میں بدل سکتا تھا، میں نے خون کے گھونٹ پینے پر اتفاق کیا، اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا، پراسرار یوگی نے مجھے خاموش دیکھا تو مسکھ اڑانے والے انداز میں بولا۔

”کس دھار میں تم ہو برہمچاری، کچھ یلو، مورت بنے کیوں کھڑے ہو۔“
 ”یوگی مہاراج۔“ میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ”صرف ایک بار مجھے اور محافل کر دو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ کبھی تمہیں شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔“
 ”غیر سے ملنے کو بہت بیاکل ہو۔۔۔۔۔۔ کیوں منور؟“

یوگی کے لہجے میں طوق تھا، بھوری اور بے کسی کے احساس کی شدت کی وجہ سے میری آنکھیں نمناک ہو گئیں، دل بھر گیا۔ میں نے جواب دینے کے بجائے اثبات میں سر کو جنبش دی تو پورن لال بولا

”میں تمہیں حویلی میں پہنچا سکتا ہوں برہمچاری پر تو ایک شرط ہے۔“

”وہ کیا؟“ میں نے تیزی سے پوچھا۔

”تمہیں لیمہ اور اجیت کمار کے سبندہ کو برداشت کرنا ہو گا۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں نے مختصراً احتجاج کیا تو یوگی نے لا پداہی سے کہا۔

”سوچ لو منور۔۔۔۔۔۔ منش کو کچھ حاصل کرنے کے لئے بڑے پاپ بچنے پڑتے

ہیں۔“

مجھے گھورتا رہا۔ اس کی نظریں مجھے چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، میں کچھ رہا تھا کہ وہ اپنی ہفتی کے زور سے میرے دل کا مائل معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، میں نے نظریں اس کے چہرے سے ہٹائی چاہیں لیکن ایسا نہ کر سکا، کوئی غیر ملکی قوت بڑی تیزی سے میرے اعصاب پر قابو پا رہی تھی، ایک ایک لمحہ میرے لئے بڑا اذیتناک تھا، تھوڑے وقف کے بعد پراسرار یوگی کے بندے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھری بھر بکھلت وہ سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

”منور! کیا مجھے، تمہیں سمجھانا پڑیگا کہ گرد اور چیلے کا آپس میں کیا سبندہ ہوتا ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔“

”مہرورک۔“ پورن لال نے تیزی سے میرا جملہ کاٹنے ہوئے کہا۔ ”تو میری آنکھوں میں دھول جھونکے کی کوشش کر رہا ہے، بتاؤں تجھے کہ تو اس سے کس ہفتی سے بات کر رہا ہے۔“

”مجھے شکر دو مہاراج!“ میں نے ہاتھ جوڑ کر دو دینے والے انداز میں کہا۔ ”اب کبھی مجھ سے کوئی بھول چوک نہ ہوگی۔“

”اس کا دجن تو نے پہلے بھی تو تھا، پر تو نے ایسا نہیں کیا۔“

”رحم کو یوگی مہاراج!“ میں گڑ گڑانے لگا۔ ”اب میں کبھی تمہارے کسی حکم کی قیل سے گریز نہیں کروں گا۔“

”اپنی فیر سندری کے کارن بیاکل ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔ کیوں؟“ یوگی نے معنی خیر لہجے میں کہا تو میرے دل کی دھڑکنیں خیز ہو گئیں، میں نے اپنا ٹھٹھا ہونٹ دانتوں تلے چبھنے سے بچھڑایا، میرے تصورات کے پردوں پر ایک بار پھر وہی منظر ابھر آیا جو کچھ دیر پہلے میں نے سوئے میں دیکھا تھا، بے بسی کے احساس نے مجھے تڑپا دیا۔

ابھی میں اپنے خیالات میں غرق تھا کہ پورن لال نے کہا۔

”منور برہمچاری، تم جسے پنا سمجھ رہے ہو وہ پنا نہیں بلکہ حقیقت ہے۔“

”کیا۔۔۔۔۔۔“ میں نے مختصراً نگھوں سے یوگی کو گھورتے ہوئے حیرت سے پوچھا تو وہ بدستور خوفناک سنجیدگی سے بولا۔

”تمہاری سندری نے میرے ایک چیلے اجیت کمار کو اپنے پریمی کے الو مار سوینار کر لیا، تم نے جس منش کو اپنی سندری کے شر سے کھینچے دیکھا تھا وہی اجیت کمار ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں نے بڑے تلخ لہجے میں کہا پھر ہونٹ چپانے لگا، میرے

میں تھلا کر رہ گیا، یوگی کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، ذہن میں طوفان اٹھ رہے تھے، پودن لال کی شرط مان لینا میرے پاس سے باہر کی بات تھی، میری غیرت بھلا یہ کیونکر برداشت کر سکتی تھی کہ میں قیمہ کو کسی غیر کے ساتھ رنگ رلیاں مٹاتے دیکھوں اور ہر بلب رنوں، ابھی میں اندر ہی اندر مجلس رہا تھا کہ یوگی نے پتی سنجیدگی سے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

[illegible]

میرا ذہن الجھتا رہا، حالات نے مجھے بے بسی کی انتہا تک پہنچا کر بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے ایک لمحے کو مجھے خیال

مگر ذرا کہ میں نے ہوگی کی شرطوں کو نہ مان کر غلطی کی، اگر میں اس کی بات مان لیتا تو وہ یقیناً اپنے وعدے کے مطابق مجھے حویلی پہنچاتا، لیبرہ میری نظروں کے سامنے ہوتی۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں نے اس ہیودہ خیال کو ذہن سے جھٹک کر نکال پھینکا۔ میں مرجانا پسند کر سکتا تھا لیکن اپنی نظروں کے سامنے اپنی غیرت کا خون دیکھنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

خاصی دیر تک میرا ذہن قلم بازیاں کھاتا رہا پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا؛ ایک آخری دور اعلیٰ فیصلہ۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ خواہ حالات کچھ ہی ہوں، میں مرتے مرجاؤں گا لیکن فیصلہ کے ضمن میں پورن لال کی اس بیوقوفہ شرط کو کبھی تسلیم نہ کروں گا۔ اس فیصلے پر پہنچ کر مجھے قدرے سکون ملا لیکن یہ میرا وہم تھا، سکون محض عارضی تھا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ پر اسرار ہوگی کی ناہانگشتی مجھے ہر بات کے لئے مجبور کر سکتی ہے، میرا ضمیر مردہ کر سکتی ہے اور خود اپنا گنا اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے پر تیار کر سکتی ہے، تو میں اس کی شرط ماننے سے کبھی انکار نہ کرتا۔ لیکن مقدر کا لکھا پورا ہوتا تھا، میرے نصیب میں ٹھوکریں تھیں، مجھے زمانے میں رسوا ہونا تھا، اس لئے میں نے ایک غلط فیصلے پر ٹھوس ارادوں کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا تہیہ کر لیا، جو کچھ میرے اس فیصلے کا نتیجہ ہوا اس کا تذکرہ میں بعد میں کروں گا۔

فریضہ میں نے ایک آخری فیصلہ کر کے وقتی طور پر اپنے ذہن کے بوجھ کو ہلکا کیا اور ایک بار بھر پہاڑ کی چوٹی کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ میں اس بات کو مطلق بھول گیا تھا کہ میرا سابقہ پورن لال جیسے پراسرار یوگی اور خطرناک حد تک شیطانی قوتوں کے مالک سے تھا۔ میں تمام باتوں سے بے نیاز تیز تیز قدم اٹھاتا چلی کی جانب بڑھتا رہا، چوٹی پر پہنچ کر میں نے دوسری سمت دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے پٹی کی پٹی کی پٹی رہ گئیں۔ میرا دل اچھل کر مطلق میں آگیا، اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، میں تعجب خیز نظروں سے گیسو کو دیکھا رہا تھا جو مجھ سے بشکل پچاس گز کے فاصلے پر اسی کہنے اجیت کنارے ساتھ ہم آغوش تھی۔ ایک دھڑکنے کے لئے میں ٹھگ رہ گیا، بت بنا کھڑا ان دونوں کو دیکھتا رہا جو ایک دوسرے میں جذب ہو جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر میں چوٹا اور مطلق پہاڑ کر چلایا۔



نیمہ میری آواز سن کر چوکی، نظر کھما کر میری سمت دیکھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ وہ اچانک مجھے دیکھ کر گھبرا جائے گی، لیکن ایسا نہیں ہوا، اس کی نگاہوں میں اجنبیت کا احساس

دیکھ کر میرا دل ترپ اٹھا۔ میں بے چین ہو گیا، میں نے ایک اور فیصلہ کیا، فیصلہ کو مار ڈالنے کا۔ اس کی موت میری دشواریوں کو کم کر سکتی تھی، میرا خون کھولنے لگا، میں تیزی سے خطرناک ارادوں کو ذہن میں بسائے غیب کی طرف دڈا۔ لیکن غموں کو کھائی اور ناہموار پہاڑی پر منہ کے بل گر کر گئے لڑکھنے لگا۔ میرا سر کسی پتھر سے گرایا تھا، چوٹ شدید تھی، میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ بیوشی کا غلبہ اتنی تیزی سے حاوی ہوا کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

دوسری بار مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک لٹری وٹق ریگستانی علاقے میں پایا، اٹھنے کی کوشش کی تو جسم کا جوڑ جوڑ احتجاج کرنے لگا۔ کس نس میں نہیں اٹھ رہی تھی۔ بمشکل کھٹ لے کر آہستہ سے اٹھا اور اطراف میں نظر ڈالی تو موت کا بیابان تصور نظموں کے سامنے بھر گیا، تادم نظر ریت ہی ریت نظر آ رہی تھی۔ میں اس صحرا تک کیونکر پہنچا مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ میری حالت قابلِ رحم تھی، میرے جسم پر موجد کپڑے مار مار ہو چکے تھے ان پر جا بجا خون کے دبے نظر آ رہے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ میں فیصلہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے ارادے سے اس کی جانب لپکا تھا اور نسبی شے سے غموں کو کھا کر منہ کے بل گرا تھا۔ میں نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا، خون کے تے ہوئے لوتھڑے ابھی تک چہرے پر تھے۔ بھوک کی شدت اور پیاس کی ناقابلِ برداشت حاجت نے مجھے بے حد کنزور و مزمع کر دیا تھا۔ اس بے بسی کے عالم میں مجھے ہر سمت موت نظر آ رہی تھی، مجھے اس وقت کچھ یاد نہ تھا، صرف دو گھونٹ پانی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی تاکہ میں اپنے طلق کو تر کر سکوں، جس میں کانٹے پڑنے لگے تھے، میں نے ہمت کر کے اٹھنے کی کوشش کی ایک دو بار مایوسی ہوئی پھر کسی نہ کسی طرح اٹھ کر کھڑا ہوا، جوڑ جوڑ پھونسنے کی مانند دکھ رہا تھا۔ جن لوگوں کو بھی ریت پر کھیلنے یا چلنے کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ ریت پر چلنے میں انسان کو دو گنی طاقت لگانی پڑتی ہے۔ میں خود کو رک رک کر اور ہانپ ہانپ کر گھسیٹا رہا۔ سو گز بمشکل گیا ہوں گا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرے لپکنے لگے، پیاس کی شدت نے بے حال کر دیا۔ میں نے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی مگر مایوسی ہوئی اور تیز کر ریت پر آ رہا۔ آسمان پر نظر پڑی تو موت کا تصور یقینی ہو گیا۔ میرے سینے اوپر آسمان کی دستوں میں دو آدم خور گدھ بازو واگے اور نظریں جمائے میری موت کے شہر تھے، خوف و رہشت کے احساس سے مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی، میں خود کو کسی محفوظ مقام تک گھسیٹ لے جانا چاہتا تھا تاکہ خود کو ان گدھوں کی

خوراک بننے سے محفوظ کر سکوں لیکن اب مجھ میں اتنی سکت نہ تھی کہ میں بیہوش پر کھڑا ہو سکنا۔ میں نے اپنے ذہن کو بیدار رکھنے کی بہتری کوشش کی لیکن غنوغی بڑی تیزی سے مجھ پر حاوی آ رہی تھی۔ سوج کی تپش نے ریت کے ذروں کو حرارت بخشی تو مجھے ایسا لگا جیسے میرے تمام بدن پر موم آوار جنگلی چوٹیاں لپٹی ہوں۔ زخموں سے چپکے ہوئے ریت کے ذرات فشرین کر میرے بدن میں چھ رہے تھے، بے ہوشی کا غلبہ شدید ہو رہا تھا۔ میں نے ہم وا نظموں سے ایک بار پھر آسمان کی سمت نظر ڈالی، دونوں گدھ خاصے نیچے اتر آئے تھے، میں نے سم کر آنکھیں بند کر لیں، میرا ذہن بڑی تیزی سے تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا، صرف اتنا یاد ہے کہ میرے بازوؤں میں بڑی شدید جلن ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے بازوؤں کو شعلے میں جکڑ دیا ہو، ڈوبتے ذہن نے یہی خیال کیا کہ آؤ خور گدھ مجھ پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد کے حالات کیا تھے مجھے اس کی بابت کچھ علم نہیں۔

دوبارہ غنوغی کے باطل چھپے اور ذہن جاگا تو میں نے خود کو کچی زمین پر پڑا پایا۔ عام حالات میں زمین کی سیلن مجھے یقیناً نا پسند ہوتی لیکن اس وقت اسی سیلن نے مجھے سکون بخشتا تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی زمین میرے زخموں کے لئے مرہم ثابت ہوئی، میں نے آنکھیں کھول کر اطراف کا جائزہ لیا، میں کسی عمارت کے زمین دوز کمرے میں تھا۔ اس کا اندازہ یوں ہوا کہ کمرے میں کھڑکی اور روشندان نام کی کوئی چیز نہیں تھی ایک دروازہ تھا جو بل کھائی بیڑیوں کے آخری سرے پر زمین سے چودہ فٹ کی بلندی پر نظر آ رہا تھا۔ ایک لمبے کو میں نے غور کرنا چاہا کہ میں صحرا سے یہاں کیسے آ گیا۔ آدم خور گدھوں سے کیونکر نجات ملی۔ لیکن مٹا، میرے ذہن میں پراسرار یوگی پودن لال کا تصور بڑی تیزی سے ابھرا، اس کے لئے کوئی بات نامکن نہ تھی، میرے دل سے ایک سرد آہ نکل کر دیران کمرے کی دیواروں میں دم ہو گئی۔ میں آہستہ سے اٹھ بیٹھا، میرے زخموں میں پھل جیسی سوزش نہیں تھی، درد کی شدت بھی کم تھی البتہ بھوک پیاس کی شدت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

چند خانے میں بکھرے بکھرے خیالات کو جمع کرنا رہا پھر اٹھا اور بیڑیوں کی سمت قدم اٹھائے لگا بیڑیاں عبور کر کے میں دروازے تک پہنچا، دروازے پر زور دیا تو معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند ہے، کچھ دیر تک میں دستک دیتا رہا لیکن دوسری جانب سے کسی نے جواب نہ دیا، میری الجھن بدھتی جا رہی تھی پھر جھلاہٹ کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ میں نے بند

دروازے پر دو ہتھربانی شروع کر دی۔ دس منٹ میں متواتر دروازہ پھٹا رہا لیکن بے سود دوسری جانب سے ذرا سی آہٹ بھی نہیں سنائی دی، میں نے ہاتھ روک لئے ٹھیک اسی وقت کمرے کی درانی میں ایک نسوانی قہقہے کی آواز گونجی۔ میں نے حیزی سے پلٹ کر دیکھا تو لاجپتی بیڑیوں کے قریب زمین پر کھڑی قہقہہ لگا رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو یگانگت سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔

”بڑی جلدی ہاتھ روک لئے تم نے، میں تو سمجھتی تھی کہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں تک دروازہ پھٹتے رہو گے۔“

میں ٹھگ سا کھڑا لاجپتی کو گھورتا رہا، کبھی اس کی نظروں میں میرے لئے دعوت نگار ہوا کرتی تھی، خود سپردگی کا انداز ہوتا تھا لیکن اس وقت اس کی سرخ سرخ آنکھوں میں غلغلہ اور حقارت کا احساس چمک رہا تھا۔ میں امید و بیم کی کیفیتوں سے دو چار خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا، میں نے سوچا اگر لاجپتی کو راضی کر لیا جائے تو میری پریشانیوں کے دن ختم ہو سکتے ہیں۔ میں جیسے تیسے قدم اٹھانا بیڑیوں سے چپے اتر آیا، لیکن قفل اس کے کہ کچھ کہتا لاجپتی نے مجھے بڑی حقارت سے مخاطب کیا۔ ”اب کیا حال ہے برہنہاری؟“

لاجپتی کے لہجے کی جہن میں نے براہ راست اپنے ذہن کی اتھاہ گھرائیوں میں محسوس کی، وہ میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی تھی، مجھے باور کرانا چاہتی تھی کہ شیطانی قوتوں کے آگے میرا وجود ڈوبتے ہوئے اس جہاز کی مانند ہے جو موجوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ لاجپتی کو ٹھکرا رہا وہ مسکرا کر بولی۔

”اتنے دھیان سے کیا دیکھ رہے ہو منوہر، کیا پہلے کبھی نہیں دیکھا مجھے۔“

”لاجپتی —————“ میرے ہونٹوں کو جنبش ہوئی لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ

سکا۔

”میں جانتی ہوں برہنہاری کہ اس سے تمہارے من میں کیا ہے، تم مجھ سے دیا کی بیگ مانگنا چاہتے ہو۔“ لاجپتی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ پھر بڑی لگاوت سے بولی ”تم نے میرا شریر چھوا ہے منوہر، میرا تمہارا سببندہ قریب کا ہے، تمہاری جدائی مجھے بھی بے یار و مددگار رہتی ہے۔ پر تو میں تمہاری کوئی سہارا نہیں کر سکتی، تم نے یوگی مہاراج کی آگیا کا پالن نہیں کیا، جو دھن تم نے مہاراج کو دیا تھا اس میں پورے نہیں اترے، تم نے من کو مارنے کی کوشش بھی نہیں کی۔“

لاجپتی کے لہجے کی اپنائیت محسوس کر کے مجھے ہمت ہوئی، حیزی سے بولا۔

”لاجپتی، میں جانتا ہوں کہ مجھ سے بھول ہوئی لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی مہاراج کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا، تم نے مجھے سزا دی تھی لاجپتی، تم ہی مہاراج سے میری سفارش کر سکتی ہو۔“

”مہاراج کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں منوہر، میں تم کو کوئی دھن نہیں دیتی البتہ میں کوشش کروں گی کہ مہاراج تمہیں شاکر دیں۔“ لاجپتی نے ہمدردانہ لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ ”میرے ایک بات سوچ لو، تمہیں مہاراج کی ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ اگر پھر تم اپنے دھن سے بچے تو کوئی فکری تمہیں مہاراج کے کٹھ سے نہیں بچا سکے گی۔“

”میں وہی کروں گا لاجپتی جو تم کو گی۔“ میں نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا پھر آگے بڑھ کر لاجپتی کے قہقہہ کیا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔

”ابھی تم میرے شریر کو ہاتھ نہیں لگا سکتے منوہر، میں مہاراج کی داسی ہوں، ان کے پوتر چروں کی دھول ہوں جب تک مہاراج تمہیں شاکر نہیں کر دیتے میں تم کو سو بیکار نہیں کر سکتی۔“

لاجپتی کچھ لمبے میرے نزدیک کھڑی بائیں کرتی رہی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی، اس نے جاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ پورن لال سے مل کر وہ جلدی سے واپس لوٹے گی، میں امید و بیم کی حالت میں کمرے میں ٹھٹھنے لگا، میرا ذہن متضاد خیالات سے الجھ رہا تھا، میں ہر قیمت پر اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا چاہتا تھا لیکن ایک بات میرا ذہن پراگندہ کر رہی تھی، یوگی مہاراج نے اجیت کمار اور نیرہ کی وابستگی کی شرط لگائی تھی، میں سوچنے لگا کہ میں اسے ہداہشت کر سکوں گا؟

خاصی دیر تک میں پریشان خیالات کے جہم کے درمیان گھرا رہا پھر اس وقت چونکا جب لاجپتی کی بانس آواز میرے کانوں میں گونجی، میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے حیزی سے پلٹ کر دیکھا، لاجپتی میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی، اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک بنا پال دیا ہوا تھا، اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات دیکھ کر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ جس مقصد سے سمیت تھی اس میں اسے کامیابی ہوئی ہے آزادی کے تصور نے میرے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں، میں نے آگے بڑھتے ہوئے بے اختیار لہجے میں پوچھا

”لاجپتی، یوگی مہاراج نے میری قسمت کا کیا فیصلہ کیا ہے؟“

”برہنہاری، تم قسمت کے دشمن ہو جو مہاراج نے تمہیں شاکر دیا۔ مہاراج نے مجھے آگیا دی ہے کہ میں تمہارا دھیان رکھوں اور اگر تم سے پھر کوئی بھول ہو اس کی خبر مہاراج

سکتا البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ مشروب پینے کے بعد میں دوبارہ ہوش میں آیا تو اپنے اندر نمایاں تبدیلی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب زندگی کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔ نہ جانے کیوں اب فیہ کے لئے میرے اندر وہ شدت نہیں تھی جو پہلے تھی۔ حالات سے سمجھو کہنے کی خاطر میں نے لاجپتی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یوگی مہاراج نے مجھ پر آدمی پر جو کچھ کہا ہے وہ میں سارا جیون یاد رکھوں گا لیکن تم نے بھی میرے ساتھ مہمانی کی ہے۔“

میرے جیلے کا خاطر خواہ اثر ہوا، لاجپتی کا چہرہ یلخت کھل اٹھا، اس کے انداز میں خود پروں کی تھی۔ میں نے بہت کی اور لاجپتی کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پہلو میں سمیٹ لیا، اس نے کوئی احتجاج نہ کیا، ایک عرصے بعد مجھے کسی حسین عورت کا قرب محسوس ہوا تو میرے جذبات بھڑک اٹھے۔ لاجپتی نے کسی حرکت پر کوئی اعتراض نہ کیا، مجھ پر ایک عجیب نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں لاجپتی کے جسم کی لذتوں سے سرشار ہو رہا تھا کہ اس نے آہستہ سے کہا۔

”منوہر تمہارے بنا اب جیون مجھے پیکا پیکا لگتا ہے، اب تو مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔“

”آہتا اور شریر کا سمبندھ کبھی نہیں ٹوٹا میری رائیگاری، جس دن یہ بلا ٹوٹ جائے جیون ختم ہو جاتا ہے۔“ میں نے جذبات میں ڈوبے لہجے میں جواب دیا۔ ہندی زبان پر مجھے دسترس نہ تھی لیکن ماحول کو اپنانے کی خاطر میں نے ٹوٹی پھوٹی ہندی بولنی شروع کر دی تھی۔ میرا جواب سن کر لاجپتی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، اس کی گرم گرم سانسیں میرے چہرے پر مستی کے خزانے لٹا رہی تھیں، کچھ توقف کے بعد اس نے دوبارہ سرگوشی کی۔

”منوہر، فیہ تو یاد ہو گی تمہیں۔“

”فیہ کا نام سن کر میں ایک ٹانسنے کو چمکا، میں نے اپنے ذہن کے گوشوں کو کھینچا، فیہ نام کی ایک جلتی پھپھانی صورت میرے ذہن میں موجود ضرور تھی لیکن اب میری بہت میں وہ شدت نہ تھی، میں نے برا سامنے بتا کر جواب دیا۔

”ہنرے میں غلط مت ڈالو میری رائی، منٹش کو آنے والے حالات پر نظر رکھنی چاہئے۔“

”مجھے خوشی ہے منوہر کہ اب تم نے منٹش کے جیون کا راز پا لیا، لیکن تمہیں خبر ہے

کہ اس سے تمہاری سندری فیہ کہاں ہے؟“

”خوبی میں ہوگی۔“ میں نے ٹاننا چاہا تو لاجپتی میرے گلہوں پر ایک ہوسہ شبہ کر کے بولی۔

”تمہاری سندری نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے منوہر، اس سے وہ اجیت کمار کے ساتھ رہ کر رہاں مٹا رہی ہے۔“

”یوگی مہاراج نے بھی یہی کہا تھا۔“ میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ ”اجیت کمار مہاراج کا پرانا سیوک ہے۔“

مجھے اس وقت فیہ کے تذکرے سے الجھن ہو رہی تھی۔ لاجپتی نہ جانے کیوں بار بار اس کا تذکرہ کر رہی تھی، میں نے کچھ دیر بعد ناگواری کا اظہار کیا تو اس نے میری بات مان لی۔ میں بڑی دیر تک اس کے شیرے سے کھیل رہا، حال کی سسروں نے ماضی کی تلخ یادوں کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا تھا۔



میری نئی زندگی بڑی خوشگوار تھی، لاجپتی ہر وقت میرے ساتھ ساتھ رہتی، میں اس کے حسن کی گرائیڈوں میں اوجھتا ابھرتا رہا۔ چھ ماہ کا عرصہ یوں پلک جھپکتے بیت گیا جیسے ابھی کل کی بات ہو اس عرصے میں نہ تو فیہ کی یاد نے مجھے بے چین کیا اور نہ مجھے اس خوبلی کی یاد آئی، ایک دو بار میں نے خود کو مجبور کر کے فیہ کے بارے میں سوچنے کی کوشش کی لیکن سطحی طور سے زیادہ کبھی اسے کوئی اہمیت نہ دے سکا۔ زندگی بڑے آرام و سکون سے گزر رہی تھی، مجھے دنیا کی ہر آسائش اور ہر آرام حاصل تھا، جوں جوں دن گزرتے جاتے ہوئے پورن لال کی مہمانیوں کا نقص میرے دل پر گہرا ہوتا جا رہا تھا، میں نے اپنے ذہن کو پرانی باتوں سے بیکر آزاد کر لیا تھا، البتہ ایک بات مجھے اکثر محسوس ہوتی، چھ ماہ کے عرصے میں پورن لال نے ایک بار بھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ لاجپتی نے مجھے یہ بتایا تھا کہ پر اسرار یوگی نے مجھے اس کے حوالے کر دیا ہے بھر بھی ایک دن میں نے پوچھا لیا۔

”لاجپتی، مجھے کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یوگی مہاراج مجھ سے ناراض ہیں۔“

”مہاراج کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتے مورکھ۔“ لاجپتی بے تکلفی سے بولی۔

”سیوک کی پوجا ادھک ہو اور وہ سچے من سے مہاراج کو یاد کرے تو وہ اوش آئیں گے۔“

”مہاراج نے تم سے بھی ملاقات کی یا نہیں؟“

”ابھی ان باتوں کو مت پوچھو منوہر! لاجپتی اچانک کچھ اداس ہو گئی، میری نظروں

لاجوئی کی بات مجھے کچھ عجیب سی لگی، وہ میرے رقیب کو میرا دوست کہہ رہی تھی، بس ایک لمحے کے لئے مجھے خیال ہوا کہ اجیت کمار سے میری ملاقات میری غیرت اور حیت پر آؤ، یہ ہو گی لیکن دوسرے ہی لمحے میرا ذہن جیسے صاف ہو گیا، میں نے لاجوئی کا ہاتھ تھلا اور جوبلی کے اندر داخل ہو گیا۔ راستے میرے دیکھے بھالے تھے، میں درمیانی ہال میں تھا کہ اجیت کمار مجھے سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ میں اسے خواب میں دیکھ چکا تھا، میں نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ اجیت کمار اور میں دونوں اس طرح ایک دوسرے سے بغض گیر ہوئے جیسے بڑی پرانی ششما کی ہو۔ جلد ہی ہم دونوں ٹھکل مل گئے، لاجوئی ہمارے قریب ہی ہاتھ پاتھ باندھ کر طرح کڑی تھی۔ میں نے اس سے پوچھنے کو نہیں کہا، وہ مجھے بتا چکی تھی کہ دیوی دیوتاؤں کی موجودگی میں اس کی حیثیت دایمیں جیسی ہوتی ہے۔

میں اجیت کمار کے ساتھ بیٹھا بائیں کرتا رہا، اجیت کمار نے مجھے بعد دھرم کے بارے میں اور اپنے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بتایا، اس کے بعد اس نے میری خاطر تواضع شروع کر دی، میرے سامنے ایک بار پھر دیوی دیودار مشروب لا کر رکھا گیا جسے پہلی مرتبہ لاجوئی نے مجھے پلایا تھا۔ میں سمجھا مگر جب اجیت کمار نے مشروب کو اٹھایا اور مزے لے لے کر اسے پینا شروع کیا تو میں نے بھی پیالہ اٹھا کر اس کا ایک گھونٹ ملنے کے لئے اٹار لیا، بڑکتے ہوئے شطلوں کی ایک لکیر سی ملنے سے لیکر پیٹ تک پہنچ گئی۔ مجھے حلقی کا احساس ہوا، میں نے لاجوئی کی طرف دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے ہدایت کر رہی تھی کہ میں مشروب پینے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کروں۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جامد تھا کہ میں نے مشروب کا پیالہ اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا، لاجوئی کی آنکھیں جوش سے چمک رہی تھیں۔ اجیت کمار نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

”منوہر مجھے دشاوش ہے کہ تم دیوتاؤں کی راہ میں ضرور سہیل ہو گے، پھر ایک بات سدا یاد رکھنا، من کو مارنا ہمارے دھرم کی پہلی تکمیل ہے، پاپ اور پن کے کبھیوں میں پڑنے والے اور استری (عورت) بات کے چکروں میں الجھ کر منش کبھی صمان گھٹی پراہت نہیں کر سکتا، اپنے راستے سے ہٹک جاتا ہے۔“

میں نے اثبات میں سر کو جھٹک دیا، مجھ پر نشے کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ اجیت کمار نے لاجوئی کو اشارہ کیا تو وہ میرے لئے مشروب کا ایک اور پیالہ لے آئی، میں لاجوئی کے اشارے پر اسے بھی خالی کر گیا، نشے کی کیفیت دو چہ ہو کر بدتر توج بڑھ رہی تھی۔

”تم قسمت کے دشمن ہو منوہر جو یوگی مہاراج نے تمہیں اپنا سیوک بنانا منظور کر

لیا۔“

”مہاراج صمان ہیں اجیت۔“ میں نے کہا۔

”صمان شکتیوں کی آسمیا اور ان کی تکمیل پر سچے من سے عمل کرنا ہمارا دھرم ہے منوہر۔“

”میں مہاراج کی ہر آسمیا کا پالن کروں گا میرے دوست۔“ میں نے لاجوئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مہاراج نے مجھے شاکر کے مجھ پر احسان کیا ہے۔“

میں یوگی مہاراج کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا، اجیت کمار مجھے اپنے دھرم کے بارے میں بتاتا رہا۔ میرے نشے کی حالت بڑھتی جا رہی تھی، اجیت کمار مجھ سے بے تکلف ہونے لگا تھا، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بھی نشے کی حالت میں ہے۔ مجھے اسکی رفاقت سے خوشی ہو رہی تھی لیکن جب اس نے لاجوئی کو اشارے سے اپنے قریب بلایا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر بوس و کنار شروع کیا تو مجھے شدید گھٹن کا احساس ہوا، میں اپنی محبوبہ کو اجیت کمار کی آغوش میں بٹھا کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ لاجوئی میرے سامنے اس قدر ڈھٹائی کے ساتھ اجیت سے کیسے ہم آغوش ہے۔ مجھے اس کے چہرے یا اس کی حرکات و سکنات سے اس بات کا شبہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ اجیت کمار کی حرکت پر ناراض ہے، میرے ذہن میں آنڈھیاں پھل رہی تھیں۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت بڑھنے لگی لیکن عمل اس کے کہ میں اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا یا اجیت کمار کو اس کی بیوقوفی پر سرزنش کرنا میرے کالوں میں پراسرار یوگی مہاراج کی آواز گونجی۔

”منوہر۔ سنبھلو ہانگ، اگر تمہارے قدم لاکھڑائے تو انجام خطرناک ہو گا، میرا سر لپ

تمہارا جیون نشت کر دے گا۔“

میں نے ہڑبڑا کر اطراف میں دیکھا لیکن پورن لال وہیں موجود نہ تھا، مجھے ماضی کے سہبت تلخ تجربے اور اذیت ناک مرحلے یاد آئے تو سنبھل گیا، یوگی مہاراج کے علاوہ لاجوئی اور اجیت کمار نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ عورت کے چکر میں پڑنے والے کبھی عظیم قوتوں کے مالک نہیں بن سکتے، فلتی پراہت کرنے کے لئے منش کو اپنا من مارنا پڑتا ہے۔

میں نے لاجوئی کو دیکھا جو بڑی بے حیائی سے اجیت کمار کی گود میں لیٹی تھی، میں نے اپنے دل سے لاجوئی کو بھی جھٹک دیا، مجھے یوگی پورن لال کی خوشنودی کی زیادہ ضرورت تھی۔ میں نے سوچا اگر میں نے فلتی حاصل کر لی تو میں بھی اجیت کمار کی طرح جس عورت

سے چاہوں دل بھلا سکوں گا' لاجوتی میرے اشارے پر ناپتے پر مجبور ہو گی' میں نے اپنی نظر اس کی جانب سے پھیر لی۔ میرا نشہ تیز ہو رہا تھا' اپنی نظروں کے سامنے کھیلے جانے والے ڈرامے کو دیکھ کر میرے جذبات میں بھی الجھن پڑی ہوئی تھی' 'ماہ' میرے ذہن کے کسی گوشے میں نیرہ کا خیال ابھرا میں کچھ سوچ کر لڑکھاتا ہوا اٹھا اور اندر کی طرف بڑھا' راپداری عبور کر کے نیرہ کی خوابگاہ کے دروازے پر پہنچا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں' میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا' نیرہ میرے سامنے مسمری پر محو خواب تھی' اس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا جسکی بے ترتیبی نے اسے کسی قدر نیم عیاں کر دیا تھا۔ میں دروازے پر کھڑا نیرہ کو دیکھتا رہا۔ کبھی میں نیرہ سے بے پناہ محبت کرتا تھا' اس کے بغیر ایک لمحہ بھی میرے لئے گزرانا مشکل تھا' مگر اس وقت وہ میرے لئے نیرہ نہیں تھی۔ عورت تھی' محض ایک خوبصورت اور حسین عورت اور پراسرار یوگی نے مجھے یہی تعلیم دی تھی کہ عورت کا پیکر انسان کو اس کے وحرم کے راستے سے بھٹکا دیتا ہے' میں پہلے بھی بہت جھٹک چکا تھا' مزید بھٹکنا اور کربناک حالات سے دوچار ہونا مجھے منظور نہ تھا۔ میں نے نیرہ کو وقتی طور پر اپنی آغوش کی زینت بنانے کا ارادہ کیا' قدم اٹھاتا قریب گیا' دوسرے ہی لمحے وہ میری آغوش میں تھی۔ وہ بڑبڑا کر جاگی تھی' ایک لمحے کو گھبرا گئی لیکن مجھ پر نظر پڑی تو سکون کا طویل سلسلے لپک بولی۔

”شبیر ————— تم کہاں غائب رہے اتنے دنوں۔“ نیرہ کی لٹلی آنکھوں میں شکایت تھی۔ ”میں نے امید کا دامن نہیں چھوڑا' مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے لیکن اب تک تم تنہ کہاں؟“

میں نیرہ کی باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ اتنے دنوں میں کس قدر مکار اور فریبی ہو گئی ہے' وہ کتنی معصومیت اور بھولہ پن سے میری نظروں میں دھول جھونک رہی تھی' میں نے اسکی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے جسم کو شب خوابی کے لباس سے آزاد کیا' میرا انداز جارحانہ تھا' نیرہ کی آنکھوں سے حیرت جھانک رہی تھی۔ وہ مجھے جن نظروں سے دیکھ رہی تھی' ان میں الجھن ناچ رہی تھی' میں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا تو وہ الجھن کی طرح تڑپ کر میرے پہلو سے نکل گئی۔ غصے سے لال پائی ہو کر عداوت بھرے لمبے میں بولی۔

”شبیر ————— تم اب انسان نہیں بلکہ پتھر بن گئے ہو' اتنے دنوں بعد ملے' نہ اپنی کھن نہ میری سنی' اسی دردنگی پر اتر آئے جو خود غرض مردوں کا خاصا ہوتی ہے' کیا

تمہارے دل میں میری محبت نہیں رہی؟ تم کتنے بدل گئے ہو شبیر۔“ آخری جملہ ادا کرتے وقت نیرہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کتنی خوبصورت اداکاری کر رہی تھی نیرہ' وہ مجھے اپنی دفا داری باور کرائے کی کوشش کر رہی تھی' اسے غالباً اس بات کا علم نہیں تھا کہ میں ابھی باہر اس کے چیتے اہیت کمار کے ساتھ بیٹھا دو ٹکڑوں کا مشروب پیتا رہا ہوں' میں نے نیرہ کو سرنگاپا غور سے دیکھا وہ بیوقوفانہ کے باوجود مجھے قیامت نظر آ رہی تھی' میرا نشہ بڑھتا جا رہا تھا' میں نے پک کر نیرہ کو کھانسی سے قحط اور ایک ہی جھٹکے میں تھکیت لیا' میرے گلن بھرے ہو گئے' نیرہ کیا کچھ کہہ رہی تھی میں نے سننے کی کوشش نہیں کی' اس کے جسم کے ٹھنڈ و قراز سے کھینچا رہا' کیف دہستی نے مجھے مدھوش کر دیا تھا' البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ اس عرصے میں نیرہ کی سسکیاں میرے کانوں سے گھرائی رہیں۔

کچھ دیر بعد جب میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا اور کمرٹ بدلی تو وہ اٹھ کر لمحوہ کمرے میں چلی گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں' میرا جسم ٹوٹ رہا تھا' مجھے آرام کی ضرورت تھی لیکن تھوڑی دیر بعد نیرہ کپڑے تبدیل کر کے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔ میرا بازو قحط کر بھجھوڑتے ہوئے بولی۔

”شبیر ————— خدا کے لئے مجھے بتا دو کہ تم اتنے دن مجھے چھوڑ کر کہاں غائب رہے؟ تم نے مجھے اپنی خیریت سے باخبر کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی۔ واپس لوٹنے تو دردناک بن کر یہ سب کیا ہے شبیر' مجھے بتاؤ نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گی' تمہاری جدائی نے میرے دل و دماغ پر پہلے ہی بہت ستم توڑے ہیں۔“

میں نیرہ کی باتیں سن کر لاپرواہی سے مسکرایا' اس کے چہرے پر سرسری نظر ڈال کر کہا۔

”کیا دریافت کرنا چاہتی ہو تم۔“

”تم اچانک مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟“ نیرہ نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”یونی' ذرا دنیا کی سیر کرنے گیا تھا۔“ میں نے سپاٹ لمبے میں جواب دیا۔

”تم نے مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی۔“ نیرہ اپنا ٹھٹھا ہونٹ کانٹے ہوئے بولی۔

”ہاں —————“ میں قدرے درشت آواز میں بولا ”میں نے تمہیں اپنے

اگر سچل ہو گئے تو جیون کی ساری خوشیاں تمہاری معمولی میں ہوں گی پر تو اتنا یاد رکھنا کہ دشمن دولت کو کبھی قریب نہ آنے دے گا جو مزا لوگ میں ہے وہ دنیا داری میں نہیں۔“

”میں دیوتاؤں کے لئے جاگ رہا ہوں مہاراج!“ میں نے عیسیٰ سے جواب دیا۔

یوگی پورن لال خاموشی سے چند ثانیے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے جاگ کے طریقوں سے مجھے آگاہ کیا۔ چند ضروری نصیحتیں کیں پھر بولا۔

”جب تم منزل سے باہر آؤ گے تو تمہارے شر میں ایک نئی ہفتی ہوگی اس ہفتی کے زور سے تمہارے سن کی تمام آشنائیں پوری ہو گئی تمہاری ہر اچھا پنک جھپٹے میں پوری ہوگی، فتنہ کے ہر تمہارے آگے ہاتھ باندھ کھڑے ہوں گے۔“

میں یوگی پورن لال کی ایک ایک بات کو بغور سنتا رہا اور ذہن نشین کر رہا پورن لال نے مجھے اجودھیا جا کر جاگ کر پکڑنے کی تلقین کی، مجھے بھلا کیا اعتراض تھا میں نے لاجپتی کو ساتھ لیا اور اجودھیا کے لئے روانہ ہو گیا، اجودھیا پہنچ کر ایک پرانے مندر کا انتخاب کیا اور منزل تک پہنچ کر اس میں بیٹھ گیا اور اس منتر کا جاگ کرنے لگا جو یوگی پورن لال نے مجھے بتایا تھا، مجھے یہ جاگ پورے ایکس روز کرنا تھا، لاجپتی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ مجھے ایکس دن تک برت بھی رکھنا ہو گا، اس نے کہا تھا کہ اگر گھن جی ہو تو دیوتاؤں کی کپا سے جاگ کرنے والوں کو بھوک پیاس کا کوئی احساس نہیں رہتا، میں نے لاجپتی کے مشوروں کو بھی ذہن نشین کر لیا تھا۔

قارئین کرام میں ان مصوفیات کو طول دیکر اور غیر اہم واقعات کا تذکرہ کر کے آپ کی دلچسپی میں دخل اندازی کرنے کے بجائے براہ راست ضروری اور دلچسپ واقعات کی طرف آتا ہوں، مجھے منزل میں بیٹھ ہوئے افکارہ دن گزر چکے تھے، دنوں کا شمار کنگروں کے ذریعے کر رہا تھا، شروع شروع میں دو تین روز تک مجھے دشواریوں کا سامنا رہا بھوک پیاس کی شدت مجھے پریشان کرتی رہتی، کبھی کبھی میں وہ منتر بھی بھولنے لگتا جو یوگی پورن لال نے مجھے یاد کرایا تھا لیکن یہ سب باتیں عارضی تھیں، چار چھ روز بعد نہ صرف یہ کہ بھوک پیاس کی شدت ختم ہو گئی بلکہ منتر بھی زبان پر رواں ہو گیا اگر میں یہ کہوں کہ میں دیوتاؤں کے جاگ میں ڈوب گیا تھا تو بے جا نہ ہو گا۔

غرضیکہ افکارہ دن بہ آسانی بیت گئے لیکن انیسویں دن رات کے وقت مجھے ایک نئے تجربے سے دو چار ہونا پڑا، میں نے جس مندر کا انتخاب کیا تھا وہ آبادی سے خاصا دور تھا،

مندر کے دروازے کو ہوا کے گزر کی خاطر کھلا چھوڑ دیا تھا، میرا رخ دروازے کی سمت تھا، رات بڑی اندھیری اور دیران تھی، میں آنکھیں بند کئے منتر کے جاگ میں مگن تھا کہ اچانک میری نظروں میں، تیز روشنی کی چمک ابھری، میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مندر کے دروازے کے باہر آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے ایک لمبے کو میرا دھیان بنا لیکن میں نے پھر آنکھ موند لی اور جاگ میں مگن ہو گیا، منتر کا درد جاری تھا کہ ایک کہناک نسوانی چیخ نے مجھے دوبارہ آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ اس بار جو منتر میری آنکھوں کے سامنے آیا وہ میری توجہ پٹانے کے لئے کافی تھا، میں نے اپنی بہن کو جسے مرے ہوئے کافی عرصہ بیت چکا تھا اپنی نظروں کے سامنے دیکھا، وہ سر تپا رہی تھی، دو عجیب الحقت جالور لہا انسانوں نے اسے بکڑ رکھا تھا اور اٹھا کر دھکی ہوئی آگ میں جھونکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میری بہن خود کو بچانے کی خاطر تڑپ رہی تھی، چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی لیکن اس کی مزاحمت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ دونوں درندہ صفت انسانوں نے اسے اٹھا لیا اور دھکی شعلے کی جانب پھینک دیئے، قریب تھا کہ میں بھک جاتا کہ میرے کالوں میں لاجپتی کی آواز ابھری۔

”منور! دھیرج سے کام لو، اگر تم نے زبان کھولی تو تمہاری عزت اکارت ہو جائے گی، جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ دھوکہ ہے، ہمیں جاگ سے روکنے کی خاطر گندمی شکستیں جھیس ڈرانے کی کوشش کر رہی ہیں۔“

لاجپتی کی آواز نے مجھے سارا دیا، میں نے دھڑکتے دل پر قابو پا کر دوبارہ آنکھ بند کی اور بلند آواز میں منتر کا جاگ شروع کر دیا آگ کے شعلوں کی چمک میری نظروں میں آتی رہی، کہناک نسوانی چہرے کالوں میں گونجتی رہیں، لیکن جلد ہی ہر شے پر سکون ہو گیا۔ میں نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو ہر سمت دیرانی کا راج تھا، گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا، انیسویں اور بیسویں دن بھی اسی قسم کے خطرناک کھیل جاری رہے، جب بھی میری توجہ منتر کی طرف سے بھٹکتی لاجپتی کی آواز مجھے چوٹا دیتی، مجھے تعجب تھا کہ میں لاجپتی کی آواز تو سن سکتا تھا لیکن اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

ایسویں روز جب میں نے آخری کنگری کو دوسری کنگریوں کے ذریعہ ڈالا تو مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اب میری کامیابی یقینی ہے، دھیرج کا وقت تھا، میں جاگ میں مصروف تھا کہ شیر کے دھاڑنے کی آواز سن کر آنکھیں کھول دیں، مندر کے دروازے پر ایک خونی درندہ کھڑا مجھے سرخ سرخ نظروں سے گھور رہا تھا۔ مجھے جھرجھری آگئی، شیر اچانک پیچھے کی طرف ہٹا پھر اگلے بچوں پر بھک کر اس نے جست بھری، میں چلائے ہی والا تھا کہ لاجپتی کی آواز

حیزی سے میرے کالوں میں گونجی

”پریشان مت ہو منوہر! یہ سب تمہاری نظموں کا فریب ہے۔“

میں نے جتنی سے ہونٹ بھیجی لئے لیکن آنکھیں نہ بند کر سکا، شیر ہوا میں اڑتا ہوا مندر کے دروازے تک آیا پھر کھٹک غائب ہو گیا، میرا جسم پیسے سے شرابور ہو رہا تھا، میں نے لوپٹے تواز میں منتر کا جاپ شروع کر دیا، اس کے بعد ہر سمت سکون طاری ہو گیا، میری کیفیت بھی بتدریج ٹھیک ہونے لگی۔

شام کا وقت تھا، میں منتر کے جاپ میں غوطہ کھاکر ایک بار پھر لاجپتی کی گواہ میرے کالوں میں گونجی۔

”آنکھیں کھولو مہاراج۔ تمہاری داسی تمہارے پوتر جن چھوٹنے کو بیاگل ہے۔“

میں نے آنکھیں کھولیں تو ایسے روز بعد لاجپتی کو پہلی بار دیکھا، مندر کے دروازے پر منزل سے باہر کھڑی وہ مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی، مجھے شبہ ہوا کہ کہیں ہاپاک طاقتیں مجھے لاجپتی کا روپ اختیار کر کے منزل سے باہر نہ نکالنا چاہتی ہوں، ابھی میرے ذہن میں یہ خیال ابھر رہا تھا کہ لاجپتی نے کہا۔

”منوہر مہاراج۔۔۔۔۔ اب تمہیں کوئی چٹا کرنے کی ضرورت نہیں، پورن لال مہاراج کی مرضی پوری ہوئی، تم اپنے جاپ میں پسٹل ہو چکے ہو تمہاری داسی تمہیں دھوکہ نہیں دے سکتی مہاراج!“

میں آہستہ سے اٹھا اور مندر سے باہر آگیا، جیسے ہی میں نے منزل سے باہر قدم نکالا، لاجپتی نے حیزی سے جھک کر میرے قدم چھوئے اور ہاتھ باندھ کر بولی۔

”اب میں تمہارے چرنوں کی دھول ہوں مہاراج، تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنا اب میرا دھرم ہے۔“

لاجپتی کی زبان سے مہاراج کا نام سن کر میرا سینہ خوشی سے جھل اٹھا، میں نے اپنی حالت پر نظر ڈالی سر اور داڑھی کے بال بے حاشہ بڑھ رہے تھے، جسم پر گرد اور دھول کی چھیں میل کی صورت اختیار کر چکی تھیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں اس وقت خود کو بہت تروتاہ محسوس کر رہا تھا، مجھے اپنی شیرازوں میں تازہ اور گرم خون دوڑنا محسوس ہو رہا تھا، میں نے لاجپتی کے چہرے پر نظر ڈالی وہ ابھی تک میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی تھی میں نے اس کا ہاتھ تمام کر اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔

”لاجپتی، تم نے میری مدد کی، میں تمہارا شکر گزار ہوں۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔ آپ داسی کو یہ کہہ کر گناہ گار کر رہے ہیں، جو کچھ میں نے کیا وہ میرا دھرم تھا۔“ لاجپتی نے بڑی عاجزی سے جواب دیا۔ ”اب آپ صبر صبر کے مالک ہیں، میں آپ کی سیوک ہوں مہاراج۔“

”اچھا۔۔۔۔۔“ میں نے لاجپتی کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ ”مگر تم میری داسی ہو تو میرے اسٹیشن اور بھوجن کا بندوبست کرو، اس کے بعد میں تم سے دوسری سیدالوں گا۔“

لاجپتی میری رہنمائی کرتی ہوئی مجھے ایک قریبی کنویں پر لے گئی، میں نے بنی بھر کر اسٹیشن کیا، نہانے سے فارغ ہوا تو لاجپتی میرے لئے نہ جانے کہاں سے تازہ پھل لے آئی، میں نے خوب سیر ہو کر پھل کھائے، لاجپتی میرے سامنے کھڑی تھی، فہم میری کے بعد میں نے کچھ دیر لاجپتی کے ساتھ شغل کیا پھر اس وقت بتادس کے لئے روانہ ہو گیا، پراسرار یوگی پورن لال نے مجھے تاکید کی تھی کہ جاپ مکمل کرنے کے بعد مجھے بتادس جا کر کالی کے مندر پر حاضری دینی ہوگی اس کے بغیر میری تپا بیکار تھی۔

ایک پہنچے بعد میں بتادس پہنچا، اس عرصے میں میں نے راستے کی بھی خوب سیر کی، کچھ کپڑے اپنے لئے خریدے، جو قلعی ہندوانہ تھے، وضع طبع کے اعتبار سے اب میں کوئی بیماری ہی لگا تھا۔ بتادس میں مجھے لاتعداد پنڈت اور بیماری نظر آئے لیکن میں نے کسی سے کوئی بات نہیں کی، سیدھا کالی کے مندر گیا، دیوی کی پر شکوہ صورتی کے سامنے دوڑاؤ ہو کر میں نے ذنوت کی، یوگی کا بتایا ہوا ایک جتر پڑھا پھر مندر سے باہر آگیا۔ جس وقت میں بڑے مندر کی سیڑھیوں کو طے کر کے نیچے اترا میری نظر ایک بھارن پر پڑی، وہ بھارن مجھے ایک خوشخبر کلی جیسی نظر آئی میں اس کے حسن میں گم ہو کر رہ گیا، بھارن مندر کے اندر داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئی لیکن میں بدستور بت بٹا کھڑا اسے دیکھتا رہا، لاجپتی مندر کے باہر میری منتظر تھی، مجھے اس قدر خود دیکھ میرے قریب آئی، آہستہ سے بولی۔

”مہاراج۔۔۔۔۔ کیا آپ کالی کے پوتر جن کو چھو آئے۔“

”ہاں لاجپتی۔۔۔۔۔“ میں نے جواب دیا پھر پوچھا۔ ”یہ جو بھارن مندر میں گئی ہے کون ہے۔“

”داسی ابھی معلوم کر کے آئی ہے مہاراج۔“ لاجپتی نے برا ماننے کے بجائے سر جھکا کر کہا پھر اس سمت چلی گئی جہاں مقامی بیماریوں کی پیشہ پرمولی چھوٹی کنٹیاں بنی ہوئی تھیں، میں پھر مندر کی طرف دیکھنے لگا، بھارن کی مندر تانے میرا من سوا لیا تھا، میں بتادس

پنڈت دیا فکر کھلاڑی ہاتھ میں لئے کھڑا غضبناک نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے کسی خونخوار وحشی درندے کی مانند گھلت لگائے تھا اور میں ----- اپنی جگہ کھڑا اس بات کا شکر تھا کہ کب دیا فکر مجھ پر حملہ آور ہو اور کب میں خود کو بچانے کی خاطر پیٹزا بدل کر جوالی حملہ کروں، ہر چند کہ میں نے پورن لال کے کہنے کے مطابق طاقت حاصل کرنے والا جاپ پورا کر لیا تھا، کالی کے مندر پر حاضری بھی دے چکا تھا، لیکن ابھی تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اپنے منتر کے بیروں کو کس طرح کام میں لاؤں؟ لاجوئی نے بھی مجھے یقین دلایا تھا کہ جاپ کھل کر کے میں سمان فلتی کا مالک بن چکا ہوں۔

دیا فکر کی خوبصورت اور حسین لڑکی بلا کئی میں ایک طرف سہمی کھڑی تھی۔ میں لور دیا فکر دو خونی درندوں کی مانند ایک دوسرے کو کھا جانے والی خوفناک نظروں سے گھور رہے تھے، کچھ دیر تک کئی میں موت کا سناٹا طاری رہا پھر دیا فکر نے بگڑے ہوئے تیور سے مجھے مخاطب کیا۔

”پاپی۔ بول تو میری کئی میں کس لئے آیا تھا۔“

”دیا فکر -----“ میں طاقت کے نشے میں جموتے ہوئے کہا۔ ”کیوں اپنا سے برباد کر رہا ہے، اگر زندگی سے تیرا جی بھر چکا ہے تو میرے اوپر حملہ کرنے میں دیر نہ کر، آگے آ کر میں تجھے جلا کر بھسم کر دوں پر تیری بیٹی -----“

”راکھش۔“ دیا فکر میرا جملہ کات کر طلق کے بل چلایا۔ ”خبردار جو تیری گندی زبان پر بلا کا شجر نام آیا، میں تیری بوٹیاں کر دوں گا۔“

اس کے بعد پنڈت دیا فکر جج آپے سے باہر ہو گیا۔ کسی عیار چیتے کی طرح بکھٹ اپنی جگہ سے جست لگا کر وہ میرے سر پر آگیا پھر اس کا کھلاڑی والا ہاتھ بھی اتنی ہی تیزی سے لہرایا، اگر میں نے ایک لمحے کی دیر کی ہوتی لور اچھل کر دوسری طرف نہ چلا گیا ہوتا تو میرا سر پیٹیا تن سے جدا ہو گیا ہوتا۔ دیا فکر نے اپنا وار خالی جانے دیکھا تو اور بھڑک پڑا اور کھلاڑی سر سے بلند کر کے دوسرا وار کیا۔ اس بار بھی قدرت نے میرا ساتھ دیا اور میں

کھوے کھوے ہونے سے ہل بال بچا، دیا فکر نے تیسری بار حملہ آور ہونے کے لئے پیٹزا بدلا تھا، ٹھیک اسی وقت پورن لال کی آواز میرے کانوں سے گزرائی۔

”ہر ہچاری، تم سمان فلتی کے مالک ہو یوں اچھل کود سے کوئی فائدہ نہ ہو گا، اپنے منتر کے بیروں کو من ہی من میں آگیا دو وہ تمہاری ہر آشا پوری کریں گے۔“

پورن لال کی آواز سن کر میرے بدن میں نئی قوت کا احساس جاگ اٹھا، دیا فکر مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار تھا، میں نے اسے گھورتے ہوئے سر دلیجے میں کھد۔

”دیا فکر۔ دیوانے مت بنو، ابھی سے ہے، مجھے بچانے کی کوشش کرو، میں کوئی چھوٹا موٹا پنڈت بیماری نہیں بلکہ سمان فلتی کا مالک منور مہاراج ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنہیں کوئی سراب دینے کے لئے اپنے بیروں کو آواز دیتی پڑے۔“

”تو ----- تو ----- مہاراج ہے؟“ دیا فکر کڑک بولا۔ ”پاپی۔ کہنے میں ابھی ہل بھر میں تیرے شر کے کھوے کھوے کئے دتا ہوں، تو پنڈت دیا فکر کو ڈرانے کی کوشش کر رہا ہے۔“

پنڈت نے اپنا جملہ پورا کرتے ہی مجھ پر حملہ کر دیا، میں اس بار بھی جھٹکی دیکر خود کو صاف بچا لے گیا لیکن اب مجھے بھی اس ناوان پنڈت پر ناؤ آگیا۔ میں نے پورن لال کے مشورے کے مطابق جلدی سے اپنے منتر کے بیروں کو من ہی من میں یاد کیا اور انھیں حکم دیا کہ کھلاڑی دیا فکر کے ہاتھ سے چھین کر جلا دیں۔ میرا دل میں یہ خیال کرنا تھا کہ میں نے کھلاڑی کو دیا فکر کے مضبوط ہاتھوں کی آہلی گرفت سے نکل کر زمین پر گرتے دیکھا لور پھر جب کھلاڑی سے آگ کے شعلے بلند ہوئے تو دیا فکر کے علاوہ خود میری آنکھیں بھی حیرت سے پٹی کی پٹی رہ گئیں۔ پنڈت دیا فکر سکتے کی کیفیت سے دو ہار تھا، چند لمحے میں بھی حیرت زدہ رہا پھر اپنی پر اسرار طاقت کے حیرت انگیز مظاہرے سے سرشار ہو کر دیا فکر کو حقارت سے گھورا اور نفرت سے بولا۔

”کیوں پنڈت، اب کیا دھار ہے تیرا، کیا اب بھی تو میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش کرے گا۔“

دیا فکر ابھی تک اس مقام کو حیرت بھری نظروں سے گھور رہا تھا جہاں کھلاڑی اس کے ہاتھ سے گر کر نذر آتش ہوئی، میری آواز سن کر یوں چونکا جیسے کوئی بیباک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہوا ہو۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا لیکن جلد ہی اس کی یہ کیفیت دور ہو گئی، ایک نظر اس نے بلا پر ڈالی جو تصویر حیرت نئی کھڑی تھی پھر مجھ سے مخاطب ہو

مکے، تو آئندہ کیا کرد گے؟ باپ اور بہن کے ہاتھوں میں مت پڑو، تمہارے شرع میں مہمانِ حق آجکی ہے اور مہمانِ حق رکنے والے جھوٹی جھوٹی باتوں پر دھیان میں دیکھ کر کلی تم پر مہمان ہے، تمہیں کسی بات کی پختا نہیں کرنی چاہئے۔“

پودن لال کی کواڑ سن کر میں فوراً ہی سنبھل گیا نہ جانے اس کواڑ میں کیا جادو تھا کہ میری انسانیت نے دم توڑ دیا، رحم کا جو جذبہ ہوا تھا یکفٹ غم ہو گیا میں نے بلا پر ہنسی ہوئی نظر ڈالی، کئی کے دروازے کی جانب بیٹھا تو لاجپتی جیڑی سے احمد آئی اور میرے سامنے ہاتھ باندھ کر بیٹھی۔

”سمراج۔ کنی کے باہر پنڈت اور بیماریوں کی مجیز حق ہے بلو بھادان کی چچ و دیکار سن کر وہ باہر اکٹھا ہو گئے ہیں، آپ کے بیروں نے ان سب کا راستہ روک رکھا ہے سماراج! پرتو اس سے آپکا باہر جانا ٹھیک نہیں ————— کنی کو چاروں اور سے گھیرا جا چکا ہے۔“

”سلاجونہ۔“ میں نے فخر سے سینہ تان کر کہا ”جسم کوئی چھتا نہ کو، اگر چڑت بھاریوں
نے میرا راستہ روکنے اور مجھ سے گھرانے کی کوشش کی تو میں ان سب کو جلا کر جسم کر
دوں گا۔“

”آپ کی ہنسی مہمان ہے مہاراج پر تو نکالی کے مندر کے سیوکوں کی موت، دیوی کو ناراض کر دے گی۔“ لاجپتی نے بدستور داسیوں والے لمبے میں کہا۔ پھر ہلا کے پکے ہوئے شورو پر ایک نظر ڈال کر بولی۔ ”مگر دیوی ناراض ہو گئی مہاراج تو آپ کی ہنسی بھی چھین جائے گی۔“

میں اپنی طاقت کے نشے میں مست تھا۔ لاجوتی نے دیوی کی ہاراضکی اور فطرتی کے چمن جانے کی بات کی تو جیسے میرا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ میں نے چوتھے چوتھے ہوئے چڑھا۔

”لاہوتی۔ مجھے اب کیا کرنا چاہئے تم نے کہا تھا کہ کبھی کو چاروں طرف سے پھرتے
 بیمار ہوں نے گھیر لیا ہے۔“

”میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی چتا نہیں کرنی چاہئے۔ مدارج“ لاجوئی نے اس بار قدرے بے تکلفی سے کہا پھر میرے قریب آکر میرا ہاتھ قلم کر بیلی۔ مدارج۔ تم کچھ دیر کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لو، میں تمہیں یہاں سے اس طرح نکال لے جاؤں گی کہ کسی کو پتہ نہ چلے گا۔“

میں نے لاجوتی کو غور سے دکھا پھر آنکھیں بند کر لیں، لاجوتی نے میرا ہاتھ تھام رکھا

تھا، مجھے یہیں محسوس ہوا جیسے میں گھٹائوں میں پرداز کر رہا ہوں، کچھ دیر بعد لاجپتی کے کسے پر میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک خوبصورت سچے سچے کمرے میں پایا، جہاں آرائش کے تمام سامان موجود تھے۔ میرے ذہن پر ابھی تک بیلہ کے ساتھ گزاری ہوئی گھڑیوں کا سرور طاری تھا، لاجپتی نے میرے چہرے کے تاثرات بجا پیچے ہوئے کہا۔

”سمہارا ج! جی ہولی ہاتوں پر دھیمان دینا بلوانوں کو شرمیسا نہیں دینا، جو کچھ مگزر چکا اے
بھول جاؤ۔“

لاہوتی کے جیلے نے مجھے چوکا دیا، وہ میری عہدہ تھی، اس نے منڈل میں بیٹھ کر جاپ کرے ہوئے میری مدد کی تھی، میں نے اسے سر ہاپا بنور دیکھا، وہ اس وقت جیسا اپنا نظارہ آ رہی تھی، میں نے دلی زبان میں کہا۔

”اچھی! میں نے یوگی مہاراج کے کہنے پر چاپ کر کے مہمانِ ہفتی پر اپٹ کر لی ہے۔ تم نے کہا تھا کہ مہمانِ ہفتی حاصل کر لینے کے بعد میں جو چاہوں گا وہ اوش پورا ہو گا۔“

”کالی کی آشرہ لو جسے حاصل ہو جائے وہ جیون میں کبھی فراش نہیں ہوا مہاراج“ تم جو چاہو گے وہ کال کی کپا سے اوش پورا ہو گا۔“ لاجو جی نے جلدی سے کہا۔ پھر کچھ سوچ کر بولی۔ ”مر سو ابھی تمہیں دیوی دیوتوں کے من چیتے کے لئے ٹھن پکیش کرن ہو گی

”مہاراج! میری آشا ہے کہ تم ہنومان سے بھی ادھک فطنتی کے مالک بن جاؤ گے۔“

کرنے کو کما تو رہ جلدی سے چٹک کر بولی۔

ہے، تمہیں جو کچھ پرہیز ہوا ہے وہ کمال یوگی سماران کی طو ہے۔

میں نے بھرپور لہجے میں کہا۔ ”لاجوتی! میری آشا ہے کہ تم سدا میرے ساتھ رہو، تم نے

مہاراج۔۔۔۔۔ لاجپتی سجیوہ ہو گئی، اس نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا، اس

میری بات کا جواب دینے سے گریز کر رہی ہے، میں نے اسے کریہ نے کی خاطر دوبارہ کہا۔

”ہیولو لاجوتی، کیا میرے من کی یہ آتش پوری نہیں ہو گی۔“
جواب میں لاجوتی کے ہونٹوں پر ایک چٹکی سی مسکراہٹ ابھری، مجھے بڑی

مفتی محمدانہ نعروں سے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں بول۔

”سماراج! میں دیوی دیوتاؤں اور ان کے سیّدوں کی واسی ہوں، پکاری جب صلیب
 چلتی پر اُپتہ کر لیتا ہے تو میں اس کی ہر آگیا کا پالنہ کرتا اپنا دھرم سمجھتی ہوں، اندر دیوتا کی
 ننگوٹا بھی یہی ہے سماراج، یوگی سماراج کی آگیا بھی یہی ہے، جس کے الزام میں ہر بلوان
 کا من خوش کرنے پر مجبور ہوں۔“

”اب یہ ناممکن ہے لاجوتی۔“ میں لاجوتی کی باتوں کی تہ تک پہنچ کر قدرے درشت لہجے میں بولا۔ ”یہی سہارا ج کی بات دوسری ہے پرتو اور کس میں اتنی ہفتی ہے کہ جو تمہیں مجھ سے جدا کر سکے، تمہیں کھل میرا من خوش کرنا ہو گا، اگر کسی اور نے تمہاری طرف بری نظر ڈالی تو میں اسے ایسا سراپا دوں گا کہ اس کی آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔“

”مہاراج!“ لاجوئی کی نوگسی آنکھوں میں خوشی کے ہزاروں دھب جل اٹھے۔ ”یہ تمہاری کپا ہے جو تم داسی کو اس قابل سمجھتے ہو پر جو تم بھول رہے ہو کہ یوگی مہاراج نے کیا کیا تھا۔۔۔۔۔؟ مہاراج نے کہا تھا کہ مہان کلپی رکھنے والے ناری کے پکر میں پڑ کر اپنا سہ برباد نہیں کرتے“ ناری منٹھ کے چرنوں کی دھول ہوتی ہے مہاراج۔“

”تم باری نہیں لاجنتی میرے من کی رانی ہو۔“ میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر لاجنتی کو گھٹت کر بیٹنے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”اب کوئی فتنی تمہیں مجھ سے دور نہیں کر سکتی۔“

لاجوتی ہے اختیار میری آغوش میں سٹ گئی، میرے کشاکش پیسے پر سر رکھ کر سکے گئی، میں اسے دلاسا دیتا رہا۔ لاجوتی کے لمس نے مجھے بے چین کر دیا تھا، میں نے اس کی تھوڑی پر ہاتھ رکھ کر اس کا حسین چہرہ اٹھایا اور اس کے ہونٹوں کے مخمڑی ابعاد کو چوم لینے کے لئے ذرا سا جھکا ہی تھا کہ کمرے میں ایک خوفناک آواز ابھری۔

”منوہرا! رک جاؤ۔“

میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا تو ایک ہٹا کٹا بیماری جس کے چہرے اور سینے پر
بھجوت ملا ہوا تھا ایک لنگولی باندھے میرے سامنے کھڑا مجھے قرآنوں نظموں سے دیکھ رہا تھا
مجھے اس کی مداخلت سخت ناگوار گزری، اسے نفرت بھری نظموں سے دیکھ کر درشت آواز
میں پوچھا۔

”تو کون ہے۔۔۔۔۔؟ یہاں کس لئے آیا ہے؟“

”مہر کہ ————— کیا تو نے ابھی تک مہاراج گنبد نرائن کا نام نہیں سنا“

نواد نے سخت لہجے میں کہا۔ پھر لاجپتی کو کرشت نظروں سے گھور کر بولا۔ ”لاجپتی، تو اسے بتا کہ میں کون ہوں۔“

میں نے لاجپتی کی سمت دیکھا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے، اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی، مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

”منوہر مہاراج۔ اس سے تمہارے سامنے مہاراج گووند خائن کھڑے ہیں، ان کی ہتھی تم سے اوجھک ہے، دیوی دیوتاؤں نے ان کو مہمان ہتھی دان کی ہے۔ تمہیں ان کے سامنے ٹیڈت کرنی ہوگی، ان کو پرنام کرو مہاراج۔“

لاجونی کی بے بسی اور نوداد کی تعریف شعر میں ایک ٹانے کے لئے پریشان ہو گیا
لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے ایک اٹل فیصلہ کر کے گور بند زرائع سے پوچھا۔

”تمہارے اس سے یہاں گئے کا کیا کارن ہے۔“

”مورکھ۔ میں تجھے یہ بتانے آیا ہوں کہ داسیوں اور بچاریوں پر کسی ایک غصتی کا ادھیکار نہیں ہوتا، تو ابھی بالک ہے اس لئے میں تجھے شاکر رہا ہوں پر تو اگر دوبارہ تو نے کبھی برے شید زبانی سے نکالے تو مجھے مجبوراً تجھے بتانا ہو گا کہ میں کون ہوں۔“

گوئند زنان کا لہجہ اتنا قہجک آمیز تھا کہ میں اپنا سر ضبط نہ کر سکا، بگولے تھوڑے سے بولا۔

”سہارا جی اما کہ تم مجھ سے ادھک فکری کے مالک ہو، پرتو تمہیں میرا اہلن کرنے کا ادھکار نہیں۔“

"چما"۔۔۔۔۔ "گوئند زائن دہر خد سے بولا۔ "تیری یہ مجال جو تو مرو سے بھی
منہ دوری کرے گا، کیا تاؤں تجھے کہ میری آنکھوں کا ایک اشارہ تجھے کیسا کٹ دے سکتا
ہے۔"

”گوندہ نرائن!“ میں نے آپ سے باہر ہو کر کہا۔ ”تم پھر میرا اہلکار کر رہے ہو۔“ جس میں اپنی زبان کو لگام دینا چاہئے، یہ مت بھولو کہ کبھی چوٹی بھی ہاتھی کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔“

گھیند نرائن کا چرو ایکدم سرخ ہو گیا، اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔
 فٹے کی دج سے وہ سر تپا کر رہا تھا، لاجپتی نے ہنسنے سے کچھ کٹا جاہا لیکن میں نے
 اسے اشارے سے روک دیا، ایک لمبے کو بھی میں اپنی توجہ گھیند نرائن کی طرف سے ہٹانا
 نہیں چاہتا تھا۔

”سمراج — تم نے جو کہا میرے اوپر کی ہے اسے میں سارا جیون یاد رکھوں گی۔“ بھارن نے بڑی عقیدت سے جواب دیا پھر پودت پر حقارت بھری نظروں سے دیکھی۔ ”یہ پانی بڑا کھنور دل ہے سمراج۔ پر تو کالی کے مندر کا پودت ہے اس لئے اسے شاکر دو سمراج۔ دیوی اسے سراپ ضرور دے گی۔“

”بھارن — تو منوہر سمراج کی آگیا کا پالن نہ کر کے اسکا اہلن کر رہی ہے۔“ میں نے کڑک کر کہہ ”جیسے میری آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ سنا تو لے۔“

بھارن ہچکچا رہی تھی اس کی نظروں سے خوف حشر تھا، رام سروپ بدستور زمین سے ایک فٹ اوپر فضا میں معلق تھا اس کے چہرے پر مرونی غاری تھی، مویج کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

”سمراج — مجھے شاکر دو، میں دجن دتا ہوں کہ پھر کبھی کسی داسی یا بھارن پر بری نظر نہیں ڈالوں گا۔“

ٹھیک اسی وقت لاجوتی کی آواز میرے کلاں میں گونجی ”منوہر۔ یہ پالی جھوٹ بول رہا ہے، اس کا من کالا ہے، اس کی نس فٹ میں پاپ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے، اسے شاکر نہ کرنا منوہر — اسے مار ڈالو۔ اگر تم نے اسے شاکر دیا تو یہ پالی اور دوسرا من جائے گا۔“

لاجوتی کی آواز سن کر میں نے رام سروپ پر نظر ڈالی پھر میں نے اپنے ایک ہیر کو بھارن کے شریر میں داخل ہونے کا اشارہ کیا، بھارن اپنی جگہ سسکی کڑی تھی لیکن پھر اچانک اس کے سر کو دو تین شدید جھٹکے لگے اور اس کے بعد اس کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے لپٹنے لگے، اس کے چہرے پر کرتلی کا راج ہو گیا، جن نظروں سے اب وہ رام سروپ کو دیکھ رہی تھی ان میں حقارت اور انتقام کی خوفناک چمک تھی۔

”بھارن۔ کیا تو میری آگیا کا پالن نہیں کرے گی؟“ میں نے بھارن کو قاطب کیا۔
”تمہاری مفلکی ممان ہے منوہر سمراج — تمہاری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔“ بھارن نے نفوس بکواز میں کہا ”میرے لئے کیا آگیا ہے سمراج۔“

”بھارن — تمہارے سامنے اس سے کلی کے مندر کا پودت کھڑا ہے جس کا من کالا ہے، یہ پالی بچ ذات اور راکشش سے بھی بدتر ہے اس پر ادا میں نے تجھے بھاد کرنے کے لئے اپنی کٹی میں بلایا تھا، میری آگیا ہے کہ تو اس کو جان سے مار ڈال

———— دیوی دیوتا کا آئینہ تیرے ساتھ ہے۔“

”جو آگیا سمراج!“

بھارن نے جس کے شریر میں اس وقت میرے ایک ہیر کا قبضہ تھا سر جھکا کر کہا، پھر وہ آگے بڑھی، کٹی میں ایک سمت روسی کا سامان رکھا تھا، بھارن نے وہاں سے سبزی کاٹنے والی چھری اٹھائی، رام سروپ کی آنکھیں دہشت سے پٹی ہوئی تھیں، بھارن کو قریب آنا دیکھ کر اس نے چیخا چلانا شروع کر دیا، اس کی حالت نہ صرف قابل دید بلکہ مستحکم خیر بھی تھی۔ فضا میں معلق وہ پاؤں مار رہا تھا، بھارن کے تیور خطرناک تھے، رام سروپ کے قریب پہنچ کر اس نے چھری والا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر ایک ہی جھٹکے میں چھری اس کے پیٹ میں اتار دی، رام سروپ کے پیٹ سے خون کا فوارہ ابل پڑا، اس کی کھٹاک جھٹکی جیز سے تیز تر ہو رہی تھی اور بھارن کے ہاتھ مٹھنی انداز میں چل رہے تھے، کٹی میں پودت کا کندہ خون پھیل رہا تھا، کچھ دیر بعد جب وہ مر گیا تو میرے پیروں نے اسے زمین پر پھینک دیا، بھارن بدستور اس کے مردہ جسم پر چہرے کے پے در پے وار کر رہی تھی، میں پودت پر ایک آخری نظر ڈالی اور کٹی سے باہر آگیا، جہاں لاجوتی میری راہ دیکھ رہی تھی، میں لاجوتی کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

بنارس میں میرا قیام ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں تھا، کلی کے مندر پر حاضری دینے کے بعد میں واپس جانا چاہتا تھا لیکن لاجوتی کے اصرار پر مزید دو روز رک گیا، اگر نہ رکتا تو شاید وہ واقعہ بھی پیش نہ آتا جو اب میں بیان کر رہا ہوں۔

اس روز میں شام کو نما دھو کر اور کپڑے تبدیل کر کے لاجوتی کے ساتھ تفریح کی غرض سے باہر جانے کے لئے کمرے سے باہر نکلا تھا۔ راہداری عبور کر کے میڑھیوں کے قریب آیا تو نیچے ہال میں کچھ گڑ بڑ نظر آئی، ایک پولیس انسپکٹر اور چار مسلح سپاہی کاؤنٹر پر کھڑے کچھ معلومات کر رہے تھے، میں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ میڑھیوں اتر کر نیچے آیا پھر ہال عبور کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ایک سپاہی حیرت دم اٹھاتا ہوا میرے قریب آیا اور بولا۔

”کیا منوہر تمہارا ہی نام ہے؟“

”ہاں ————— کیوں؟“ میں نے سپاہی کو گھورتے ہوئے قدرے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ اس کا انداز قلم مجھے ناگوار گزرا تھا، اگر لاجوتی ساتھ نہ ہوتی تو ہال میں لوگ نہ ہوتے تو میں یقیناً اس پولیس کے سپاہی پر ہاتھ جھوڑ بیٹھتا، جن نظروں سے وہ مجھے

ہمارے کو ہم نے اسی رات خیر باد کہہ دیا، میرا ارادہ اجودہا جانے کا تھا لیکن لاجپتی نے بڑی خوبصورتی سے اور خوشامدانہ انداز میں میرا پردہ گرام خدہا کی کر دیا اور مجھے ایک بار پھر اسی حویلی کے سامنے پہنچا دیا جہاں سے میری پراسرار زندگی کی ابتدا ہوئی تھی، لاجپتی نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ پورن لال سے ملاقات کرنے کی غرض سے حویلی تک آنے پر مجبور تھی، میں نے پورن لال کا شعبہ نام سنا تو غاموش ہو گیا دیسے یہ دیگر بات تھی کہ حویلی کو نکلنے کے سامنے دیکھ کر مجھے بہت سی گزری ہوئی باتیں یاد آگئی تھیں۔ خاص طور پر فیروز کے ساتھ گزارے ہوئے راتیں لمحات کی یادیں میرے لئے سوہان روح تھیں میں نے ایک لمحے میں ان سب باتوں کو ذہن سے جھٹک دیا، فیروز نے مجھ سے بے وفائی کی تھی اور اجیت کمار کو اپنا لیا تھا، مجھے اب ان باتوں پر کوئی رنج نہیں تھا، پورن لال اور لاجپتی کے

”ہر آدمی، تیری سزا یہی ہے کہ تو اب اپنے مارے شر کے کپڑے اتار ادا کی اور
دیولوں کی طرح چٹخا چلا مسکوں پر ادا مارا پھر ----- کافی کے ایک مہینہ سیوک

مشورے پر عمل کر کے میں لب مہاں فلقی کا مالک بن چکا تھا، میرے ایک اشارے پر میرے ہر میرے لئے ہزاروں نعمتیں مہیا کر سکتے تھے۔ میں شہر سے غائب ہونے کے بعد میں داخل ہوا، اس وقت رات کے گیارہ کا عمل رہا ہو گا، سب سے پہلے میرا سامنا اجیت کمار سے ہوا جو اس سے باہر والے ڈرائنگ روم میں جیٹا دیو تانوں کا مشروب پی رہا تھا، لیبرہ اس کی آنکھوں میں بڑی بے حیائی سے لپٹی ہوئی تھی، اس کے جسم پر برائے نام کپڑے تھے، اجیت کمار نئے میں مجھ رہا تھا، مجھے اندہ لاجونی کو دیکھا تو بڑے جوش سے اٹھ کر مجھ سے ملنے لگا اور بولا۔

”میرے حشر منور کہاں رہے اتنے دنوں۔“

میری مہاراج کی آگیا کے ہوسار دوتاؤں کے لئے جاپ نورگین دھیان میں گئی تھی۔ میں نے میرے پر ایک اپنی سی نظر ڈال کر جواب دیا۔ "تم ساڈا بیت کمار۔ تم کیسے ہو؟"

”جمن کی بنسری بچا رہا ہوں۔ دیر تلوں کی کہا ہے۔“

اجیت کمار کے اصرار پر میں بھی ایک غلابی کرسی پر بیٹھ گیا، لاجپتی ایک طرف واسیوں جیسے انداز میں ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی لیکن مجھے کچھ ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے بچکانے کی کوشش کر رہی ہو، میں سمجھ گیا کہ اس وقت وہ اجیت کمار کے زیر اثر ہے، میں نے اس پر توجہ دینے کے بجائے اجیت سے باتیں شروع کر دیں، اس کے اصرار پر میں نے بھی وہی مشروب پیا جو وہ ہار پہلے ہی چکا تھا، اجیت کمار پیئے پلانے کے دوران ہار بار فیملر کو محبت کر اپنے سینے سے لگا لیتا تھا، میں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ لاجپتی بدستور ایک جانب واسیوں کے انداز میں ہاتھ باندھے کھڑی تھی، میں جب بھی اس کی طرف دیکھتا وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکراتی۔

اجیت کمار مجھ سے دنیا جہاں کی باتیں کرتا رہا، لاجپتی کے علاوہ خود پرچی پورانا لال نے بھی مجھ کو یہ بتایا تھا کہ وہ اس کا خاص سہوکار ہے، اسی وجہ سے میں اجیت سے جلد ہی علیحدہ ہو گیا۔ فیصلہ نے مجھے ابھی تک نہیں پہچانا تھا، پڑی ہے چیلنی سے وہ بار بار اجیت سے ہم آغوش ہو رہی تھی، خاصی دیر تک یہی ہنگامے جاری رہے، پھر فیصلہ نے پہلی بار مجھے متوجہ کر کے کہا۔

”نعمے ایسا جان پڑتا ہے منور بابو کہ میں نے پہلے کبھی تمہیں کس دیکھا ہے۔“

”جو سکا ہے تم اپنے کی باتیں کر رہی ہو۔“ میں نے بے رخی سے جواب دیا۔ ”جہاں

تک میرا تعلق ہے میں نے جس کبھی اپنے میں بھی نہیں دیکھا۔۔۔۔۔ وہ ساری بات
ہے کہ میرا نام منوہر باؤ نہیں بلکہ منوہر مہاراج ہے۔"

”ہماراج۔۔۔۔۔“ لیر نے لئے میں جھوٹے ہے کہف ”تم سب کچھ ہو سکتے ہو لیکن ہماراج نہیں ہو سکتے، ہماراج صرف میرا اجیت ہے۔ میرا اجیت کار جو لامحدود اور پراسرار قوتوں کا مالک ہے تم جیسے چھوٹے موٹے منس کو تو پنجل میں پس کر رکھ سکتا ہے“ کیوں اجیت؟“

آخری جملہ لیا کرتے ہوئے فیہر نے اجیت کے گے میں بائیں ڈال دی تھیں، میرا
خون کھول اٹھا، اجیت، فیہر کی بات سن کر جس انداز میں مسکرایا تھا اس نے جیتی پر تل کا
کام کیا لیکن میں نے منہ سے کام لیا، اگر اجیت، پورن لال کا سیوک نہ ہوتا تو میں یقیناً
اس سے اچھے پڑتا میرے چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت دیکھ کر فیہر نے غلط نتیجہ اخذ کیا، میرا
مراقبہ اڑاتے ہوئے ہوئی۔

”مہاراج۔ کیا بات ہے؟ یہ تمہارے چہرے کی رنگت ہلکی جیسی کیوں ہو رہی ہے۔“
 ”کلکتہ۔ چپ ہو جا۔“ میں اچانک گرج پڑا۔ ”لب اگر تو نے زبان کوہلی تو نہ کہ میں
 جھوٹک دوں گا۔“

نیر سم کر ایت سے چک مٹی، ایت کا چوا ایک لہر کیلے سرخ ہوا پھر مٹکا کر لاپوٹا سے بڑا۔

”منوہر۔۔۔۔۔ تمہیں نارویج پر غور نہیں کرنا چاہئے۔ مندر شروع کیل مری
ازانے کے لئے ہوتے ہیں۔“

میں نے اجیت کی بات کا جواب دینے کے بجائے ہاتھ بٹھا کر میز پر رکھا ہوا مشروب کا پیالا اٹھایا اور ایک ہی سانس میں باقی مشروب حق کے نیچے اتار گیا۔ اجیت میرے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے جبکہ کرئیر کے کان میں کچھ کہا تو وہ برا سا منہ بنا کر اٹھی اور مجھے گھورتی ہوئی باہر چلی گئی۔ اجیت نے اپنا پیالہ خالی کیا پھر لٹوٹی سے مزید مشروب لانے کے لئے کہا۔ لاجپتی نے اس کی خواہش کی تکمیل کر دی۔ میں بدستور اپنی جگہ بیٹھا اندر ہی اندر چیخ و تنہا کھا رہا تھا۔ نیر نے میری طبیعت کدو کر دی تھی۔ کچھ دیر میں دل پر جبر کبھی بیٹھا رہا پھر اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اجیت نے لاجپتی کو مخاطب کر کے لڑکھائی کو از میں کہا۔

مگر آج دور دور کیوں ہے لاجوتی۔۔۔۔۔ کیا آج تو میری آتما کی عیاض نہیں



”بیت“ نگہیوں کا فیصلہ نگہیوں سے ہونا چاہئے“ تم لاچونگی کو درمیان میں مت لاؤ“

مجھ سے آنکھ ملا کر ہلت کرو۔“

اجیت کا غصہ پورے شباب پر تھا، میرا جواب سن کر وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ یکھت اس نے کسی متر کا باپ کر کے میری طرف پھونکا تھا میں نیلے پیلے شعلے بلند ہو کر میری طرف لپکے، میں نے جلدی سے ایک متر پڑھ کر ہاتھ اٹھایا تو میری طرف بڑھنے والے شعلے ٹھٹھکے ہو کر عائب ہو گئے۔ اجیت نے اپنا پہلا وار ناکام ہوتے دیکھا تو دوسرا حملہ کیا۔ اس بار اس کے ہیر خطرناک خون تشام بھیڑیوں کے روپ میں نمودار ہو کر میری طرف لپکے تھے کہ میں نے دوسرا متر پڑھا، بھیڑیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر جھٹکا تو بھیڑیوں کے جسم دو حصوں میں بکس ہو کر زمین پر کچھ دیر تڑپے پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اجیت نے تیسرا حملہ کیا جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں سے کوڑیالا سانپ نکلا اور پھن اٹھا کہ مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے بڑی بھرتی سے جست لگائی اور سانپ کا وار خالی کیا، دوسرے ہی لمحے میں نے ایک متر پڑھ کر خود پر پھونکا اور سانپ پر نظریں جمادیں، کوڑیالا سانپ لہراتا ہوا تیزی سے میرے قریب آیا، زمین سے دو فٹ بلند ہو کر اس نے مجھ پر دوسری بار حملہ کرنا چاہا، میں پوری طرح تیار تھا، جیسے ہی سانپ نے پھن مارا میں نے بڑی بھرتی سے اس کا پھن ہاتھ سے پکڑ لیا اور منہ میں ڈال کر چا ڈالا۔ کرسھ میں ہولناک چیخوں کی آوازیں ابھرنے لگیں، اجیت مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے بڑے اطمینان سے سانپ کے پھن کو چبا کر زمین پر پھینک دیا۔ سانپ زمین پر گرتے ہی عائب ہو گیا۔ اجیت بدستور مجھے پٹٹی پٹٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”سان کھیل تماشوں کو چھوڑو اجیت، تم ممان فکٹی کے مالک ہو کوئی ایسا پتکار دکھاؤ جو میری فکٹی کے شبان شان ہو، گھبراؤ نہیں، میں ابھی کوئی جوابی حملہ نہیں کھل گا، پہلے تم اپنے من کی بیزاس نکال لو پھر میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے کتنی فکٹی پراپت کی ہے۔“

اجیت مل کھا کر رہ گیا، اپنے ہیروں کا انجام دیکھ کر وہ بری طرح تھلا رہا تھا، میرے جلوں نے اس کے دیوانے پن کو اور ہوا دی، اس نے تیزی سے کسی متر کا باپ کر کے پھر مجھ پر حملہ کیا، اس بار اگر میں نے ایک ہل کی بھی دیر کی ہوتی تو یقیناً مارا جاتا، اجیت کمار کے متر کے ہیروں نے اس بار میرے اوپر دیکھتے ہوئے انگڑوں کی بارش کر دی تھی میں نے پلک جھپکتے میں فلا بازی کھائی اور دوسری طرف چلا گیا پھر میں نے جلدی سے اس حملے کا توڑ کیا اور اجیت کو محتجب کر کے کرخت لہجے میں کہا۔

”اب میری باری ہے۔ تم سنہلو۔“

اجیت کے ہونٹ تیزی سے لپکے گئے، وہ غلپا، مجھ پر نئے حملے کی تیاری کر رہا تھا، میں نے جلدی سے ایک خطرناک متر پڑھ کر اپنا پاؤں زمین پر مارا، میرے ہیروں نے اجیت کمار کی پشت پر نمودار ہو کر اس کی کولی بھری پھراتی زور سے سر سے بلند کر کے کپے فرش پر پھا کہ اجیت کی کھوپڑی لو لہان ہو گئی، وہ فرش پر مایا بے آب کی طرح تڑپنے لگا اس کے حلق سے بلند ہونے والی چیخیں بڑی کرناک تھیں لیکن جلد ہی اسے اس اذیت سے نہات مل گئی، میرا سینہ غر سے پھیل گیا، آج میں نے پورن لال کے ایک ممان چیلے کو کسی حیر کینزے کی طرح مارا تھا، آج مجھے اپنی ممان فکٹی کا ثبوت اپنے دشمن کی خون میں لت پت لاش کی شکل میں مل گیا تھا۔ میں اجیت کی لاش کو حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ لاجوتی جو ابھی تک سسی سسی دور کھڑی ہماری جنگ کو دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی، دوڑ کر میرے کشادہ سینے سے لپک گئی۔

منوہر ————— ”اس نے خوشی کا اظہار کیا، تم نے ہوگی ممانج کے ممان چیلے کو مار لیا، مجھے دشو اس نہیں آ رہا، تم ممان ہو منوہر ————— تم ممان ہو۔“

”لاجوتی ————— میں نے لاجوتی کے خوبصورت جسم کو اپنی ہانوں میں لیتے ہوئے جواب دیا۔ ”یہ سب تمہارے پیار کا نتیجہ ہے، اجیت نے تمہارے مندر شرے سے کھینچنے کی حماقت کر کے میرے غصے کو کارا تھا، میں نے اسے زکھ میں جمونک دیا۔“

”اب مجھے تم سے دھرتی کی کوئی فکٹی دور نہیں کر سکتی ممانج،“ لاجوتی نے میرے سینے پر گل لیتے ہوئے کہا۔ ”میں سدا تمہارے چروں کی داسی بنی دوں گی۔“

”تم داسی نہیں، میرے من مندر کی رانی ہو۔“ میں نے لاجوتی کے چہرے کو اودھما کر کے اس کے یا قوتی ہونٹوں پر پیار کی مرفعت کرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تم سے کہا تھا کہ تم کھیل میری ہو، اگر پھر کسی نے تمہاری طرف بری نظروں سے دیکھا تو اس کا انجام بھی خراب ہو گا۔“

”ج منوہر ————— ج۔“

”ہیں ————— تمہیں شبہ کیوں ہے؟“ میں نے پیار بھری کوازیں میں کہا تو لاجوتی قدرے ملل ہو کر بولی۔

منوہر ————— ”مجھے اس دھرتی پر ہوگی ممانج نے بلایا تھا اگر کبھی ممانج نے ناراض ہو کر مجھے واپس جانے کی آگیا دے دی تو میں کیا کھل گی۔“

”مزاحمت ہو لاجوتی، مجھے ہوگی ممانج پر پورا دشو اس ہے، نہ کبھی تمہیں مجھ سے

”نہیں۔۔۔۔۔“ میں نے لاجپتی کو منع کیا۔ ”میں ان پانی چڑتوں کو سکا سکا کر باروں گا، ان کو ایسے حالات سے دو چار کروں گا کہ وہ بھر کسی کو اپنے قلم دستم کا نشانہ نہیں بنا سکیں گے۔“

لاہوتی میرا جواب سکر خاموش ہو گئی، میں نے طے کر لیا تھا کہ ان دونوں پنڈتوں کو ایسا سبق دوں گا کہ وہ تمام عمر یاد رکھیں گے اگر میں چاہتا تو ایک منتر کے ذریعے نہ صرف اداش کو ٹھیک کر سکتا تھا بلکہ ان دونوں کو اذیتاک حالات سے دو چار کر سکتا تھا لیکن میں نے جلد ہاڑی کا مظاہرہ نہیں کیا، مجھے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنا تھا! تیسرے روز مجھے قدرت نے ایسا موقع مہیا کر دیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ میں باہر سے محکوم کر آیا تھا، دونوں پنڈت اس وقت اپنے کمرے میں سینہ جاگتی داس کو گھیرے بیٹھے تھے جس کی اطلاع مجھے وہاں کے درجے مل گئی چنانچہ میں سیدھا اس صے کی جانب چلا گیا۔ ان کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں، 'دونوں پنڈتوں نے مجھے وہاں دیکھ کر برا سامنہ بنایا اور میری دخل اندازی پر یوں ناک بھوں چڑھانے لگے جیسے انھیں میرا وہاں آنا سخت ناگوار گزرا ہو،' جاگی داس بھی سٹپٹا سا گیا، میں محسوس کر رہا تھا کہ جاگی داس بھی میری وجہ سے کچھ الجھ گیا ہے۔ مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ دونوں پنڈت میری موجودگی میں اداش کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ جاگی داس کو انھوں نے زبان بند رکھنے کی ہدایت اسی غرض سے کی تھی کہ ان کا پول نہ کھلے پائے۔ مجھے موقع کی نزاکت دیکھ کر سخت غصہ آیا، میں نے چرے سے اس کا اظہار نہ کیا، دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاکر رہ گیا، کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے پتہ قد پنڈت کو جس کا نام پنڈت رام سائے تھا، مخاطب کرتے ہوئے سجدیدگی سے کہہ

پہلے رام سائے نے مجھے ضرورت مند محسوس کیا تو اپنی توند پر ہاتھ بھیر کر بتای
رجونت سے بولا۔

”تھماری بڑی کرپا ہوگی چنڈت ہی انگر تم میرے ساتھ چل کر ایک نظر میری استری کو دیکھ لو۔ دو روز سے اس نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے۔ بیٹھے بیٹھے اچانک بال لہجہ شروع کر دیتی ہے اور ہانگوں جیسی باتیں کرنے لگتی ہے۔“

”اگھر زنجی۔“ دوسرے ہنڈت سروپ زرائن نے آنکھیں بند کر کے ہانک لگاتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری استری کے شریر پر آجکل ایک گندی آتما کا قبضہ ہے، کام بڑا جان جو کھوں کا ہے۔ ہمیں اس گندی آتما کے ساتھ بیٹھ کرنا ہوگا، پرتو دجے ہماری ہوگی۔“

”تمہاری بڑی کہپا ہو گی چنٹ جی۔“ میں نے بدستور اداکاری کرتے ہوئے کہا ”میں ہر طرح سے تمہاری سیوا کرنے کو تیار ہوں، اگر تم نے لاجبجی کو اچھا کر دیا تو میں سارا جیون تمہارا غلام بنا دوں گا۔“

"بھیجی بھیجی۔۔۔۔۔ کیسی باتیں کر رہے ہو ماشے۔" شروپ نرائن نے براہِ منہ بتا کر کہا۔ "دھرماتاس کی ذات دان پن کی لالچ نہیں کرتی پر تو تجیس اپنی استری کے کارن ہماری ہر اگلیا کا پلن کرنا ہو گا۔"

”میں تیار ہوں پنڈت جی۔“ میں نے جلدی سے کہا تو پنڈت رام سہائے نے اپنی کھوپڑی سہلائے ہوئے جواب دیا۔

”سنو پالک — تمہاری استری کو آج کی رات ہمارے ساتھ گزارانی ہو گی“
 ہم اس پر جاپ اور منتر پڑھ کر اس کے شرے میں چھپی گندی آتما کو جلا کر بھسم کر دیں
 گئے۔“

”مجھے منظور ہے۔“ میں نے حامی بھری۔

دونوں پنڈت مجھے الوہیاتے رہے۔ میں ان کی آنکھوں میں ہوس کی ناپاک چمک محسوس کر رہا تھا، کچھ دیر خون کا کھونٹ پے بیٹھا رہا پھر اٹھ کر اپنے صے کی طرف آگیا۔ لاجوئی کو میں نے محلات سے باخبر کیا تو اس کا چوڑھے سے سرخ ہو گیا لیکن جب میں نے اسے اپنا

ہو کر ام بتایا تو وہ مسکرائے گی۔

ہو کر ام کے مطابق جب رات ہوئی تو میں نے لاجوئی کو آخری بار چند ضروری باتیں دیں پھر اسے لیجا کر پڑتوں کے کمرے میں چھوڑ دیا اس کام سے فراغت پا کر میں جاگنی داس کے پاس آیا اور اسے ساتھ لے کر تیسرے کمرے میں آگیا جو پڑتوں کے کمرے سے ملحق تھا۔ یہاں میں نے سارا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا تھا، دروازے کے ساتھ میں نے تین اوپر دو میزیں رکھ دی تھیں جس پر کھڑے ہو کر روشن دان کے ذریعے ہم دوسرے کمرے کا سارا منظر دیکھ سکتے تھے۔ جاگنی داس میری حرکت پر جھلا رہا تھا لیکن جب میں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ دونوں پنڈت اسے ٹھک رہے ہیں اور ان کی اصلیت کیا ہے تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اسے میری بات پر شبہ تھا لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ میری ہدایت پر عمل کرے چارو ناچار جاگنی داس نے میری بات مان لی اور میرے ساتھ میزوں پر چڑھ کر روشن دان سے دوسرے کمرے میں جھانکنے لگا جہاں لاجوئی ایک کرسی پر بت بنی بیٹھی تھی اور دونوں پنڈت اس کے سامنے بیٹھے اسے بھوکے نظروں سے گھور رہے تھے، کچھ دیر تک یہی پوزیشن رہی پھر رام سائے نے لاجوئی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”سندری“ تیرے ہتی نے ہمیں بتایا ہے کہ تیرے اوپر کبھی گندی آتما کا پھیر ہے۔
کیا یہ سچ ہے۔“

لاجوئی نے میری ہدایت کے مطابق کوئی جواب نہیں دیا۔ رام سائے کو دیکھ کر دیوالوں کے انداز میں ہنسنے لگی، ”سروپ زائن نے رام سائے کے کان میں کچھ کہا تو وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں شیشے کی ایک صراحی اور ایک گلاس تھا، کمرے میں داخل ہو کر اس نے قدرے گہرائے ہوئے انداز میں صراحی اور گلاس سروپ زائن کے ہاتھ میں دے دیا۔ لاجوئی بدستور مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھی، سروپ زائن نے صراحی کا مشروب گلاس میں ڈالا پھر لاجوئی کے قہقہہ لاکر اسے دیتے ہوئے بولا۔

”سندری“ تو اسے لی جاؤ، یہ سوم رس ہے، بیگوان بھلی کر گیا۔“

لاجوئی نے جھپٹ کر گلاس لیا اور ایک ہی گھونٹ میں اس کا تمام مشروب چلن سے نیچے اتار گئی، دوسرے گلاس کے ساتھ بھی اس نے یہی کیا لیکن تیسرے گلاس کے بعد اس نے باقاعدہ جمونا شروع کر دیا، میں اس کی ادکاری پر ہنس ہنس کر رہا تھا، لاجوئی کی

آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے تیرے لگے، اس کا پورا چہرہ خمار آلود ہو رہا تھا، دونوں پنڈت اس سے اوجھڑا کر بات کرتے رہے۔ جب خاصی دیر ہو گئی تو سروپ زائن نے اپنے ساتھی کو آنکھ مارنے ہوئے لاجوئی سے کہا۔

”سندری“ تیرے شر پر کسی گندی اور بھکی ہوئی آتما کا قبضہ ہے، ہم اپنی فطرت سے آج اس آتما کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔“

”ہمما۔۔۔۔۔ آ۔۔۔۔۔ راج۔“ لاجوئی نے جھومتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری بڑی کہنا ہو گی۔“

”ہر توجہ اپنے شر کو کپڑوں کی قید سے آزاد کرنا ہو گا۔“ سروپ زائن کی آواز جذبات کی شدت سے لڑکھڑاہی تھی، رام سائے لمبے لمبے کتوں کی طرح اپنی جگہ بیٹھا لاجوئی کو گھور رہا تھا۔

”سماراج۔۔۔۔۔“ لاجوئی نے قدرے شرارتے ہوئے پیاکی سے کہا۔ ”ہمیں لاج آئے گی تمہارے سامنے۔“

”مورک۔۔۔۔۔“ سروپ زائن نے جلدی سے جواب دیا۔ ”وہر ماتاؤں سے کیسی شرم۔۔۔۔۔ ہم جو کچھ کریں گے تیرے بھلے کو کریں گے۔“

لاجوئی کچھ سمجھی پھر اس نے لباس اتارنا شروع کر دیا، رام سائے کی حالت غیر ہو رہی تھی، میرا خون کھول رہا تھا جاگنی داس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

”منوہرجی۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”وہرج سے کام لو سیٹھ جاگنی داس۔“ میں دانت پیٹتے ہوئے بولا۔ ”تم نے جن سانپوں کو آستین میں پال رکھا ہے ان کا ٹانگ خاموش ہو کر دیکھو۔ میں ابھی ان پاپیوں کو بتاؤں گا کہ وہ کتنی فطرت کے مالک ہیں۔“

”منوہرجی۔۔۔۔۔“ جاگنی داس مجھے غصے کی حالت میں دیکھ کر گھبرا گیا پھر نا خوشگوار لہجے میں بولا ”تم میرے سماٹوں کا اہمکن کر رہے ہو، میں ان دونوں کو بہت عرصے سے جانتا ہوں، دونوں ہی بڑے دیالو اور نیک پنڈت ہیں۔“

”کیکواس بند کرو جاگنی داس۔“ میں نے سرد لہجے میں جاگنی داس کو گھور کر کہا۔ ”جو کچھ ہو رہا ہے اسے چپ چاپ دیکھتے رہو اگر تم نے آواز نکالی تو تمہارا حشر بھی خراب ہو گا۔“

جاگنی داس کی شہ گم ہو گئی، ہونٹ چبا کر خاموش ہو گیا میں نے روشن دان سے اندر جھانکا، لاجوئی اب نیم عریاں حالت میں کڑی شراب پی رہی تھی ابھی تک اس کا جسم قطعی طور

پر ہنسنے نہیں ہوا تھا لاجوئی کو جھٹکتے دیکھ کر رام سہائے حمزی سے اٹھ کر اس کے قریب گیا اور آنکھیں لال پیلی کر کے بولا۔

”مورکھ باری۔ تو ہم سے شرا رہی ہے۔ ہم سے۔۔۔۔۔ ہم جو کنگا جل کی طرح پو تر اور اچلے من کے مالک ہیں۔“

”سندری۔“ سروپ زائن نے رام سہائے کی باتوں کی تائید کرتے ہوئے حمزی سے کہا۔ ”ہماری آگیا کا پالن کر۔ ہم آج اس گندی آتما کو جلا کر ہمیں کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں جو تجھے پریشان کرتی ہے۔“

لاجوئی نے جھوٹے ہاتھ پیچھے کئے پھر جا کر مسکرانے لگی۔ رام سہائے نے سروپ زائن کو کچھ اشارہ کیا۔ سروپ زائن نے انہماک میں سر کو جنبش دی پھر لپک کر لاجوئی کے ہاتھ تمام لئے، مجھے اسی موقع کا انتظار تھا، کھل اس کے لاجوئی عیاں ہوتی میں نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا۔ دوسرے ہی لمحے رام سہائے تڑپ کر زمین پر گرا اور پاگل کتوں کی طرح لوٹ لگائے لگا اس کے حد سے خون کی دھار پھوٹ چکی تھی۔ سروپ زائن ابھی کچھ سمجھنے بھی نہ پایا تھا کہ لاجوئی نے جلدی سے لپک کر وہ دروازہ کھول دیا جس کی دوسری جانب ہم کڑے تھے۔ دروازہ کھول کر وہ حمزی سے باہر نکل گئی۔ جاگی داس ہونفوں کی طرح وضاحت طلب نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔ میرا غصہ پورے شباب پر تھا۔ میں نے جاگی داس کا ہاتھ تمام کر اسے میز سے نیچے اتارا اور پکڑ کر کمرے میں لے گیا سروپ زائن ہم دونوں کو دیکھ کر ایک لمحے کو گھبرایا مگر جلد ہی خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

”سماشے۔۔۔۔۔ تمہاری استری نے ہمارے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ ہمارا چاہنے منتر سب ناس کر دیا۔ ہمیں اس کے کلون کوئی اور لپائے کرنا ہو گا۔“

”رام سہائے بدستور پاگلوں جیسی حالت میں فرش پر لوٹ رہا تھا۔ میرے بعد اس کی پڑی پہلی ایک کمرے میں مصروف تھے۔ جاگی داس نے کچھ کھٹا چاہا لیکن سروپ زائن جلدی سے بات بٹا کر بولا۔

”میرے متحرکی یہ حالت تمہاری استری کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جو جاچ منتر میں نے گندی آتما کے لئے کیا تھا وہ اس قریب پر پلٹ گیا۔“

میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا پھر بھی میں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ سروپ زائن سے کہا۔

”ہماراج۔۔۔۔۔ کیا تم اپنی فحش کے دور سے اپنے متحر کو اس کشت سے نجات

دلانے کا کوئی لپائے نہیں کر سکتے۔“

”مگر مسکا ہوں۔ پر تو اس کے لئے سے لگے گا۔ کالی کا آتم جاچ زہریلے ناگوں سے مجھ زیادہ خطرناک ہے اس کا توڑ کرنا اتنا آسان نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ پر تو تم کوئی چٹان نہ کرو۔ جا کر آرام کرو۔ میں اپنے متحر کی دیکھ بھال کرنے کو تیار ہوں۔“

”ہماراج۔۔۔۔۔“ میں نے اس بار حقارت سے کہا۔ ”دو چار جنت منتر میں نے بھی پنڈت پجاریوں کی سیوا کر کے سیکھے ہیں، کم تو تمہارے متحر کو اس کشت سے نجات دلانے کی خاطر میں کوئی منتر پڑھوں۔“

”تو۔۔۔۔۔ منتر پڑھے گا۔“ سروپ زائن مجھے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے بولا۔ ”مورکھ۔ جنت منتر پاگلوں کا روگ نہیں۔ جا۔ جا کر اپنی استری کی خبر لے۔“

سروپ زائن کا بعد اس قدر تعقیر آمیز تھا کہ میں برداشت نہ کر سکا، گرج دار آواز میں کہا۔

”پاپی۔۔۔۔۔ اپنی گندی زبان بند رکھ۔۔۔۔۔ اگر تو بچ بچ پنڈت ہوتا تو اب تک تجھے جان لینا چاہیے تھا کہ تیرے سامنے اس سے کون کھڑا ہے اور تیرے متحر کو کشت کس نے دیا ہے؟“

سروپ زائن اور جاگی داس دونوں ہی چونکے۔ میں نے ان دونوں کی بوکھلاہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے بلند آواز میں ایک منتر پڑھ کر رام سہائے کی طرف پھونکا تو وہ لوٹا پوٹا بند کر کے کپڑے بھاڑتا ہوا یوں فرش سے اٹھا جیسے اسے مطلق کوئی تکلیف نہ ہو، اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے اسے مخاطب کر کے سرد آواز میں دریافت کیا۔

”رام سہائے۔۔۔۔۔ کیا تو جانتا ہے کہ اس سے تو کس کی آواز سن رہا ہے۔“

”جانتا ہوں ہماراج۔۔۔۔۔“ رام سہائے نے خوابیدہ آواز میں بدستور میرے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔ ”اس سے میں منور ہماراج کے سامنے کھڑا ہوں جو مہمان فحش کا مالک ہے۔ جسے کالی دیوی، شیو، شکر ہماراج اور گنیش دیوتا کا آشیرداد حاصل ہے۔“

”اوتی دیوی کا من سوچنے کیلئے دھرتی کے لاکھوں پنڈت پجاریوں نے گمان دھیان کیا پر تو تمہارے سوا کوئی اپنی تپتیا میں سہیل نہیں ہو سکا۔ تمہارے شر میں ہونان سے زیادہ فحش ہے ہماراج۔۔۔۔۔ تمہارا گمان دھیان اپر م پار ہے۔ دھرتی کی کوئی فحش تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔“

”پہراؤمی۔ اب تو مجھے یہ بتائے گا کہ تو نے اور رام سروپ نے لاجوئی کو کس کارن

”دیرج سے کام لو جاگی داس“ میں نے اسے دلا دیا اور بھٹک لھا کر کھڑا کیا۔
”اوشا کے لئے تمہیں چتا نہیں کرنا چاہئے مجھے دشواس ہے کہ تمہارا گھر سونا نہیں ہوئے
پائے گا۔“

میں نے جاگی داس کو اوشا کی صحت یابی کا یقین دلانے کے بعد دوبارہ بستر کی سمت نظر
اٹھائی تو دیکھا کہ اوشا اکثری بیٹھی ہے اور سرخ سرخ خونخوار آنکھوں سے مجھے گھور رہی
ہے، اس کی آنکھوں میں شعلوں کا شیطانی ناچ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ سبلی عمل
کی علامت ہے۔ ابھی میں اپنے اگلے قدم کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ اوشا کی
کرفت مگر منمنائی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔

”تو کون ہے؟ میرے کمرے میں کیا لینے آیا ہے؟ سو رکھ جا چلا جا یہاں سے۔“
”کلکتی۔۔۔۔۔۔“ میں صورت حال بھانپ کر گردار آواز میں بولا ”میں تجھے
آگیا دتا ہوں کہ اوشا کے شر کو چھوڑ دے، اگر تو نے میری آگیا کا پالن کیا تو میں تجھے شا
کر دوں گا پر تو اگر تو نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو میں تجھے ایسا کٹھ دلاؤں گا کہ نہ کہ کی اگنی
بھی تجھ سے دور بھاگے گی۔ سنا تو نے؟ میں کیا کہہ رہا ہوں؟“

اوشا کی آنکھوں کی سرخی یلکھت غائب ہو گئی، ایک ٹائٹ کے لئے اوشا نرکھڑائی، میرا
خیال تھا کہ وہ مگر جائے گی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے جسم میں جیسے دوبارہ جان آگئی،
آنکھوں کی سرخی دوبارہ نمودار ہوئی۔ اوشا کی کمرہ آواز پھر گونجی۔
”میں تمہاری آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں پر تو اس کے لئے تمہیں میری ذیک شرط مانی
پڑے گی، جاگی داس کو اپنی جینٹ دینی ہو گی۔“

”میں تیار ہوں۔“ جاگی داس جذباتی انداز میں چیخا، وہ آگے بڑھتا چاہتا تھا لیکن میں
نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اوشا کی نظروں سے نظریں ملا کر سرد آواز میں کہا۔

”جینٹ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے؟“
”نہیں۔ صرف جینٹ ہی ایک طریقہ ہے جو اوشا کو بچا سکتا ہے۔“
”جینٹ کس کے نام پر دینی ہو گی۔“ میں نے بڑی مشکلوں سے خون کا گھونٹ پی کر
سپاٹ لیجے میں دریافت کیا۔

”گیتا جمارن کے نام پر۔“ اوشا نے جموتے ہوئے جواب دیا۔
سبلی علوم کے بارے میں مجھے علم تھا کہ جب تک اس گندی اور ناپاک آتما کا نام نہ
معلوم ہو جو کسی کے سر پر مسلط کر دی گئی ہو اس کا اتارنا ممکن ہے چنانچہ جب مجھے نام

معلوم ہو گیا تو میں نے دوبارہ تیر بدلا اور کڑک کر کہا۔
”گیتا جمارن، تو اس سے کس سے ہٹ کر رہی ہے تجھے نہیں معلوم، کلکتی، میں پھر
کہتا ہوں کہ اوشا کے شر سے دور ہو جا یا رکھ اگر تو نے انکار کیا تو میں تجھے جلا کر ہسم
کر دوں گا۔“

میرے جواب میں کمرے میں ایک بیابک نسوانی قندہ گونجا پھر اس سے پتھر کہ میں
گیتا کی گندی آتما کو قابو کرنے کیلئے کوئی جتن حتر کرنا اوشا بیوش ہر کر بستر پر گر گئی، جاگی
داس جو ابھی تک پتھر کے بت کی مانند خاموش کھڑا بیٹھی بیٹھی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا
اوشا کو دوبارہ بیوش ہوتا دیکھ کر گھبرا گیا۔ دواچی کے عالم میں اس نے اوشا کی سمت بھاگنے
کی کوشش کی لیکن میں نے اسے پکڑ لیا، یہاں میں بڑی صاف گوئی سے یہ عرض کر دوں کہ
سبلی علوم کے توڑ کے سلسلہ میں میرا تجربہ نہ ہونے کے برابر تھا، چنانچہ میں ایک لمحے کو
سوج میں پڑ گیا اور دوسرے ہی لمحے لاجوتی کی آواز میرے کانوں میں سرگوشی بکھری۔

”پریشان نہ ہو مہاراج، گیتا جمارن کی آتما تمہاری خلقی کے آگے کسی حقیر کپڑے سے
زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اسی کارن وہ ڈر کر بھاگ گئی۔“
”لاجوتی، مجھے بتاؤ کہ اس پالن کو پچلنے کے لئے مجھے کیا کرنا ہو گا۔۔۔۔۔۔“ میں
نے من ہی من میں لاجوتی کو قاطب کیا۔

”اس کا کیل ایک ہی طریقہ ہے مہاراج۔“ لاجوتی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔
”سروپ نرائن نے گیتا جمارن کی آتما کو قابو کرنے کیلئے اس کا ایک پتلا بنا کر اس پر عمل
کیا تھا جب تک وہ پتلا بھاد نہیں ہو گا گیتا کی گندی آتما اوشا رانی کا شر نہیں چھوڑے گی،
سروپ نرائن نے وہ پتلا اپنے کمرے کے غسل خانے میں دفن کیا ہے۔“

میرے لئے لاجوتی کا اتنا اشارہ ہی بہت تھا، جاگی داس کا ہاتھ تمام کر میں اوشا کے
کمرے سے باہر نکلا اور تیز قدم اس کمرے میں آیا جہاں سروپ نرائن عظیم تھا، حویلی
کے ملازموں کو بلا کر جب میں نے غسل خانے کا فرش اکھاڑنے کا حکم دیا تو جاگی داس مجھے
یوں گھورنے لگا جیسے اسے میری ہوشندی پر شبہ ہو رہا ہو لیکن اس نے ذہن سے کچھ نہیں
کہا۔ ملازموں نے فرش اکھاڑنا شروع کر دیا تھا، جاگی داس خاموش کھڑا اپنا پتلا ہونٹ کانٹا
رہا لیکن اس وقت اس کی آنکھیں بھی حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں جب فرش کی تہ
سے ایک کپڑے کا پتلا برآمد ہوا۔ میں نے ملازموں کو باہر جانے کا حکم دیا پھر پتلا اٹھا کر اسے
دیکھنے لگا، پتے میں بیٹھا سوئیاں پرست تھی مہاراج، یہ سب کیا ہے؟ جاگی داس نے

مرہہ آواز میں کہا۔

”دھنچ رکھ جاگی داس۔“ میں نے فحوس آواز میں کہا۔ ”یہی پلا لوشا کی بنیادی کارن تھا۔“ اس کے بعد میں نے ایک ملازم کو آواز دے کر تیل اور مچس لانے کو کہا۔ جاگی داس گنگ سا کھڑا تھا، ملازم نے تیل اور مچس فراہم کی تو میں نے پتلے پر تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دی، پتلے کو آگ لگتی تھی کہ کمرے میں وہی منتناقی ہوئی آواز ابھری جو میں اوشا کے کمرے میں سن چکا تھا، اب اس آواز میں بلا کا کرب تھا بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی عورت موت اور زندگی کی تکلیف سے دو چار ہو، جوں جوں پتلے سے شعلے بلند ہوتے رہے کرناک آواز کی شدت بڑھتی گئی پھر جب پتلا جل کر راکھ ہوا تو آوازیں بھی بند ہو گئیں، میں نے راکھ کو بیروں سے مٹل دیا۔ جاگی داس کے ساتھ دوبارہ لوشا کی خوابگاہ میں داخل ہوا تو وہ ہوش میں تھی، البتہ ابھی تک اس کی کمزوری میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ جاگی داس کو دیکھ اوشا نے اپنی آواز میں کہا ”پتا جی۔“

”میری پتی۔ میری اوشا۔“ جاگی داس نے آگے بڑھ کر اوشا کو چوم لیا۔ باپ بیٹی کا ملاپ دیکھ کر میری خوشی کا کوئی لٹکانا نہ رہا۔ میں نے جاگی داس کو وہاں تنہا چھوڑا اور کچھ کسے سے بغیر باہر آگیا۔ بعد میں لاہوتی کی دیکھ بھال اور میرے جتنز منتر نے اوشا کی صحت بھی بحال کر دی، چند روز کے اندر وہ دوبارہ کسی شمع و چہل پہل کی مانند اپنے باپ کی حویلی میں تکیوں بھرنے کے قابل ہو گئی۔ جاگی داس نے میری فحش کا تماشا دیکھنے کے بعد میری آؤ بھگت دیکھی کر دی، اب پوری حویلی پر میرا راج تھا، تمام ملازم اور نوکر چاکر ہر وقت مع جاگی داس کے میرے آگے پیچھے ہاتھ باندھے موجود رہتے۔ اوشا کی صحت بالی کا جشن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا جس میں میں نے اور لاہوتی نے بھی شرکت کی۔ جاگی داس چونکہ کچھ عقیدے کا مالک تھا اس لئے ہندوستان کے بیشتر شہروں سے بڑے بڑے چڑت بھاریوں کو اس دعوت میں شرکت کی غرض سے بلایا گیا اور ان کے ہمکنار میں قیام کا مقول بندوبست کیا گیا۔



بمبئی میں میری آمد کا مقصد محض تفریح کرنا تھا چنانچہ اوشا رانی کے ٹھیک ہو جانے کے بعد میں حشر کے سب سے بڑے ہوٹل میں منتقل ہو گیا۔ جاگی داس نے مجھے اپنی حویلی میں روکنے پر پید اصرار کیا لیکن جب میں کسی طرح تیار نہ ہوا تو جاگی داس نے بڑے غلغلے سے کہا۔

”مہاراج“ میں تمہارے چرنوں کی دھول ہوں تمہیں کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا، پرتو ایک بات تم کو ضرور مانتی پڑے گی، جب تک تم بمبئی میں رہو گے تمہارا سارا خرچ یہ بیوک برداشت کرے گا۔“

”دھن دولت آئی جانی چیزیں ہیں جاگی داس، یوں بھی تم میری فحش کے چپکار اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو، مجھے دھن کی کوئی چتا نہیں۔“

میں نے جاگی داس کو ٹانگا چاہا مگر وہ بند رہا تو میں نے مجبوراً اسے سیدھا کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ جس ہوٹل میں میں نے لاہوتی کے ساتھ قیام کیا اس کا تمام خرچ جاگی داس برداشت کر رہا تھا۔

ہوٹل میں آنے کے بعد میں نے ہنگامہ شروع کر دیا۔ لاہوتی نے کبھی میری کسی حرکت پر اعتراض نہیں کیا۔ ہر رات بمبئی کی ایک نئی اور المیزانی میری خوابگاہ میں موجود ہوتی۔ میں دل بھر کر اس کی جوانی سے لطف اندوز ہوتا، میرے لئے یہ سب کچھ جائز تھا۔ پورن لال نے مجھے یہی بتایا تھا کہ دھرتی پر ٹاریاں صرف چڑت بھاریوں کا من بھانے کو بنی ہیں، شاید اسی لئے لاہوتی نے کبھی میری حیا شیوں پر انگلی نہیں اٹھائی البتہ وہ مجھ سے اپنی صحت کا خیال رکھنے کو برابر کہا کرتی تھی۔ بمبئی کے قیام کے دوران میں نے کیا کچھ کیا اور کتنی رنگینیوں کو اپنے دامن میں سمیٹا اگر اس کا ذکر تفصیل سے کیا جائے تو ایک کتاب رقم کی جاسکتی ہے، میں ان قصوں کو کہہنا نہیں چاہتا، جو کچھ ہو گیا وہ ایک خواب تھا جس کا دھندلا دھندلا عکس آج بھی میرے ذہن میں موجود ہے لیکن جب یہ عکس واضح ہوتے ہیں تو ماضی کا ایک ایک واقعہ مجھے خون کے آنسو ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ غرضیکہ میری رنگینیوں کی داستان بڑی طویل ہے، میں غیر ضروری واقعات کو یہاں درج کرنا ضروری نہیں سمجھتا البتہ ایک واقعہ لکھتا اشد ضروری سمجھتا ہوں۔ اس واقعے کی اہمیت کا اندازہ آپکو بعد میں ہو گا، اگر میں نے ابھی سے اس کی وضاحت کر دی تو کمائی کا لطف جاتا رہے گا، فی الحال میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہی واقعہ میری زندگی میں ایک نئے انقلاب کا باعث ثابت ہوا، آپ میری داستان کے آخری حصوں میں از خود اس کی اہمیت کا اندازہ لگالیں گے، ہر حال اب میں اس خاص واقعہ کی طرف آ رہا ہوں جس کے رونما ہونے سے میری زندگی کا رخ بدلا تھا۔

اس رات میری خوابگاہ میں ایک نوجوان کلی موجود تھی، ہوٹل کے بیروں نے جو اس

کام میں مہارت رکھتے تھے اسے حسب معمول رات کا اندھیرا پھیلنے ہی میرے لئے فراہم کر دیا تھا' میں جب لاجپتی کو رات کا الوداعی بوسہ دیکر اس کے کمرے سے نکل کر اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا تو اس لڑکی کو دیکھ کر میرا دل بلغ بالغ ہو گیا' اس کی عمر بشکل پندرہ سال رہی ہو گی جسٹانی نشوونما ابھی پورے طور سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس کے خد و خال نہایت دلکش تھے' چہرے پر معصومیت تھی' مجھے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ خوفزدہ انداز میں بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی معصوم نگاہوں میں خوف کے ساتھ ساتھ خاموش التجا بھی تھی۔ میں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا' اکثر لڑکیاں اپنی پاکدامنی کا اظہار اسی معصوم انداز میں پہلے بھی کر چکی تھیں' میں مسکراتا ہوا آگے بڑھا تو وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔

"سندری" میں نے اس کے حسن کے نشے سے سرشار ہوتے ہوئے کہا۔ "درد نہیں' میں حسن کا بیماری ہوں' تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ آج کی رات تم اس شخص کے ساتھ گزارو گی جو لامحدود قوتوں کا مالک ہے۔"

"رحم کرو۔" لڑکی نے سہمی سہمی آواز میں مجھے خوفزدہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو' یہاں مجھے دھوکے سے لایا گیا ہے۔"

"دھوکہ" میں نے زہر خند سے جواب دیا۔ "سندری" یہ دھرتی بھی ایک دھوکہ ہے جہاں ایک منش دوسرے منش کو دھوکہ دیتا ہے۔ پرنتو مہمان ہفتی رکھنے والے پنڈت پجاریوں کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا' تم کیل ایک سندھو ناری ہو۔"

"نہیں' نہیں ایسا نہیں ہو سکتا' میں اپنی عزت کی خاطر اپنی جان دے دوں گی۔" لڑکی معصوم اور کسن تھی لیکن اسکے لہجے میں ٹھوس اور آہنی چٹانوں جیسی سختی موجود تھی۔ "تم نے اگر میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں تمہارا خون کر دوں گی۔"

"تم" میرا خون کر دو گی؟ سندھو ہٹا!"

میں اس حسن بلا خیز کو اپنی آغوش کی زینت بنانے کے لئے آگے بڑھا تو وہ لپک کر مسہری کے دوسری طرف چلی گئی۔ اس کی معصوم نظروں میں اب خوف کے بجائے خون کی سرخیاں موجود تھیں۔ میں نے اسے گھبرنے کی کوشش کی' کچھ دیر تک وہ خود کو مجھ سے بچانے کی کوشش کرتی رہی لیکن جلد ہی میں نے اسے روک لیا۔ وہ خود کو میری آہنی گرفت سے چمڑانے کی خاطر ہمدرد کر رہی تھی بالکل اس معصوم اور

دہشت زدہ پرندے کی طرح جو جہل میں پھنس جانے کے بعد آزادی کی خاطر پر پڑ پڑاتا رہتا ہے۔

"سندری' نادان مت بنو' اس وقت تم ایسی ہفتی کے قبضے میں ہو جس سے کیل موت کے کوئی دوسری ہفتی تم کو نجات نہیں دلا سکتی۔" میں نے لڑکی کو گھر کا پھر تر لہجے میں کہا۔ "ہاتھ پائی سے کوئی فائدہ نہیں' آؤ اور اپنی مرضی سے مسکراتے ہوئے میرے سینے سے لگ جاؤ' ہم تمہاری سندھو ناری کو سو نکار کرنے کے لئے بے چین ہیں۔"

"کیئنے' چمڑ دے مجھے۔" لڑکی پھری ہوئی شیرینی کی مانند غرپ کر بولی۔ "تو اپنے ناپاک ارادے کی تکمیل نہیں کر سکتا' میں کمزور اور بے بس ضرور ہوں لیکن فیملی طاقتیں مجھے دیکھ رہی ہیں' تیرا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔"

"لڑکی" یکھت میں غصے سے ٹھٹھا کر بولا۔ "ہوش کی باتیں کر' مت بھول کہ اس سے تو منوہر مہاراج سے مخاطب ہے جس کی مہمان ہفتی اپرم پار ہے' سیدھی طرح میری آگیا کا پالن کر' کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھے رام کرنے کے لئے مجھے اپنے پیروں سے کام لینا پڑے۔"

"دھمکا رہا ہے' ایک کمزور لڑکی کو' کیئنے تیرا حشر خراب ہو گا' قہرانی سے ڈر کر اس کا ایک اشارہ تیرے خاکی جہم کو ملیا میٹ کر سکتا ہے۔"

لاجپتی نے مجھے روزِ محو کی طرح آج بھی دیوتاؤں والا مشوبہ پلا رکھا تھا' میرا نشہ تیز ہو رہا تھا' لڑکی کا گداز بدن مجھے اکسا رہا تھا لیکن اس کی جلی کئی باتیں مجھے غصہ دلا رہی تھیں۔ میں نے ایک آخری بار اور اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ دھینکا مشقی پر جہی رہی تو مجھے مجبوراً سخت کرنا پڑی' میں نے اسے ایک ایسا شدید جھٹکا دیا کہ وہ لڑکھاتی ہوئی مسہری پر مگر۔ قبل اس کے کہ وہ دوبارہ سنبھل پائی میں نے اسے مسہری پر جا لیا' وہ غصے میں مجھے کچھ زیادہ حسین لگ رہی تھی اس معصوم غافہ کی طرح جو فکاری کے بچے میں پھنس کر اپنے گتے ہے' میں لڑکی کے دل کی دھڑکنیں ادھر سے محسوس کر رہا تھا۔

"کیوں؟ اب کیا دھار ہیں تمہارے؟ کیا تمہیں اب بھی دھواں ہے کہ کوئی ہفتی تمہیں میرے بچے سے چمٹکارا دلا سکتی ہے۔" میں نے اسے بے بس کر کے اس کی کمزوری کا مذاق اڑاتے ہوئے دریافت کیا۔

لڑکی نے کچھ کہنے کے بجائے اپنے ہونٹ سختی سے دانتوں تلے دبائے' اس کی

غزالی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اسکی ہمتی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں ان میں رحم کی درخواست تھی۔

”دیرین سے کام لو سندی۔“ میں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے چکارا۔ ”تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ ایک مہمان پجاری تمہارے شریر کو سونپا کر رہا ہے، میری سیوا تمہیں سو رگ کا راستہ دکھائے گی۔“

میرا خیال تھا کہ لڑکی اب اپنی جد و جہد ختم کر دے گی لیکن وہ براہِ ہاتھ بید چلائے جا رہی تھی، میرے سینے میں طوفان اٹھ رہا تھا، اپنی فکلی بجھانے کی خاطر میں نے جارحانہ اقدام کا فیصلہ کر لیا، مجھے یقین تھا کہ وہ میری ہمتی کے آگے بے بس ہو جائے گی لیکن ابھی میں نے اس کے جسم کو بے نقاب کرنے کی خاطر ہلا قدم ہی اٹھایا تھا کہ ایک ٹھوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”نرک جاؤ شبیر، ہوش میں آؤ، تم ایک لڑکی کی بے بسی پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے برا کر رہے ہو۔“

میں نے اس آواز کو بہت واضح طور پر سنا تھا مگر کمرے میں میرے اور لڑکی کے سوا کوئی اور نہیں تھا پھر؟ وہ آواز کس کی تھی؟ میں نے ایک لمحے کو سوچا پھر دوبارہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا تو پھر وہی آواز سرگوشی بن کر میرے کانوں میں گونجی۔

”شبیر، لڑکی کو چھوڑ دو، اسی میں خیریت ہے۔“

”کون ہو تم۔۔۔۔۔؟ سامنے آؤ۔“ میں نے ایک بار پھر کمرے میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے اس آواز کو للکارا۔

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔“ آواز نے جواب دیا ”ممانیت چاہتے ہو تو لڑکی کو چھوڑ دو۔“

میں، منوہر لال جو دیوی دیوتاؤں کے لئے سینکڑوں جاپ کر کے مہمان ہمتی پر اپت کر چکا تھا اپنے عشرت کدے میں کسی ناپیدہ قوت کی موجودگی اور اس کی مداخلت بھلا کس طرح برداشت کر سکتا تھا چنانچہ میں نے ایک منتر جلدی سے پڑھ کر زور سے پھونک ماری، مجھے یقین تھا کہ کمرے میں موجود پراسرار ہستی میرے منتر کی تاثیر سے جل بھن کر راکھ ہو جائیگی لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا، تیسری بار جب میں نے لڑکی پر دست داری شروع کی تو پھر وہی آواز ابھری، اس بار اس کے لہجے میں کڑھکی

”مردود، کیا تو اپنی خباثت سے باز نہیں آئے گا۔“ میں لڑکی کو چھوڑ کر مسیروں کے نیچے آگیا، میرا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، میں حلق پھاڑ کر چلایا ”کہاں ہے تو؟ اگر مرد ہے تو سامنے آ، میں تجھے بتاؤں گا کہ منوہر مہاراج سے ٹکرائے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ تجھے ایسا سراپا دوں گا کہ پھر کبھی تو پجاریوں سے چھیڑ خالی نہیں کر سکے گا۔“

”شبیر۔۔۔۔۔۔ تم مسلمان سے ہندو بن گئے؟ افسوس کا مقام ہے“ وہی آواز ابھری۔ ”کیا طاقت کے حصول نے تمہیں اندھا کر دیا ہے، سنبھلنے کی کوشش کرو، اب بھی وقت ہے۔“

میں نے غصے میں دوسرا منتر پڑھ کر پاؤں زمین پر مارا، مجھے کامل یقین تھا کہ اس بار میرے منتر کے پیرائے ناپیدہ ہستی کو کچل ڈالیں گے لیکن کمرے میں میرے پیروں کی کریناک اور دردناک آوازیں ابھریں تو میں چونک اٹھا، کمرے میں جو ناپیدہ قوت موجود تھی وہ بھی غالباً ”بڑی طاقتوں کی مالک تھی“ میں پوری طرح محتاط ہو کر بولا۔

”کیا تم سامنے آکر مجھ سے بات نہیں کر سکتے، میرا مقصد ہے کہ چھپ کر وار کرنا مردانگی نہیں۔“

”ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔“ جواب مختصر تھا، میں نے تملاکر سوال کیا۔

”چاہتے کیا ہو تم؟“

”اس معمول لڑکی چھوڑ دو، یہ خودوں کی طرح پاک ہے اس نے سچ دل سے ایک ایسی طاقت کو آواز دی ہے جس کے آگے تمام شیطانی طاقتیں ہتھی ہیں۔“

”اچھا۔۔۔۔۔۔“ میں نے مستحکم اڑانے والے انداز میں کہا۔ ”تم جس طاقت کا ذکر کر رہے ہو کیا وہ مجھ سے زیادہ ہمتی پر اپت کر چکا ہے۔“

”بہودہ، بد تمیز، بے ادب۔“ میرے کانوں میں ناپیدہ انسان کی کڑھکی آواز گونجی اس کے ساتھ ہی میرے چہرے پر اتنی زور کا تھپڑ پڑا کہ میں تورا کر گرتے گرتے پچا۔

میں، منوہر مہاراج جس نے ادیتی دیوی کو اپنے جاپ کے منتر سے رام کیا تھا، پاربتی اور شیو شکر کی سکتیوں کو اپنایا تھا، اس وقت ایک لمحے کو پکڑا گیا، نہ جانے کیا بات تھی کہ مجھے اپنا پورا وجود لرزہ برآمدام محسوس ہوا، شاید وہ تھپڑ کی شدت کا اثر تھا کہ چند ساعتوں کیلئے میری نگاہوں کے سامنے دھند سی چھا گئی، لمحوں کی بات تھی لیکن

جب میں دوبارہ سنبھلا تو میں نے ایک انتہائی خطرناک منتر کا جاپ کر کے بڑی پھرتی سے کمرے کو حصار میں لے لیا۔ اب وہاں سے کوئی قوت نہیں نکل سکتی تھی، میں اب اپنے اس ناپیدہ دشمن کو بے آسانی مار سکتا تھا، میرا تن بدن انتقام کی آگ سے پھٹکا جا رہا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں دوسرا منتر پڑھتا میری نظر مسہری کی جانب اٹھی، لڑکی وہاں موجود نہیں تھی، کمرہ خالی پڑا تھا، ناپیدہ قوت شاید میری دفعتی غفلت سے فائدہ اٹھا کر میرا شکار میرے کھینچے سے نکال کر لے گئی تھی، یہ میری بے عزتی تھی، منور لال مہاراج کے لئے ایک چیلنج تھا، میں اپنی ہار تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا، میں دوسرے کمرے میں آیا لیکن لاجوتی بھی وہاں موجود نہیں تھی، اس کے کمرے کے تمام کھڑکی دروازے اندر سے بند تھے۔

”پھر ————— لاجوتی کہاں گئی؟“ میرا ذہن ایک بار پھر چکرا گیا نصے کی شدت سے میری مٹھیاں آپ ہی آپ بھنج گئیں، غیض و غضب کی شدت سے میرا پورا وجود لرز رہا تھا، لڑکی کا میرے چنگل سے نکل جانا اور لاجوتی کا اچانک بلا میری اجازت کے غائب ہو جانا، یہ دونوں باتیں میرے لئے کسی سسے سے کم نہیں تھیں۔ میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں، میں بڑی سنجیدگی سے اس ناپیدہ قوت کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے میری ممانعت کی تھی۔!!



لاجوتی اور لڑکی کی کشمکش نے میرے تن بدن میں انتقام کی آگ لگا دی، میرا شکار عین اسوقت میرے ہاتھ سے نکل گیا جب میں اسے ذبح کرنے والا تھا۔ دیوتاؤں کا مشروب پی لینے کے بعد میں پوری تربتک میں تھا مگر اب حالات اس کے برعکس تھے، میرا سارا نشہ ہرن ہو گیا، میں ہر قیمت پر اس ناپیدہ قوت سے ٹکرائے کا ارادہ کر چکا تھا جس نے میرے خوبصورت اور حسین شکار کو مجھ سے چھینا تھا یہ میری بے عزتی تھی، منور مہاراج کیلئے کھلا چیلنج تھا۔ میں اپنی ہار بھلا محسوس کر سکتا تھا، میں نے ادبیتی دیوی کو اپنے جاپ منتر سے رام کیا تھا پاربتی اور شیو فکھر مہاراج کے لئے بیٹھک کی تھی، میں نے ممانعت کی پراپت کی تھی۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ غیض و غضب کی وجہ سے میں لرز رہا تھا اور ایسی کیفیت میں جب میں نے لاجوتی کو بھی اپنے کمرے سے غائب پایا تو میرا غصہ دو چند ہو گیا۔ میں نے، میرے صبر میں بیٹنے کمرے سے لن کا ایک ایک کونا چھان مارا لیکن لاجوتی یا لڑکی کا کوئی پتہ نہیں چلا، خدا جانے ان کو زمین کھا گئی تھی یا آسمان، لاجوتی کا مسئلہ بہر حال دوسرا تھا لیکن لڑکی کا تمام کھڑکی دروازے بند ہونے کے باوجود پراسرار طور پر نظموں سے اور بھل ہو جانا بڑی تعجب خیز بات تھی۔

کیا ناپیدہ قوت بھی اتنی ہی ممانعت کی مالک تھی کہ وہ لڑکی کو اتنی آسانی سے نکال لے گئی؟ میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا، میں نے لاجوتی کو وقتی طور پر ذہن سے نکال دیا لیکن لڑکی کو دوبارہ حاصل کر کے اس کو اپنی ہوش کا نشانہ بنانے کا اکل ارادہ کر لیا، یہی ایک طریقہ تھا جس کے ذریعہ میں ناپیدہ قوت کے سامنے سرخرو ہو سکتا تھا، کچھ سوچ کر میں نے بیروں کو طلب کرنے والی کھنٹی بجا لی، دو منٹ بعد میرے سامنے وہی حیرا موجود تھا جس نے وہ لڑکی مجھے فراہم کی تھی، میں میرے کو خاموشی سے اندر لے آیا پھر اسے گھور کر بولا۔

”تم وہ لڑکی کہاں سے لائے تھے؟“

”مہاراج ————— میرے نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”اے لڑکی نہیں میرا کبھی مہاراج، گدڑی کا لعل، تم قسمت کے وحشی ہو مہاراج جو وہ ہمارے ہاتھ آگئے، درنہ ایسا

بال برسوں میں کبھی کبھی ہاتھ آتا ہے۔
 ”کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں رہتی ہے؟“ میں نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔
 ”میں اس کا پتہ نہیں معلوم مہاراج۔“ میرے کا لہجہ معنی خیز تھا۔ ”وہ کسی اور کو
 شکار کرنے کی تلاش میں تھی، ہم اسے راستے سے شکار کر کے یہاں اٹھالائے تھے۔“
 میرے کے جواب نے میرے غصے کو اور ہوا دی، ایسی صورت میں جبکہ لڑکی کا پتہ
 میرے کو بھی نہیں معلوم تھا میرا اسے دوبار حاصل کرنا دشوار تھا، میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ
 میرے نے سرگوشی کی۔

”مہاراج۔۔۔ کیا بات ہے؟ کیا سندری زیادہ سن کو بھائی ہے۔“
 ”وہ دیشیا کی پڑی مجھے جل دیکر چلی گئی۔“ میں نے تھلا کر جواب دیا۔
 ”چلی گئی۔۔۔۔۔“ میرے نے حیرت کا اظہار کیا پھر مسکرا کر بولا۔ ”کیوں غول
 کرتے ہو مہاراج، میں ایک ہل کو بھی گیلی سے نہیں بنا ہوں، اگر وہ جاتی تو مجھے ضرور
 نظر آتی، کیا وہ چار دن رکھنے کا ارادہ ہے۔“
 میرے نے آخری جملہ بڑے کاروباری لہجے میں کہا تھا، وہ شاید سمجھ رہا تھا کہ میں اس
 سے غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں، میں نے اسے خوشخوار نظروں سے گھورتا تو وہ بھی آنکھیں
 بدل کر بولا۔

”مجھ سے نہیں چلے گی مہاراج، یہ بال جو تم دیکھ رہے ہو دھوپ میں سفید نہیں
 ہوتے ہیں، صبح سے شام تک نہ جلے کتنی سندری لڑکیوں کو لوہرے اور کھرتا رہتا ہوں اگر
 گلاب اسی طرح جل دیتے گلیں تو پھر چل چکا وندا۔“

”کہنے۔۔۔ کیا میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔“ میں نے غصے سے میں
 گرج کر کہا تو میرے کے تنور بھی خطرناک ہو گئے، اس سوچ کو میری ممانعتی کاظم نہیں
 تھا، آستینیں چڑھا کر کہنے لگا۔

”سنو مائے، اگر لڑکی کو دو چار روز رکھنا ہے تو ابھی سے سودا کر لو، بلرام کو چرانے
 کی کوشش کی تو ہمیں کی دھرتی تھلے لے کر نکال دیا جائے گی۔“ کیا سمجھے۔“

”پاپی، سوچو کہ تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کس سے بات کر رہا ہے۔“ میں نے کرفت
 لہجے میں کہا۔ ”اگر جیون پدار ہے تو ہاتھ ہاتھ کر شاکا کھاتا کھاتا نہیں تو ایسا کشت دوں گا
 کہ سارا جیون بیاگل رہیگا۔“

”اچھا۔۔۔۔۔ چوری اور اس پر سے سینہ زوری۔“ بلرام عقارت سے بولا۔ پھر

وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے لپک کر اس کا گلا تھام لیا اور گھسیٹ کر دوسرے
 کمرے کی طرف لیجاتا ہوا بولا۔

”کہنے۔۔۔ چل اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، پرتو اتنا یاد رکھ کہ اگر وہ لڑکی تجھے نہ ملی تو
 تیرا انجام بھیانک ہو گا، میں تجھے جلا کر کھم کر ڈالوں گا۔“

بلرام حیرت سے جاندار آدمی تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ میری ممانعتی کے آگے دم مار
 سکتا، میں اسے گھسیٹتا ہوا دوسرے کمرے تک لے گیا، وہ میرے چنگل میں مانی بے آب کی
 طرح تڑپ رہا تھا، اس کی آنکھیں درد کی شدت کی وجہ سے حلقوں سے باہر ابلی پڑ رہی
 تھیں، کسی ہینکے ہوئے چوہے کی مانند وہ مجھے سسی سسی رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا
 میں نے ملے کر لیا تھا کہ بلرام کو اس کی بد زبانی کی سزا ضرور دوں گا، میرا غصہ اپنے پورے
 شباب پر تھا لیکن دوسرے کمرے میں قدم رکھتے ہی میں حیرت سے اچھل پڑا، بلرام کی گردن
 پر میرے ہاتھ کی مضبوط گرفت ڈھیلی پڑ گئی، میں پچھلی پچھلی نظروں سے اس لڑکی کو گھورنے
 لگا۔ جسکو تلاش کرنے کی خاطر میں نے کچھ دیر پہلے تمام کمروں کا ایک ایک کونا چھان مارا
 تھا، لڑکی میری مسرور پر بیٹھی بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی، بلرام نے لڑکی کو دیکھ
 کر میری جانب گھورا۔ پھر دہلی زبان میں بولا۔

”کیوں مہاراج، اب کیا خیال ہے، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں ایک ہل کو بھی
 گیلی سے دور نہیں گیا۔“

”چلا جا یہاں سے۔“ میں نے بلرام کو عقارت سے دھتکار دے ہوئے کہا۔ ”میں تجھ
 سے بعد میں بات کروں گا۔“

بلرام مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا، لڑکی کے چہرے سے
 لاچار وہی مترشح تھی۔ مجھے حیرت ہوئی، اس کا غائب ہو کر دوبارہ سامنے آ جانا میرے لئے
 تعجب خیز تھا، ہو سکتا ہے اسی ناویدہ قوت نے مجھے چرانے کی خاطر یہ اقدام کیا ہو۔“ میں
 نے سوچا اور من ہی من میں کمرے کو دوبارہ منزل میں لینے کا متر پڑھنے لگا، لڑکی مجھے
 بدستور دیکھے جا رہی تھی، جب میں متر پڑھ چکا تو وہ معنی خیز مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بکھیر
 کر بڑی لاچارہائی سے مجھے مخاطب ہوئی۔

”کس دھار میں تم ہو مہاراج۔“

”سندری۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ”مجھے دیشیا
 ہے کہ کوئی چھوٹی موٹی گھنٹی تھلری سنا رہی ہے، پرتو اب تم ایسے منزل میں پھنس

پہلی ہو جہاں کوئی فحشی ہمیں میرے کشت سے نہیں بچا سکتی، اب تم کھل میرے اشاروں پر ناپنے کو مجبور ہو۔“

”اکڑی اکڑی باتیں کیوں کر رہے ہو منورہ۔“ لڑکی نے بیانیہ ناراضگی کا اظہار کیا۔

”کیا اب تم میری سندرتا سے اپنا من نہیں ہلاؤ گے؟“

”دھیرج سے کام لو سندری، میں تمہاری من کی آشاوش پوری کروں گا۔“ میں محتاط انداز میں بولا تو لڑکی مسکرا دی، شکایتی آواز میں بولی۔

”پھر دور دور کیوں ہو منورہ، میرے قریب آؤ۔“

”سندری۔“ مجھے ہلکتے آواز آگیا، ڈپٹ کر بولا۔ ”اس بات کو من سے لٹھل دے کہ اب کوئی فحشی تیری سہارا کر سکتی ہے۔ اب میں میرے شرے کو اپنی مرضی سے روک سکتا ہوں۔“

لڑکی نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا، جس انداز میں وہ مجھے دیکھ رہی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے مطلقاً خائف نہیں ہے، غالباً اسے اب بھی امید تھی کہ ناپیدہ قوت اس کی مدد کرے گی، میں اس کی بھول پر مسکرا دیا۔ میں نے اسے جس مشکل میں گرفتار کیا تھا اس سے لڑکی کا بچ لٹکانا ناممکن تھا چنانچہ میں سینہ تان کر اس کی طرف بڑھا۔ میں نے ملے کر لیا تھا کہ پہلے اس کے کول شریو سے اپنے من کی اتنی کو لٹھاؤ کہوں گا۔ پھر اسے اپنی فحشی کے ذریعے سے جلا کر ہضم کر دوں گا، دیوتاؤں کے مشروب کا کھویا ہوا سرور پھر میرے اوپر طاری ہو رہا تھا۔

”منجھلو شیر، اب بھی دقت ہے، اپنی اصلاح کر لینی کو خش کرو۔“

میرے کانوں میں ناپیدہ قوت کے سخت الفاظ گونجنے تو میرے قدم رک گئے، خون کی گردش یکدم کئی گنا تیز ہو گئی، میں تھلا تھلا غلامی میں گھورتا ہوا چنگ

”سانے آکر بات کر پالی پھر تجھے معلوم ہو گا کہ تو کس فحشی سے ٹکرانے کی طاقت کر رہا ہے۔“

”شیر، ہوش میں آؤ، آنکھیں کھولو، اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کرو۔“ وہی آواز پھر میرے کانوں میں ابھری۔

میں نے جواب میں ایک متعز پڑھ کر کمرے میں پھونکا۔ یہ ایک انتہائی خطرناک منتر تھا مجھے یقین تھا کہ میرے منتر کے ہر اہمک لہو دار ہو کر اس ناپیدہ قوت کو ختم کر دیں گے۔ میرا منتر پھونکا تھا کہ کمرے میں خوفناک آوازیں گونجنے لگیں، میں سمجھ رہا تھا کہ

میرے جہاں نے اس ناپیدہ قوت کو گھیر لیا ہے۔ میرے ہونٹوں پر قاتلانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی، مجھے کامیابی کا مکمل یقین تھا کہ میں سینہ تانے کھڑا ان آوازوں کو سنتا رہا پھر جب آوازیں آتا بند ہو گئیں تو میں نے اپنی کامیابی کی تصدیق کی خاطر فضا میں گھورتے ہوئے ہونے لگا۔

”موجودہ حالت کیا تو میر گیا یا ابھی کوئی سانس میرے پیچھے میں اٹھا رہا ہے۔“

خواب میں طویل خاموشی نے مجھے میری جگہ کا یقین دلایا۔ میرا سینہ فخر سے تن گیا، میں نے لڑکی کی طرف نظریں گھما لیں، اس کے چہرے پر اب لاپرواہی کے بجائے کمری سنجیدگی تھی۔ شاید اسے علم ہو گیا تھا کہ اسے میرے آگلی فتنوں سے چھٹکارا دلانے والی ناپیدہ قوت فنا ہو چکی ہے، میں نے لڑکی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

”سندری، اب تم کس دھار میں گم ہو، تمہارے کول کہہ کر اداسی کا کارن؟“

لڑکی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، سنجیدہ نظروں سے خاموش بیٹھی مجھے گھورتی رہی، میں لہراتا ہوا آگے بڑھا، لڑکی کا خوبصورت جسم مجھے دیوانہ بنا رہا تھا لیکن غل اس کے کہ میں اس کے قریب پہنچ کر اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اپنے جذبات کی آسویں کا درجہ بناتا، میرے اور لڑکی کے درمیان تیزی سے دھند بکھل کر کمری ہوتی چلی گئی۔ میں چونک کر رکنا مگر پھر اس کے کہ میں حالات کی اس برقی رفتار تبدیلی پر کچھ غور کرنا دھند کی ریز چادر نے مجھے اپنی پلیٹ میں لے لیا۔ میرا دم اس دھند میں گھسنے لگا، میں نے اپنے ہوش برقرار رکھنے کی جبری کوشش کی مگر بے سود۔ میرے ہوش و حواس معطل ہوتے چلے گئے، مجھے بس اس قدر یاد ہے کہ میں چکر کر کئی ٹھوس شے سے ٹکرایا تھا، اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوبارہ ہوش آیا تو ایک لمحے کو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کسوی ہمایاںک خواب دیکھ رہا ہوں، میں آنکھیں پھاڑے آسمان کو گھورتا رہا۔ اور اپنی یادداشت کو کھدنا رہا، مجھے خوب اچھی طرح یاد تھا کہ آخری بار میں اس کمرے میں تھا جہاں زمین سے دھند کا غبار ابھرا تھا اور میں چکر کر گرا تھا لیکن اب۔ اب میں نے خود کو ایسے نئی و دق دیران و سنسان میدان میں نگی زمین پر پڑا پایا جہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا نشان نہیں تھا، یہ باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں، مجھے خواب کا گمان ہوتا رہا لیکن یہ خواب نہیں حقیقت تھی۔ میں کراہتا ہوا اٹھا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ میرے ذہن میں ابھی تک اس ناپیدہ قوت کی آواز کی بازگشت موجود تھی جس نے مجھے اس حالت کو پہنچایا تھا۔

میں 'منوہر لال' معارج جس نے ایک طویل عرصے تک اپنے سکھ چین کو پیگ کر دیا انوں میں گیلیاں دھیان کے ذریعے دیوتاؤں جیسی مہمان فحقی پر اپنی تھی اس وقت خود کو بڑا بے بس محسوس کر رہا تھا میری حالت اس جوار کی سی تھی جو ایک ہی داؤں پر اپنا سب کچھ ہار گیا ہو۔ اپنی ناکا پر خاصی دیر تک میں دل ہی دل میں الجھتا رہا مجھے لاجوئی پر بھی شدید غصہ آ رہا تھا جو مجھے ہو گئی میں تنہا چھوڑ کر نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی مجھے یہ خیال بھی تھا کہ اس موقع پر پورن لال نے میری کوئی مدد نہیں کی۔ میں خالی الذہن منزل کا تعین کئے بغیر یونی ایک جانب قدم اٹھا رہا پھر مجھے اذ خود اپنی بزدلی پر ناؤ آ گیا۔ میں نے ایک جگہ رک کر آنکھیں بند کیں اور ایک آسودہ منزل کا جہل کرتے لگا ہر چند کہ میں نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر رکھی تھیں لیکن جیسے جیسے جا پ پورا ہو رہا تھا اندھیروں کے بادل چھتے جا رہے تھے چند لمحوں بعد پارٹی کی صورت میری نظروں کے سامنے واضح ہوتی چلی گئی۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر غضب کا جاہ و جلال تھا شوخ اور مدبھری نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں وہ سر کیا ایک عظیم دیوی نظر آ رہی تھی میرے دل کی دھڑکیں تیز ہونے لگیں میں نے دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مہمان دیوی، تیرا سیوک ہاتھ جوڑ کر تجھے پر نام کرتا ہے۔"

جواب میں دیوی نے ہاتھ اٹھا کر مجھے آخیر داؤ دیا پھر اس کی مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"منوہر لال، تمہارے من کی جی پکار نے مجھے تمہارے سامنے آنے پر مجبور کر دیا، کہو مجھے بلائے کا کارن کیا ہے، کیا تم پر کوئی چتا آن پڑی ہے؟"

"ہاں دیوی۔" میں نے ذہنوت کرتے ہوئے جواب دیا۔ "تیرے سیوک کو تیری مساجد کی ضرورت ہے، مجھ پر کچا کر دیوی، کسی پاپی نے اپنی فحقی کے ذور سے مجھے اس حال تک پہنچا دیا ہے، اگر تو نے مدد نہ کی دیوی تو تیرے سیوک کا بھرم خاک میں مل جائے گا۔"

"منوہر لال۔۔۔۔۔" دیوی نے تھوڑے وقف کے بعد گہری سنجیدگی سے کہا۔ "جو کچھ تمہارے اوپر جیتی ہے میں جانتی ہو، پر تو ابھی وہ عین نہیں آیا جب تمہیں دیوی کی مسانتا کی ضرورت پیش آئے، میری دان کی ہوئی فحقی تمہارے پاس ہے اسے کام میں لانے کی کوشش کرو۔"

"میں نے سب کچھ کر دیکھا ہے دیوی۔ لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی، لاجوئی بھی نہ

جانے کہاں گم ہو گئی، میں یہاں تک کس طرح آیا اس کا مجھے کوئی علم نہیں۔"

"زراش مت ہو منوہر لال۔" دیوی نے روکے لیے میں کہا۔ "سے کی بات ہے جو تم اپنی بھانڈاؤں میں سپل نہیں ہوئے پر تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کو دجے نہیں ہوئی۔ جب دو جوان آپس میں ٹھراتے ہیں تو ایک کا پلڑا ضرور بھاری رہتا ہے، تم ابھی نا تجربہ کار ہو، یہ (ہنگ) کرتے سے منٹ کو اپنی آنکھوں کے ساتھ ساتھ دل سے بھی کام لیتا پڑتا ہے، ہم نے صرف جذبات سے کام لیا ہے، یہ تمہاری بھول تھی، پر تو زراش مت ہو، دیوی کا آخیر داؤ تمہارے ساتھ ہے۔"

"دیوی۔۔۔۔۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "تیرا سیوک موت سے نہیں ڈرتا دیوی، پر تو اس اپرا دمی نے مجھ پر وار کیا ہے وہ کل ٹکر میرے سامنے نہیں آیا، مجھے صرف اتنا بتا دے دیوی کہ وہ کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ کہاں رہتا ہے؟ جب تک تیرا سیوک اپنے اہلکار کا بدلہ نہ چکالے گا اس کی آتما بیا کل رہے گی۔"

"دیر سے کام لو منوہر لال۔" دیوی نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "وہ سے جلد آئے گا جب تم اپنے دشمن کو اپنی نظروں سے دیکھ سکو گے پر تو تم کو اب اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہوں گی، یہ میں دجے بیشہ اس کی ہوتی ہے جو ہوشیاری اور چالاک سے کام لے۔"

"میرے لئے تیری کیا آلیا ہے دیوی۔" میں نے قدرے مایوس ہو کر دریافت کیا،

دیوی کے جواب سے مجھے تسلی نہیں ہوئی تھی۔

"منوہر۔۔۔۔۔" اس بار دیوی نے مجھے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے کہا

"تمہارے من میں ابھی تک کوئی کھوٹ موجود ہے، تم نے فحقی پر اپت کر لی پر تو ابھی تک سیوک نہیں بن سکے، دیوی کی طرف سے بھی تمہارا من ابھی تک صاف نہیں، تم ابھی تک منٹ ہی رہے منوہر لال۔"

"شاکر دے دیوی!" میں نے جلدی سے بوکھلاتے ہوئے کہا۔ "تیرے سیوک کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں، میں ہاتھ جوڑ کر بنی کرتا ہوں دیوی، مجھے شاکر دے، وقتی ناکا نے تیرے سیوک کا حال خراب کر دیا ہے۔"

"یہ تمہاری پہلی بھول ہے منوہر اس لئے میں تم کو شاکر کرتی ہوں پر تو اتنا یاد رکھنا کہ اگر پھر تم نے کوئی غلطی کی اور دیوی دیوتاؤں کی طرف سے اپنا من صاف نہ کیا تو دیوتاؤں کا سراپ تمہارا جیون نشٹ کر دے گا۔"

"تیری بڑی کہا دیوی جو تو نے اپنے سیوک کو شاکر دیا، میں سچے دل سے دجن رہتا

ہوں کہ پھر ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے دیوی کی ہمت سن کر سر تپا لرزے ہوئے جواب دیا "اس کی بدلی ہوئی نظروں نے مجھے لرزہ بر اندام کر دیا تھا۔"

کچھ دیر تک پارٹی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور غصے کے طے جیسے تاثرات ابھر رہے تھے، میں خاموش کھڑا دیوی کے چہرے کی بدلتی کیفیتوں کا جائزہ لیتا رہا، نہ جانے وہ کن خیالوں میں گم تھی، خاصی دیر بعد دیوی کے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی۔

"منوہر! کیا تم جانتے ہو کہ اس سے تم کہاں ہو؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم دیوی!" میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا تو دیوی بولی۔

"تم اس سے بہت سے ہزاروں میل دور ایک گاؤں میں ہو پر تو گھبراؤ نہیں، دیوی کا آشیرادو تمہارے ساتھ ہے، میں تم کو مل بھر میں پہنچی کے اس ہوٹل میں پہنچا دوں گی جہاں سے حملو یہاں لایا گیا ہے۔"

"تمہاری بڑی دیا دیوی!" میں نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"ایک بات اور دھیان سے سنو منوہر! لاجپتی نرودش ہے وہ اپنی مرضی سے ہمیں چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ اسے دیوتاؤں کی آگیا کے انوسار وہاں سے ہٹا دیا تھا، اگر وہ ایسا نہ کرتی تو تمہاری ساری جان کی ضمانت تھی تو تم دونوں پریشانوں میں گھر جاتے۔"

"اگر لاجپتی نے دیوتاؤں کے اشارے پر وہاں سے ہٹا مناسب سمجھا تھا تو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں۔" میں نے بڑی عاجزی سے جواب دیا۔ "دیوتاؤں کی آگیا کا پالن کرنا ہمارا دھرم ہے۔"

"پورن لال تمہارا گد ہے منوہر! تمہیں میرے چہروں میں آنے کے بجائے اپنے گد سے ملنا چاہئے تھا، تمہیں آئندہ ان باتوں کا دھیان رکھنا ہو گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش کھڑا پارٹی کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس کے حکم پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو بہت سی باتوں میں پایا جہاں پکرا کر گرا تھا، طبیعت سخت بوجھل اور سر بھاری بھاری سا لگ رہا تھا۔ حالات نے میرے اعصاب کو جنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ دیوی نے مجھے اس ناریدہ قوت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا، نہ جانے اس میں پارٹی کی کیا مصلحت تھی، دیوتاؤں نے لاجپتی کو دور رہنے کا حکم کس مصلحت کی بنا پر دیا تھا؟ یہ بات بھی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ میں ان ہی خیالات میں غوطہ کھاتا کہ کمرے میں کسی کی سخت آواز سن کر

چوٹا، اٹھ کر دیکھا تو ہلرام دروازے پر کھڑا مجھے گھور رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ وہ کس مقصد سے اندر آیا ہے۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا، سرد لہجے میں بولا۔

"ہلرام! تم میری اجازت کے بغیر اندر کیوں آئے؟"

"ہمارا راج" میں نے رات بھر تمہارے کمرے کے سامنے بیٹھ کر پہنچا دیا ہے اور تم اندر میں کرتے رہے۔" ہلرام نے کاروباری لہجے میں کہا پھر ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا۔ "سوئے کی چیزیاں کہاں چھپا دی ہمارا راج۔"

"ہلرام! جا دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔" میں نے گجڑے ہوئے تہ سے کہا۔ "کس ایسا نہ ہو کہ مجھے بتانا پڑے کہ میں کون ہوں، جیون پیارا ہے تو پھر ادھر کا رخ نہ کرنا۔"

"ہمیشہ! میرا نام بھی ہلرام ہے۔" ہلرام بھی سنجیدہ ہو گیا۔ مجھے گھور کر بولا۔ "زیادہ اڑنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہو گا، یا تو لڑکی میرے حوالے کر دیا سیدھی طرح پیٹکی ڈھیل کرو، آنکھیں دکھا کر تم ہلرام کو خوفزدہ نہیں کر سکو گے۔"

گزری ہوئی باتوں نے میرے ذہن کو پہلے ہی مت الجھا رکھا تھا، ہلرام کی بیہوشی نے سونے پر سناٹے کا کام کیا، وہ اپنی موت کا خواہاں تھا۔ میں نے آخری بار اسے اور سمجھانا چاہا لیکن جب وہ بدستور اپنی سی پر گھر بست رہا تو میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، میں نے اسے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا مگر ٹھکانے کے کہ میں کوئی جتن ستر پڑھتا ہلرام نے ایک کریمک چچ ماری اور زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی غیر مرنی قوت اس کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں حلقوں سے الٹی پڑ رہی تھیں۔ چہرے پر اشتباہ تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ میں ابھی اس کی حالت پر غور کر رہا تھا کہ یکھٹ اس کے بدن سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کو جلا کر راکھ کے ڈبیر میں بدل گئے پھر ہوا کا ایک تیز جھوٹا آیا اور اس کی راکھ اڑا لے گیا۔ فرش یوں صاف ہو گیا جیسے وہاں کچھ بھی نہ ہوا ہو، مجھے ہلرام کی یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا۔ "معا" میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا، کس دی ناریدہ قوت تو ہلرام کی موت کا سبب نہیں بنی جس نے مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی تھی؟ ایک لمحے کو میرا ذہن پکرایا لیکن دوسرے ہی لمحے میرا دل خوشی سے اچھل پڑا، لاجپتی اسی جگہ اچانک نمودار ہوئی جہاں ہلرام کا کرایا کرم ہوا تھا، میں لاجپتی کو دیکھتے ہی بے اختیار اس کی جانب لپکا اور اسے پوری قوت سے اپنے سینے سے لگا لیا، اس کے قرب نے مجھے سکون بخشا

تو میں نے کہا۔

”لاجوئی، میری رانی، تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھیں؟“

”میں مجبور تھی منور، دیوتاؤں کی آگیا بھی تھی۔“ لاجوئی نے بڑی لگاوت سے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا پھر سخت آواز میں بولی۔ ”ہلرام نے تمہاری شان میں گستاخی کی تھی مہاراج! میں نے اسے جلا کر بھسم کر دیا، اگر میں ایسا نہ کرتی — تو وہ ہمارے راستے کی رکاوٹ بن سکتا تھا، یوگی مہاراج کی آشا بھی یہی تھی کہ اسے راستے سے ہٹا دیا جائے۔“

لاجوئی کے قرب نے میرے منتشر ذہن کو خاصی تعویت بہم پہنچائی۔ میں اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر میں نے دہلی زبان میں پوچھا۔

”لاجوئی کیا تم جانتی ہو کہ وہ ناپیدہ قوت کون تھی جس نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی؟“

”مہاراج —“ لاجوئی بڑی عقیدت سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ ”تم اس کی کوئی پہچان نہ کرو“ سے کا انتظار کرو مہاراج! ہر کام تمہاری آشاؤں کے انوسار ہو گا۔“

”لاجوئی، میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ میری مہمان فتنی کا اہم تھا، مجھے اس وقت تک شانتی نہیں ملے گی جب تک میں اس ناپیدہ قوت سے اپنا انتقام نہ لے لوں۔“

”ایسا ہی ہو گا مہاراج! دیوی دیوتاؤں کی مرضی بھی یہی ہے پر تو ابھی اس کا سے نہیں آیا۔“ لاجوئی نے اس بار بھی گول مہول جواب دیا۔ میں نے زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔ پارہی کا حکم بھی یہی تھا کہ مجھے اس سلسلے میں وقت کا انتظار کرنا ہو گا۔ لاجوئی کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ سب کچھ جاننے کے باوجود لاطینی کا مظاہرہ کر رہی ہے، شاید دیوی دیوتاؤں نے اسے زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی، چنانچہ میں نے اس ناپیدہ قوت کا تذکرہ ختم کر کے دوسرا سوال کیا۔

”لاجو، دیوی دیوتاؤں کی مرضی پر چلنا اور ان کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے، میں تم سے اس فتنی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا، لیکن کیا تم مجھے اس لڑکی کا پتہ بھی نہیں بتا سکتیں جو میرے چکل میں آکر نکل گئی تھی۔“

”اس کنیا کا نام ساجدہ ہے مہاراج، یہیں بیٹھی میں رہتی ہے۔ ہلرام اور اس کے مگرے اس کو زبردستی اٹھا لائے تھے۔“ لاجوئی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے

سجیدگی سے کہا۔ ”میں جانتی ہوں کہ وہ لڑکی کہاں رہتی ہے لیکن —“

”لیکن کیا لاجوئی، مجھے بتاؤ لاجوئی! تم چپ کیوں ہو گئیں؟“ میں نے تیزی سے پوچھا۔

”مہاراج، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر بیتی کرتی ہوں کہ اس کنیا کا دھیان من سے نکال دو۔“

”کارن —“ میں نے لاجوئی کے جواب پر وضاحت طلب نظروں سے اسے گھورا تو وہ دہلی زبان میں بولی۔

”منور، وہ کنیا ناگن سان ہے، اگر تم نے اس کا دھیان نہ چھوڑا تو معیبت میں پھنس جاؤ گے، جو کچھ تمہارے اوپر بیتی ہے اسی کنیا کے کارن بیتی ہے، اسے بھول جاؤ مہاراج۔“

میرے پیچھے اصرار کے باوجود لاجوئی مجھے ہلاتی رہی، بھلاتی رہی چنانچہ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

”کیا یوگی مہاراج کو ان باتوں کا علم ہو چکا ہے۔“

”ہاں مہاراج!“ لاجوئی کا جواب بڑا مختصر تھا، میری الجھن اور بڑھ گئی، میں خشک آواز میں بولا

”میں پورن لال سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”مہاراج نے مجھے اسی کارن یہاں بھیجا ہے کہ میں حکو ساتھ لے چلوں۔“ لاجوئی نے جواب دیا۔ ”مہاراج کی فتنی مہمان اور اپرم پار ہے دھرتی پر ایک چیونٹی بھی رچتی ہے تو مہاراج کو خبر مل جاتی ہے۔ تم تو ان کے مہمان سبک ہو مہاراج۔“

لاجوئی کی باتیں مجھے اس وقت کچھ عجیب سی لگ رہی تھیں۔ اس کے باوجود میں اسی وقت اس کے ساتھ ہو لیا۔ لاجوئی نے مجھے محض اتنا بتایا تھا کہ پورن لال، دندھیال کی پھاڑیوں کی ایک گھما میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے!!



شکراں پھاڑوں کے درمیان وہ گھسا بید محفوظ اور آرام دہ تھی لیکن خیرتی سے چلنے والے چراغ کی سلیکھاتی ہوئی روشنی نے اسے بڑا پر اسرار اور ہولناک بنا دیا تھا، میں نے پورن لال کو دیکھا جو ایک منفل کے درمیان بیٹھا ملا جپنے میں مصروف تھا، لاجوئی مجھے گھما کے دروازے تک پہنچا کر دیوں رک گئی تھی، میرے اصرار پر اس نے بس اتنا کہا تھا کہ اس وقت پر اسرار یوگی کسی جاپ میں مگن ہے اس لئے وہ اندر نہیں جاسکتی۔ میں خاموشی سے

ایک چہرہ بند کر پورن لال کو گھورنے لگا جو آنکھیں بند کئے نہ جانے کس جانب میں گمن تھا، گھسا میں ہر سو گمرا اور وہ ان سکوت طاری تھا۔ پورن لال کو غالباً وہاں میری موجودگی کی خبر نہیں تھی۔

میں پورن لال کو نظر انداز کر کے گزری باتوں کے بارے میں سوچنے لگا، مسلسل سات روز کے سفر کے باوجود مجھے صحن سے زیادہ اپنی اس ہلاکتی کا احساس تھا جو مجھے کسی مجریدہ قوت کے ہاتھوں نصیب ہوئی تھی۔ پارٹی دیوی کا برتاؤ میرے ساتھ متنی خیر تھا، بعد میں لاجوتی نے بھی وہی سب کہا جو دیوی نے کہا تھا، ان دونوں نے تاویہ قوت کے بارے میں اپنی زبان بند کر رکھی تھی۔ میں اس راز کو جاننے کے لئے درجہ مغرب تھا، مجھے لاجوتی پر بھی شدید خسر تھا۔ اس نے مجھے ساجدہ کا پتہ بتانے میں ہنگامت کا مظاہرہ کیا تھا اور دیوی خوبصورتی سے ٹال گئی تھی، میں ان باتوں کا جواب یوگی مہاراج سے مانگنے آیا تھا دیوی کی آگیا بھی یہی تھی کہ میں پہلے گرو سے ملوں۔ ایک خیال مجھے وہ رہ کر پریشان کر رہا تھا کہ اگر پورن لال نے بھی میرے سوالات کا جواب نہ دیا تو کیا ہو گا؟ کیا میرے سینے میں انتقام کی آگ سنگ سنگ کر سرد ہو جائے گی؟

میں اپنے خیالات میں اس قدر منہمک تھا کہ مجھے اس بات کی مطلق خبر نہ ہو سکی کہ کب پورن لال منزل سے باہر آیا اور کب میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا البتہ جب اس نے اپنا ہاتھ میرے شافوں پر رکھا تو میں یوں اچھل پڑا جیسے بے خیالی میں کسی بجلی کے ننگے تار کو چھو لیا ہو۔ پورن لال میری بوکھلاہٹ پر متنی خیر انداز میں مسکرایا پھر مجھے سرتاپا گھورتے ہوئے سہاٹ آواز میں بولا۔

”کس دھار میں گم ہو بالک!“

”مہاراج۔۔۔۔۔“ میں نے ہاتھ باندھ کر دُعاؤں کرتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہارے پاس ایک راز معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں، دیوی کی آگیا بھی یہی تھی۔“

”مورکھ، کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ پورن لال ان باتوں سے بیخبر ہے؟“ پر اسرار یوگی نے مجھے گورتے ہوئے سرو بے میں جواب دیا۔ ”میں سب کچھ جانتا ہوں بالک۔ سب کچھ۔“

”گرو دیو مہاراج!“ میں نے ہمت کی۔ ”اس پاپی نے میری فحقی کا اعلان کیا ہے، جب تک میں اسے موت کے گھاٹ نہ اتار لوں میری آتما شانت نہیں ہو گی۔“

”مٹوہر لال، تم ابھی بالک ہو، میری بات تو ان باتوں کو من سے نکال دو، اسی میں تمہاری مکتی ہے۔“ پورن لال نے ہل زبان میں کہا۔ ”میں تمہارا گرو ہوں اور گرو اپنے چیلے

کو کبھی غلط مشورہ نہیں دیتا۔“

”مہاراج!“ میں نے دل ہی دل میں سملا کر کہا۔ ”کیا وہ فحقی میری ممان فحقی سے زیادہ طاقتور ہے؟“

”ان پکھوں میں مت پڑو مٹوہر!“ پورن لال نے جزی سے جواب دیا۔ ”تم جس فحقی کو جلا کر بھسم کر دینے کا پٹا دیکھ رہے ہو وہ تمہارے قابو میں نہیں آ سکتی، اسے کیل دیو تاؤں کا کھٹ بھاد کر سکتا ہے۔“

”تمہاری آگیا کا پان کرنا میرا دھرم ہے مہاراج! پر تو کیا وہ کنیا ساجدہ بھی میرے قابو میں نہیں آ سکتی جس نے میری فحقی کا مذاق اڑایا تھا۔“ میں نے اپنا ٹپلا ہونٹ چباتے ہوئے پورن لال سے کہا۔ ”تم نے مجھے یہی نکمٹا دی تھی مہاراج کہ دھرتی کی ساری خند واریاں ممان پڑت پھاریوں کی سیوا کے لئے بنائی گئی ہیں۔ پھر ساجدہ میرے چنگل سے کیسے نکل گئی؟ کیا وہ اس دھرتی کی باسی نہیں تھی؟“

پورن لال نے فوراً ہی میری باتوں کا جواب نہیں دیا، پارٹی دیوی اور لاجوتی کی طرح اس وقت وہ بھی کسی ذہنی الجھن میں گرفتار نظر آ رہا تھا، اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ ہمت کچھ جانتا ہے لیکن ان رازوں سے پردہ اٹھانا اس کے بس کی بات نہیں۔ میں بختر خور اس کے چہرے کے انار چھاؤ کا اندازہ لگاتا رہا، گھسا میں کچھ دیر موت کا بھیاک سکوت طاری رہا پھر یوگی کی ٹھوس آواز ابھری۔

”مٹوہر بالک، میں جانتا ہوں کہ اس سے تمہارے من میں کیا ہے۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے کہ دیوی اور لاجوتی نے تم کو اصل راز بتانے سے گریز کیا پر تو تم اس کا کارن نہیں جان سکتے، کبھی نہیں، جس دن تم کو یہ راز معلوم ہو گیا وہ دن تمہاری بھادی کا دن ہو گا۔ تم نے ایک جتنی فحقی پر اپنت کی وہ سب تم سے جین لی جائے گی، دیوی دیوتاؤں کا یہی فیصلہ ہے اکل اور آخری فیصلہ، پولو، کیا اب بھی تم اس فحقی کا راز جانتا پسند کرو گے۔“

پورن لال کا جواب سن کر میں گھبرا گیا۔ جس فحقی کو حاصل کرنے کے لئے میں نے دیوی دیوتاؤں کی تسنن تپس کی تھی، مینوں فالتے سکے تھے اور دیرانوں میں شب و روز گزارے تھے اسے اتنی جلدی کھو دتا میرے بس کی بات نہیں تھی، چنانچہ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

”مہاراج، میں فحقی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھتا پر تو ساجدہ۔۔۔۔۔“

”مورکھ۔۔۔۔۔“ یوگی مہاراج نے سخت آواز میں میرا جملہ کاٹتے ہوئے جزی

سے کہل۔ ”میں جانتا ہوں کہ تو بہی کس کا دن گیا تھا“ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تو اس سندری کے کول شر سے اپنے من کی پیاس بجھانے کیلئے دیوانہ ہو رہا ہے، پر سو تو یہ نہیں جانتا کہ وہ سندری باری ایک قریب تھی، دھوکہ تھی، پرچھائیں تھی، تیری صاف فطرتی مینے کے کا دن اس باری کو ایک سنہری جال کے روپ میں تیرے پاس بٹھایا گیا تھا، مورو کہ! اپنے من سے اس سندری اور اس فطرتی کا دھیان نکال دے! اسی میں تیری بھلائی ہے پر سو اگر تو نے میرا کمانہ مانا تو سارا جیون بیا کل روٹ گیا۔“

پراسرار ہوگی کی باتوں نے مجھے مزید الجھن میں ڈال دیا، میرا دل نہ جانے کیوں ان باتوں کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا! میں عسوس کر رہا تھا کہ پورن لال مجھے اصل راز ہے آگاہ کرنے کے بجائے غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے، ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ میں ان باتوں کی نہ تک پہنچنے کے لئے بے چین تھا کہ ہوگی کی کرخت آواز پھر میرے کانوں سے گزرائی۔

”برہمچاری، اگر تجھے باریوں کے کول اور سندری شر کی ضرورت ہے تو میں تیرے لئے ہزاروں ساجدائیں پیدا کر سکتا ہوں، اپنی آنکھ بند کر لے یہ میری آگیا ہے۔“

میں نے پورن لال کے کہنے پر غیر اختیاری طور پر اپنی آنکھیں بند کر لیں، مجھے اپنا سر گھومتا ہوا عسوس ہوا، ایسا لگا جیسے نغضاً میں تیر رہا ہوں پھر جب لاجوتی کی جانی پہچانی آواز میرے کانوں سے گزرائی تو میں نے اس کے کہنے پر آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے ہی لمحہ میں ششدر رہ گیا میں اس وقت ایک خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر بیٹھا تھا، میرے سامنے ساجد جیسی کئی ٹوکیاں خیم عریاں لباس میں عورتیں تھیں، ان کے بھرے بھرے جسم اور جسموں سے بھونٹتی ہوئی کسواری خوشبو مجھے دیوانہ کر دینے کے لئے کافی تھی، میں گنگ سا بیٹھا ان قمر کے جسموں کو دیکھتا رہا جن کی ایک ایک حرکت مجھے دھجوت عیش و عشرت دے رہی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ ان میں سے ہر لڑکی ہو ہو ساجد لگ رہی تھی۔ میرے ذہن پر نقشہ سا طاری ہونے لگا، لاجوتی نے اس دردن مجھے دیوانوں والا مشروب لا کر دیا جسے پا کر میں اور بک گیا، میں پچھلی تمام باتوں کو بھول کر ان عریاں جسموں میں کھو گیا جنہیں پراسرار ہوگی نے محض میرے لئے فراہم کیا تھا۔ لاجوتی کا قریب میرے لئے باعث تقویت تھا پھر اسی کے آکسانے پر میں لڑکھڑا ہوا اٹھا اور ایک لڑکی کو مسہری پر اپنے قریب گھسیٹ لیا، لاجوتی کے جائدار ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی لیکن میں اس وقت عالم یک و مستی میں ڈوبا ہوا تھا، میں نے لاجوتی کے معنی خیز جسم

کو کھنے کے بجائے لڑکی کے کول شر سے کھلنا شروع کر دیا۔



بہی میں دو ماہ گزارنے کے بعد میں لاجوتی کے ہمراہ بنارس گیا، یہاں میں نے بڑے بڑے مندروں کی زیارت کی، بنارس کے پنڈت پجاریوں نے میرا استقبال جس انداز میں کیا اس کی کہانی بڑی طویل ہے لیکن بنارس سے بھی میرا دل بہت جلد اچاٹ ہو گیا، یہاں لاجوتی نے میری ملاقات متحدہ پجاریوں سے کرائی مگر میں نے ان میں سے کسی کو بھی پسند نہ کیا۔ میں دقیق طور پر بہی میں پیش آئے والے پراسرار واقعات کو فراموش کر چکا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں ان باتوں کا بہت گہرا نقش موجود تھا۔

بنارس کو خیر باد کہہ کر میں کانپور گیا پھر کھنڈو ہوتا ہوا دہلی پہنچا، لاجوتی برابر میرے ساتھ تھی وہ میری کم حسی اور خاموش رہنے کا کارن بن گئی سمجھ رہی تھی مگر ابھی تک نہ اس نے اس ضمن میں مجھ سے کوئی بات کی نہ میں نے گزری باتوں کو چھیڑا مگر دہلی کے قیام کے دوران ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے بہی کے واقعات کی یاد دوبارہ تازہ کر دی۔ دہلی میں میرا قیام ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں تھا، ہوٹل کے مالک رومی شکر لو میرے بارے میں غالباً بنارس کے کسی پجاری نے پہلے سے مطلع کر دیا تھا چنانچہ رومی شکر ہمہ وقت میری اور لاجوتی کی آؤ بھگت میں لگا رہتا، اس کی غیر موجودگی میں ہوٹل کا مینجر اور دوسرے کارندے ہر وقت ہاتھ باندھے میرے آگے پیچھے گھومنا کرتے تھے۔

ایک رات میں لاجوتی کے ساتھ بیت میں مصروف تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی، مجھے اتنی رات گئے یہ مداخلت سخت ناگوار گزری، میرا خیال تھا کہ وہ کوئی اور مسافر ہو گا جس نے غلطی سے میرا دروازہ کھٹکھٹا دیا اور اب وہ اپنی غلطی کا احساس ہونے پر چلا جائے گا مگر جب دوسری اور پھر تیسری بار دروازے پر دستک ہوئی تو مجھے مجبوراً اٹھنا پڑا۔ باہر آکر دیکھا تو ہوٹل کا مالک رومی شکر موجود تھا، اس کے چہرے پر پریشانی اور بوکھلاہٹ کے طے جلتے تاثرات موجود تھے، مجھے دیکھتے ہی ہاتھ باندھ کر بولا۔

”ہمارا راج“ میں اتنی رات گئے تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں پر سو حالات نے مجھے آپ کے چہروں تک آئے پر مجبور کر دیا۔“

”کو رومی شکر، کیا بات ہے؟“ رومی شکر کو دیکھ کر میرا غصہ غصہ اڑ گیا۔

”ہماراج“ میرے اوپر ایک چٹا آن پڑی ہے۔“ رومی شکر نے بدستور ہاتھ باندھے باندھے کہا۔ ”اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میرے ساتھ چلے“ باہر گاڑی موجود ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک نظر خود سروجنی کو دیکھ لیں، آپ کی بڑی کہانی ہوگی ہماراج۔“

”سروجنی کون ہے؟“ میں نے سرسری طور پر سوال کیا۔

”میری لڑکی کا نام ہے ہماراج!“ رومی شکر نے اس بار رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ”آج شام تک وہ بالکل ٹھیک تھی ہماراج لیکن اب ————— اب اس پر نہ جانے کیا دورہ پڑا ہے کہ ہنسی ہنسی باتیں کر رہی ہے، ہماراج! اگر آپ نے اس کو ٹھیک کر دیا تو میں سارا جیون آپ کا غلام بنا رہا ہوں گا۔“

ہرچند کہ اس وقت لاجپتی کے کول شریر سے دوری مجھے منظور نہ تھی لیکن رومی شکر کی گڑگڑاہٹ نے مجھے اس کے ساتھ جانے پر مجبور کر دیا۔ میں اسے بیرونی کمرے میں چھوڑ کر کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں آیا تو لاجپتی مسہری پر بیٹھی میری ہنسنے لگی۔ خلاف توقع میں نے اسے گہری سوچ میں غرق پایا، میں چونکہ جلدی میں تھا اس لئے میں نے لاجپتی پر کوئی توجہ نہ دی۔ جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے، باہر جانے لگا تو لاجپتی نے پوچھا۔

”اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہو منوہر!“

”باہر رومی شکر بیٹھا ہے، اس کی لڑکی سروجنی کی حالت خراب ہے، مجھے لینے آیا ہے۔“ میں نے مختصر طور پر رومی شکر کی آمد کا مقصد بیان کیا تو لاجپتی نے کہا۔

”منوہر! میں جنتی کرتی ہوں کہ اس سے تم کہیں باہر نہ جاؤ۔ میری آنکھ آج شام سے کئی بار پھڑک چکی ہے، یہ اچھا لگن نہیں، تم رومی شکر کو ٹال دو، ہم صبح اس کے گھر چلیں گے۔“

”منور کھوں جیس باتیں کیوں کرتی ہو لاجپتی! اول تو میں رومی شکر کے ساتھ چلنے کا وعدہ کر چکا ہوں دوسرے یہ کہ تمہیں ایسی بزدلی کی باتیں شوبھا نہیں دیتیں، تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں مہمان بھتی کا مالک ہوں۔“

لاجپتی نے مجھے روکنے کی بہتری کو شش کی لیکن میں نے ایک نہ سنی اور باہر آ گیا۔ رومی شکر کی گاڑی ہوٹل کے باہر موجود تھی جس نے ہمیں بہت جلد حویلی تک پہنچا دیا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی، البتہ میں یہ ضرور محسوس کر

رہا تھا کہ رومی شکر ہی طرح کہہ لیا ہوا ہے۔ حویلی پہنچ کر میں رومی شکر کے ساتھ سیدھا اس کمرے میں گیا جہاں سروجنی موجود تھی، کمرے میں سروجنی کے علاوہ اسکی ماما اور بھائی بھی موجود تھے۔ میں سروجنی کو دیکھا تو میرے منہ میں پانی آ گیا، اس کی سندھرتا نے میرا من موہ لیا، میں نے اپنی زندگی میں بیٹھا سندھرتا لڑکیاں بہت قریب سے دیکھی تھیں لیکن سروجنی کی خوبصورتی اپنی مثال آپ تھی۔ اس کے شریر کے ایک ایک انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی، اس کی آنکھیں مدھ کے پالے تھے، اس کے شریر میں پھولوں کی مہک تھی۔ میں ابھی سروجنی کے سر پر ہاتھ رکھتا تھا کہ اس نے نظر سمٹھا کر مجھے دیکھا، چند لمحے پہلے اس کے چہرے پر جو نری موجود تھی، وہ پلک جھپکتے میں غائب ہو گئی وہ مجھے بڑی خستہ اور نفرت بھری نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔

تم ————— تم کون ہو؟ یہاں کیا لینے آئے ہو؟

”میں تمہارے پتا کا ستر (دوست) ہوں لڑکی، تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔“ میں نے نری سے جواب دیا تو سروجنی بھری ہوئی شہین کی طرح اٹھی اس کے تیر خطرناک تھے، رومی شکر نے اسے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

”سروجنی، میری بچی، تیرے سامنے اس سے منوہر لال ہماراج کھڑے ہیں، ان کو پرنام کر بیٹی۔“

”دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے کیئے مردود!“ یلگت سروجنی نے کرخت لہجے میں کہا۔ ”جا“ چلا جائیں تو میں تیرا خون پی جاؤنگی۔“

سروجنی کا جواب سکر رومی شکر اور دیگر لوگ سم گئے، میں دلچسپ نظروں سے سروجنی کو دیکھ رہا تھا، فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگا لیا تھا کہ سروجنی اس وقت اپنے آپ سے نہیں، کوئی دوسری روح اس کے جسم میں طول کر گئی ہے، وہی مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرے لئے اس نادیدہ روح سے بچنا کوئی مشکل کام نہ تھا، پہلے بھی متعدد بار اس قسم کے علاج کر چکا تھا، میں نے اشارے سے سروجنی کی ماما اور اس کے بھائی کو کمرے سے جانے کو کہا، اب وہاں صرف میں، سروجنی اور رومی شکر باقی رہ گئے، سروجنی بدستور بڑی خوشنوا نظروں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ رومی شکر نے اسے کس کر بازوؤں سے جکڑ رکھا تھا۔ میں اب سروجنی کے علاج کے بارے میں سوچ رہا ہی رہا تھا کہ سروجنی نے ایک بار پھر حقارت سے کہا۔

”مہاراج کی دم‘ میں پھر کتنی ہوں کہ اپنی منہوس صورت لکیر میرے کرنے سے چلا جائیں تو تیری بوئیاں نوج ڈالوں گی‘ تجھے ایک نوجوان لڑکی کو اس طرح گھورتے شرم نہیں آتی‘ کعبت۔“

”سروجنی ہوش میں آ۔“ روی فکر پوری قوت سے چلایا، ”سروجنی خود کو اس کے ہاتھوں سے آزاد کرانے کی خاطر بدستور ہاتھ پاؤں مار رہی تھی‘ میں نے ایک آزمودہ منتر پڑھ کر سروجنی پر پھونکا تو وہ مایہ بے آب کی طرح ٹپٹپٹ لیکن دوسرے ہی لمحے کسی بت کی طرح ساکت ہو گئی۔ لیکن اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

”لڑکی۔۔۔۔۔۔“ میں نے ٹھوس آواز میں اسے مخاطب کیا۔ ”کیا تو جانتی ہے کہ میں کون ہوں؟“

”ہاں۔۔۔۔۔۔“ تم منور لال مہاراج ہو‘ مہمان ہفتی کے مالک۔“ سروجنی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”کیا تو یہ بھی جانتی ہے کہ میں اگر چاہوں تو تجھے جلا کر بھسم کر سکتا ہوں۔“

”جانتی ہوں مہاراج!“

”لڑکی‘ غور سے سن۔“ میں نے پینترا بدل کر جواب دیا۔ ”میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ سروجنی کے کول شرر سے اپنا قبضہ ختم کر دے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔“

سروجنی کی آنکھوں میں الجھن کے اثرات ابھرے‘ اس نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق نظر آ رہی تھی‘ میں نے فٹ کر پوچھا۔

”لڑکی‘ کس وجہ میں گم ہے‘ تو نے سنا میں کیا کہہ رہا ہوں؟“

”نا مہاراج۔“ سروجنی نے عاجزی سے جواب دیا۔

”پھر تیرا فیصلہ کیا ہے؟“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں سروجنی کا شرر نہیں چھوڑ سکتی۔“

”کیا۔۔۔۔۔۔“ میں اس ناپیدہ روح کا جواب سن کر غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ ”کیا مجھے بتانا پڑے گا کہ میں کتنی مہمان ہفتی کا مالک ہوں؟“

سروجنی جواب میں مجھے کھر کھر گھورتی رہی‘ میں نے کڑت لہجے میں دریافت کیا۔

”لڑکی‘ تیرا نام کیا ہے؟“

”میرا نام۔۔۔۔۔۔“ میرا نام ساجدہ ہے منور لال جی مہاراج!“ سروجنی نے

اس بار نفرت بھری آواز میں جواب دیا۔

ساجدہ کا نام سن کر میں ایک لمحے کو چونکا‘ بیٹنی کے ہوٹل میں گزرے ہوئے واقعات ایک بار پھر میرے ذہن میں تازہ ہو گئے‘ مجھے ناپیدہ روح کی وہ آواز پہلے ہی کچھ جانی پہچانی محسوس ہو رہی تھی‘ نام سن کر سارے شبہات جاتے رہے نہ جانے کیوں میرا دل دھڑکنے لگا‘ میں نے خود کو سنبھالا لیکن قبل اس کے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرتا سروجنی کے ہونٹوں کو جنٹھ ہوئی اور ساجدہ کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”بے غیرت‘ کس سوچ میں گھو گیا‘ کیا تو نے مجھے پہچانا نہیں‘ میں وہی بد نصیب ساجدہ ہوں جسے حیرے گرے بہانے سے پکڑ کر حیرے پاس بلے گئے تھے اور تو نے میری غیرت پر زاکہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی تھی‘ میں تیرے منہوس چنگل سے کیسے آزاد ہوئی مجھے یاد نہیں البتہ جب میں گھر پہنچی تو گزری ہوئی باتوں کو یاد کر کے میرا وجود لرز اٹھا‘ میں نے دوسرے دن ایک کنویں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی لیکن مرنے سے پہلے میں نے اپنے مجبور سے دعا کی تھی کہ جب تک میں تجھ سے اپنا انتقام پورا نہ کر لوں میری روح کو قید نہ کیا جائے‘ خدا نے میری دعا سن لی اور اب آج میں سروجنی کی زبان کا سارا لے کر تجھ سے مخاطب ہوں‘ کیا تجھے یاد ہے سب کچھ؟“

روی فکر حیرت سے آنکھیں پھاڑے کبھی مجھے اور کبھی سروجنی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا‘ ساجدہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی تھی‘ میں اندر ہی اندر جھلس رہا تھا‘ کچھ لمحے سکوت سے گزر گئے‘ میں اور سروجنی دونوں ایک دوسرے کو خطرناک نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں نے کچھ سوچ کر ایک اور منتر کا جاپ کیا مگر ابھی میرا منتر پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ساجدہ نے لہک لہک کر آیت الکرسی کا ورد شروع کر دیا۔ روی فکر کی پریشانی قابل دید تھی‘ سروجنی کے منہ سے اشلوک کا ہاتھ‘ گیتنا یا رامائن کے بجائے آیت الکرسی سن کر اس کے دل پر کیا بیت رہی تھی یہ وہی منتر جانتا تھا‘ خود میری یہ حالت تھی کہ میں منتر کو درمیان سے بھول گیا‘ ساجدہ چپ ہوئی تو میں نے تھلا کر منتر دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ اس بار ساجدہ نے آیت کریمہ کا ورد شروع کر دیا‘ میں پھر اپنا منتر پورا نہ کر سکا‘ میری حالت اس آدم خور جیسی تھی جس کے سامنے اس کا شکار موجود تھا لیکن وہ اسے لقمہ اجل بنانے سے قاصر تھا۔ آیت

کریمہ کے الفاظ اور ایک ایک زبردست میرے ذہن پر آہنی ہتھوڑوں کی طرح ضرب لگا رہے تھے، میرا خون بری طرح کھول رہا تھا، میری بوکھلاہٹ دیکھ کر ساجدہ نے سروجنی کے روپ میں ایک فلک شکاف قہقہہ بلند کیا پھر محارت سے بولی۔

”گندے بلدان میں تھڑے ہوئے حقیر کیڑے، کس سوچ میں غرق ہے، اپنے جنت منتر کے بیروں کو آواز کیوں نہیں دیتا، ان تپاک قوتوں کو اپنی مدد کیلئے پکارنا کیوں نہیں جن پر تجھے ناز ہے، لیکن اتنا یاد رکھ کہ پاک قوتوں کے آگے تیری ایک نہ چل سکے گی، تیری زبان پر تالے پڑ جائیں گے تیرا گندہ ذہن گنگ ہو جائیگا، تو اندر ہی اندر کھول رہے گا لیکن تیری بے چینی کم نہ ہوگی۔“

”لڑکی۔۔۔۔۔“ میں تھملا کر حلق کے بل چیخا۔ ”میری آگیا کا پالن کر اور سروجنی کے شر کو چھوڑ دے نہیں تو ایسا کشت دوں گا کہ تیری آتما بھی بیاکل ہو جائے گی، میں تجھے زندہ میں جھونکنے کی ہمتی رکھتا ہوں۔“

”کیوں اپنا گلا پھاڑ رہے ہو منوہر لال جی، میری مانو تو خاموشی سے اپنی ہار تسلیم کر کے یہاں سے چلے جاؤ، میں نے تمہیں رومی شکر کے سامنے ذلیل و خوار کرنے کے لئے یہاں بلایا تھا، میرا مقصد پورا ہو گیا، اب تمہاری عزت اسی میں ہے کہ میری بات مان اور اپنی محسوس صورت لیکر میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے رومی شکر کے سامنے تمہاری اصلیت بھی بے نقاب کرنی پڑے۔“

میں ساجدہ کی گفتگو سن کر آگ بگولا ہو گیا، اس نے رومی شکر کی موجودگی میں مجھے دھمکی دی تھی، میں اس بات کو کسی قیمت پر برداشت کر نہ سکتا تھا کہ دنیا والوں کو اس بات کا علم ہو سکے کہ میں پہلے شبیر حسن خاں تھا اور اب منوہر لال بن گیا ہوں۔“

میرا غصہ پورے شباب پر تھا، سروجنی مجھے مضحکہ خیز نظروں سے گھورے جا رہی تھی، میں نے ایک لمحے کو بگڑتے ہوئے حالات پر غور کیا، پہلے میں نے سوچا تھا کہ ساجدہ کی روح کو پوری طرح اپنے قبضے میں کر کے کوئی وار کدوں تاکہ سروجنی اس حملے سے محفوظ رہے لیکن میں ساجدہ کی روح کو اپنے جنت منتر سے قابو کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا، میری مزید خاموشی ساجدہ کی بے لگام زبان سے میرا ماضی بھی اگل سکتی تھی جسے میں ہر قیمت پر راز رکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے احتیاطی تدابیر کو نظر انداز کر کے دل میں ادیتی دیوی کا شبہ نام لیا اور ایک انتہائی خطرناک منتر کا جاپ کر

کے جہ کو زمین پر مارا، مجھے اس بار اپنے ارادے میں ناکامی نہیں ہوئی، میرے منتر کے بیروں نے ادیتی دیوی کے حکم پر آنا، ”نانا“ خطرناک حملہ کیا، میں نے سروجنی کو بھیانک چیخ مار کر رومی شکر کے مضبوط ہاتھوں سے نکل کر زمین پر اونٹ سے منہ کرتے دیکھا، وہ اس طرح لوٹ رہی تھی جیسے کوئی اسے فزع کر رہا ہو، میں سمجھ رہا تھا کہ ساجدہ کی روح اس حملے سے محفوظ ہو چکی ہے، مجھے سروجنی جیسی سندھ لڑکی پر ظلم کرتے ہوئے افسوس بھی ہو رہا تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

”ہمارا ج۔۔۔۔۔“ رومی شکر نے دوڑ کر میرے پاؤں تھام لئے اور گڑگڑا کر بولا۔ ”سروجنی پر دیا کو مہاراج، اسے بچالو، بگوان جانے اسے کیا ہو گیا ہے۔“

”دھیرج سے کام لو رومی شکر۔“ میں نے اپنا ہونٹ کانٹے ہوئے رومی شکر کو جھوٹی تسلی دی۔ ”تمہارے سامنے اس سے سروجنی نہیں بلکہ وہ گندی آتما تڑپ رہی ہے جس نے میری مہمان کشی کو لٹکا رکھا۔“

رومی شکر میرے جواب پر کسی قدر مطمئن ہو گیا لیکن میرا دل اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا، سروجنی کا کوئل شرر جھٹکنے لے رہا تھا، وہ جان کنی کی حالت سے دو چار تھی، میں گنگ سا کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، سروجنی غریب مفت میں ماری جا رہی تھی، میں ابھی ذاتی کشش میں جلا تھا کہ ساجدہ کی مدغم آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”شبیر، تم مسلمان ہونے کے رشتے سے میری طرح کلمہ گو بھی ہو، یہ تمہاری بد نصیبی ہے کہ تم راہ سے بھٹک گئے، تمہاری آنکھوں پر ملاحت کا نشہ طاری ہو گیا، تم سیاد و سپید کا فرق بھول گئے لیکن میرا ضمیر ابھی زندہ ہے، سروجنی کی موت میرے لئے ایک المیہ ہو گی، تم اسے بچانے کی کوشش کرو، میں جا رہی ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ میں تم کو سکودا سے مرنے بھی نہ دوں گی، تم کو اپنے گناہوں کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔“

ساجدہ کی آواز سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میں خود کو بے دست و پا محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ مجھے حیرت تھی کہ اس موقع پر بھی نہ تو پورن لال میری مدد کو آیا نہ کسی دیوی یا دیوتا نے میری مدد کی، میں خاصی دیر الجھتا رہا پھر معاً مجھے سروجنی کا خیال آیا جو بدستور فرش پر پڑی موت و زیست کی کشش میں جلا تھی، میں نے فوری طور پر ایک منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونکا، سروجنی پلک جھپکنے میں اٹھ

کھڑی ہوئی، اب وہ حیرت بھری نظروں سے مجھے اور رومی شکر کو دیکھ رہی تھی، اسکی نظروں میں الجھن اور پریشانی کے طے جلتے تاثرات موجود تھے، وہ اب پوری طرح ہوش و حواس میں تھی۔

”رومی شکر۔“ غفل اس کے کہ سروجنی میرے متعلق کچھ سوال کرتی میں نے اس کے باپ سے کہا۔ ”تم اب لڑکی پر دھیان دو، میں جا رہا ہوں۔“

”دھنیہ ہو مہاراج۔۔۔۔۔۔ دھنیہ ہو۔“ رومی شکر ہاتھ باندھ کر بولا۔ ”تم نے بڑی کپڑا کی جو میرے کارن یہاں تک آگئے، سروجنی کو اچھا کر کے تم نے مجھے اپنا داس بنا لیا ہے۔“

رومی شکر مجھے باہر اپنی گاڑی تک چھوڑے آیا، وہ اپنی جگہ یہی سمجھتا رہا کہ سروجنی کو میں نے اپنی ممان بخشی کے زور سے ٹھیک کیا ہے اور میں مساجد کے بارے میں غور و فکر میں غلط تھا جو روح کی صورت میں بھی مجھ سے انتقام لینے پر تلی ہوئی تھی۔ میں گاڑی میں بیٹھنے لگا تو رومی شکر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

”مہاراج، اگر تم نے آج سے مجھے اپنا سیوک نہ سمجھا تو مجھے دکھ ہو گا۔“

”جاؤ رومی شکر، سروجنی تمہاری راہ تک رہی ہو گی، میں نے اپری دل سے رومی شکر کو آشیرادہ دیتے ہوئے جواب دیا اور خاموشی سے دروازہ بند کر لیا۔

ہوٹل پہنچنے تک میرا ذہن مساجد کی روح اور اس ناہیدہ قوت میں الجھا رہا جو ایک بار پہلے بھی مجھے پریشان کر چکی تھی، ہوٹل پہنچا تو لاجو جی میری منتظر تھی، مجھے دیکھتے ہی بولی۔

”منوہر، تم آگئے، شاؤ سروجنی کا کیا ہوا؟“

”لاجو جی۔۔۔۔۔۔ میں نے کچھ سوچ کر جھوٹ بولا۔ ”سروجنی کے شرے میں ایک گندی آتما سا گھٹی تھی، میں نے اسے اپنے بیروں کے ذریعے جلا کر جسم کر ڈالا۔“

”منوہر۔۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔۔ مہاراج۔“ لاجو جی نے رک رک کر مجھے سر تپا گھورتے ہوئے تعجب سے کہا۔ ”مجھے دوشواس تھا کہ تم اوش پھل ہو گے۔“

”ہاں لاجو، دیوی دیوتاؤں کی کہا ہے۔“ میں نے ساٹا سبب میں جواب دیا، پھر کچھ توقف کے بعد پوچھا۔ ”تم نے ہوٹل سے جاتے وقت مجھے ردکنے کی کوشش کیوں کی تھی؟“

”میرا من اس سے نہیں چھوڑنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔“ لاجو جی نے اپنے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ نکھیرتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنی دانست میں بڑی خوبصورتی سے بات بنانے کی کوشش کی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔ غالباً اسے پہلے سے معلوم تھا کہ رومی شکر کی حویلی پر میرے ساتھ کیا ہو گا؟ میرا ذہن مزید الجھ گیا۔ مجھے اس وقت لاجو جی پر بھی غصہ آ رہا تھا، پہلے اس نے مجھ سے کبھی کوئی بات پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں چند لمحے لاجو جی کو بغور دیکھا رہا پھر اپنے کمرے میں جانے کے ارادے سے بڑھا، لاجو جی میرے ساتھ ساتھ تھی۔ میں اپنے کمرے میں پہنچ کر اپنے بستر پر دراز ہوا تو لاجو جی بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی، دیوانہ وار کچھ دیر مجھ سے لپٹی رہی پھر بڑی سنجیدگی سے بولی۔

”منوہر، مجھے شاکر دو، میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا، یوگی مہاراج کی آگیا یہی تھی کہ میں تم کو اندر سے میں رکھوں پر تو میں من کے ہاتھوں مجبور ہو گئی، میں دھن دیتی ہوں کہ آئندہ کبھی کوئی بات تم سے چھپانے کی کوشش نہیں کروں گی، مجھے شاکر دو منوہر نہیں تو مرنے کے بعد میری آتما بھی بیا کھ رہے گی۔“

لاجو جی کا انداز اور اظہار شرمندگی بڑا متاثر کن تھا، اس وقت وہ صحیح معنوں میں ایک عورت نظر آ رہی تھی، ایسی عورت جو اپنے محبوب کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار رہتی ہے۔ اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت طاری تھی، اس کی آنکھوں میں تھمے ہوئے آنسوؤں کے سیلاب نے اسے بڑا پرکشش بنا دیا تھا، میں نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، انجان بن کر سوال کیا۔

”تم کس لئے شاکر کرنا؟“

”مجھے بتاؤ لاجو، تم اس قدر پریشان کیوں ہو، میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی منوہر مگر پہلے دھن دو کہ تم مجھے من سے مجھے شاکر دو گے؟“

”اچھا میں دھن دیتا ہوں۔“ میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

لاجو جی کچھ دیر خاموشی سے منہ بسورتی رہی پھر اس نے مجھ سے اقرار کر لیا کہ اسے پہلے سے علم ہو گیا تھا کہ رومی شکر کی حویلی پر مجھے کن حالات سے دو چار ہونا پڑے گا، میں نے لاجو جی کے اقرار پر گہرا اثر لیا، اس نے میرے دل میں پیدا ہونے والی اس نفرت کو دور کر دیا جو اس کی غلط بیانی نے جنم دی تھی لیکن ابھی کچھ باتیں

تقدیر رہ گئی تھیں۔ میں لاجپتی سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آخر پورن لال نے اسے مجھے حالات سے بے خبر رکھنے کی تاکید کیوں کی تھی؟ مجھے اور بھی بہت سی باتوں کا جواب درکار تھا مگر میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا، لاجپتی ایک عورت تھی، حسین اور خوبصورت اور میں جانتا تھا کہ حسین عورتوں کا دل موہ لینے کے لئے مرد کو کیا کرنا چاہئے چنانچہ چند لمحوں میں اس کی راست گوئی کو پر زور الفاظ میں سراہتا رہا پھر بڑے پیار بھرے انداز میں اسے اپنی باتوں میں گھسیٹ کر پوچھا۔

”لاجو“ مجھے تمہارے جھوٹ بولنے پر افسوس ہوا تھا، میں نے طے کر لیا تھا کہ آئندہ کبھی تم پر یا تمہاری کسی بہت پر وشواس نہیں کروں گا، پر تو تم نے سچ بول کر میرا من جیت لیا، اب میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔“

”تمہاری بڑی کپا مہاراج جو تم نے راسی کو شکر دیا۔“ لاجپتی نے میری باتوں میں کسمکسے ہوئے جواب دیا، میں نے اسے مزید رام کرنے کے لئے دو چار لمحوں پیار و محبت میں برباد کئے پھر اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔

”لاجو“ کیا تمہیں خبر تھی کہ ساجدہ کی گندی آتما مجھے پریشان کرنے کے کارن سردجی کے شر میں چھپی بیٹھی ہے؟“

”ہاں منوہر“ مجھے اس کا علم ہو چکا تھا۔“ لاجپتی نے کہا۔ ”پر تو یوگی مہاراج نے مجھے منع کر دیا تھا کہ میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں۔“

”یوگی مہاراج نے منع کیا تھا؟“ میں نے تعجب سے کہا پھر قدرے ناراضگی سے بولا۔ ”کیا مہاراج جان بوجھ کر مجھے خطرے میں جھونکنا چاہتے تھے۔“

”نہیں منوہر نہیں۔“ لاجپتی نے میری گردن میں بائیں ڈالتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ ”پورن لال جی مہاراج مہان فکرتی کے مالک ہیں، وہ تمہارے گرد بھی ہیں اور کوئی گرو اپنے چیلے کا برا نہیں چاہتا۔“

”پھر؟ مہاراج نے مجھے پہلے سے سب کچھ کیوں نہیں بتایا۔“ میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

”مہاراج تمہیں پریشان کرنا نہیں چاہتے تھے منوہر، انہوں نے کہا تھا کہ وہ تمہاری نظروں سے اوجھل رہ کر قدم قدم پر تمہاری سائنٹ کریں گے اور تم پر کوئی برا وقت نہیں آئے دیں گے۔“

”لاجو“ میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا ”کیا تم کو ہمیں

میں پیش آنے والی باتوں کا علم بھی پہلے سے ہو چکا تھا؟ تم ہوٹل سے عتاب کیوں ہو گئی تھیں؟“

”مجھے یوگی مہاراج نے ہوٹل سے دور چلے جانے کا حکم دیا تھا، اس کا کارن نہیں بتایا تھا۔“ لاجپتی نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہاری سوگند کھا کر کتنی ہوں منوہر کہ مجھے کچھ نہیں معلوم، یوگی مہاراج نے مجھ سے کیل اتنا کہا تھا کہ کوئی اور فکرتی تم کو پریشان کر رہی ہے، مہاراج نے مجھے یہ بھی وشواس دلایا تھا کہ وہ بہت جلد اس فکرتی کو لکشت کر دیں گے۔“

میرے پاس سوائے لاجپتی کی باتوں پر یقین کر لینے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، کم از کم مجھے اس کی باتوں سے صداقت کی بو آ رہی تھی البتہ پورن لال کے ضمن میں اب میرے ذہن میں دوسو سے جنم لے رہے تھے، پاربتی نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ پورن لال سے ملوں اور اس کی ہدایتوں پر عمل کروں، میں نے دیوی کے حکم پر پورن لال سے ملاقات کی لیکن پراسرار یوگی کا برتاؤ میری سمجھ میں نہ آسکا، اس نے مجھے ساجدہ اور نادیہ قوت کے خیال کو ذہن سے نکال دینے کی تاکید کی تھی، میں وقتی طور پر گزری ہوئی باتوں کو بھول جانے میں مصروف تھا کہ سردجی والے حاشے نے میرے ذہنوں کو دوبارہ ہرا کر دیا۔

میری الجھن اور پریشانی ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی، لاجپتی میرے بالوں سے کھیلنے میں مصروف تھی مگر اب اس کا حسین و گداز قرب میری توجہ کا باعث نہ بن سکا، میری برسوں کی کوششوں سے حاصل کی ہوئی طاقت مجھے شرمندگی کا احساس دلا رہی تھی۔ میرا دماغ انتظام کی آگ میں جھلس رہا تھا، میری کیفیت اس آدم خور شیر کی سی تھی جو زخمی ہو جانے کے بعد شکاری پر حملہ کرنے کے بجائے خود اپنا ہی خون چوسنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔“

”منوہر مہاراج“ لاجپتی نے میری ذہنی الجھن کو میرے چہرے پر پڑھتے ہوئے کہا ”کس سوچ میں غرق ہو؟“

”لاجپتی“ میں یلکنت اس حسین اپرا کو اپنے بازوؤں کے حصار سے دور کر کے فیسے میں بچھا ہوا اٹھا اور سخت آواز میں بولا۔ ”پورن لال نے میرے ساتھ ضرور کوئی فریب کیا ہے۔“

”منوہر“ لاجپتی نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ ”کیا کچھ رہے ہو تم؟“

”چپ ہو جاؤ لاجوئی!“ میں تھلا کر بولا۔ ”میں ایسی فحقی پر لعنت بھیجتا ہوں جو وقت پر انسان کے کام نہ آ سکے“ میں نے پورن لال کے کہنے پر ہمیشہ عمل کیا، تمہارے مشورے پر میں نے دیوی دیوتوں کے لئے جاپ کیا، شصن پر یکسا کی مکران مشکلات کا پھل کیا ملا، پورن لال نے ناہیدہ قوت کے مقابلے میں میری سہائیا کرنے کے بجائے مجھے مشورہ دیا کہ میں اپنی اس ذلت و رسوائی کو بھول جاؤں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا لاجوئی! کبھی نہیں، انتقام کی آگ میرے وجود کو جھلسائے دے رہی ہے، جب تک میرا انتقام پورا نہیں ہوتا میں آرام سے نہیں رہ سکتا۔“

لاجوئی بکا بکا کھڑی میرا منہ تک رہی تھی، میرا غصہ اپنے پورے شباب پر تھا۔ میں غیض و غضب کے عالم میں کمرے میں ٹہلنے لگا، لاجوئی دور سہمی کھڑی تھی، ”معا“ مجھے ادیتی دیوی کا خیال آیا، میں نے اس آخری سارے کو آزادانے کی ٹھانی، دوسرے کمرے میں جا کر دردناک بنا دیا اور منزل کھینچ کر اس میں بیٹھ گیا۔ اب میں پورے گیان دھیان سے ادیتی دیوی کے درشن کے لئے ایک خطرناک جاپ کر رہا تھا۔ میری پوری توجہ اب مصل ادیتی دیوی کی سمت تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور جاپ میں منہمک تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا میری محنت بڑھتی گئی، میں جاپ کے بول پڑھنے میں ڈوبتا گیا، مجھے کسی چیز کا حلق ہوش نہ تھا، ہر بات ہر احساس فنا ہو کر رہ گیا، مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری ہونے لگی اور پھر ————— اچانک میری نظروں کے سامنے پھیلا ہوا گھب اندھیرا دور ہو گیا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میری آنکھیں کھلی تھیں یا بند تھیں البتہ اتنا پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری نظرس ادیتی دیوی کے سرپا کو اپنے سامنے پورے جلوہ جلال کے ساتھ دیکھ رہی تھیں، میں نے دیوی کے چہرے کی تاب نہ لا کر نظر مٹانی چاہی لیکن اسی لمحے دیوی کے یا قوتی ہونٹوں کو جنبش ہوئی، ایک ٹھوس کرخت اور نسوانی آواز میرے کانوں سے کھراکی۔

”منوہر! میرے مہمان سیوک، تم نے سچ من سے میرا درشن جاپ کیا، میں تمہارے سامنے موجود ہوں، بولو، تم نے مجھے کس کارن یاد کیا ہے؟“

”دیوی! تیرے پجاری کو تیری سہائیا کی ضرورت ہے۔“ میں نے ہاتھ باندھ کر ڈیڑت کرتے ہوئے دیوی کو مخاطب کیا۔ ”اگر تو نے اپنے سیوک کی سہائیا نہ کی دیوی

تو تیرا یہ پجاری برباد ہو جائے گا۔“

”دھرج سے کام لو پجاری، دیوی کا آشیراد تمہارے ساتھ ہے۔“ دیوی نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا تو میں مشقی انداز میں اٹھ کھڑا ہوا، دیوی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نے میری سہائیا کی جھٹکا مانگی ہے چتا مت کرو پجاری، دیوی تمہاری سہائیا اوش کرے گی، تم دھرجی کے پہلے منٹس ہو جس نے آج میرا درشن کیا ہے، میں نے تمہارے جاپ کو سونیکار کر کے تمہیں اپنا سیوک بنایا ہے، بولو پجاری تم دیوی سے کیا چاہتے ہو؟“

جواب میں، میں نے ایک ہی سانس میں اپنی ناکامی کی پوری رام کہانی دیوی کے سامنے دہرای، دیوی ہمت تن گوش تھی، میں خاموش ہوا تو دیوی نے کہا۔

”پجاری، تمہاری چتا سن کر ہمیں دکھ ہوا، دیوی اوش تمہاری سہائیا کرے گی، پر تو پہلے تمہیں میری ایک آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔“

”تیری آگیا کا پالن کرنا تیرے پجاری کا دھرم ہے دیوی۔“ میں نے پورے خلوص سے کہا۔ ”تیرا سیوک تیرے اشارے پر اپنا جیون بھی بلیڈان کر سکتا ہے۔“

”مجھے دھواس ہے۔“ دیوی کے یا قوتی ہونٹوں پر ایک ٹھوٹی مسکراہٹ ابھری، دوسرے ہی لمحے وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ”منوہر! پورن لال نے تمہارے ساتھ دعوہ کیا ہے، اس کے من میں کھوٹ تھا، اگر وہ تم کو اس ناہیدہ فحقی کے بارے میں سب کچھ بتا دیتا تو تم اتنے بیاکل نہ ہوتے پر تو پورن لال نے ایسا نہیں کیا، اس نے تمہارے ساتھ ساتھ آکاش کی اپرا لاجوئی کو بھی جل (دھوک) دینے کی کوشش کی، تمہیں میری آگیا کے انوسار پہلے پورن لال کو کشت دینا ہو گا، وہ اپرا دھمی اسی قتل ہے کہ تم اسے ایسا کشت دو جسے وہ جیون بھریا رکھے۔ جب تم میری آگیا کا پالن کر لو گے تب میں تمہاری سہائیا اوش کروں گی۔“

میں بہوت رہ گیا، ادیتی دیوی کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ میرے ذہن پر نقش ہو رہا تھا لیکن پھر اس سے پیشتر کہ میں اس ناہیدہ طاقت کے بارے میں دیوی سے کچھ اور معلوم کرتا روشنی دوبارہ اندھیوں میں مدغم ہو گئی، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو خود کو اسی کمرے میں پایا۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہ مجھے ایک خواب سا لگ رہا تھا، بر حال میں نے طے کر لیا تھا کہ اب پہلی فرصت میں پورن لال سے دو دو ہاتھ ضرور کروں گا، منزل سے نکل کر میں دوسرے کمرے میں آیا تو لاجوئی کسی خیال میں

مستغرق تھی، میرے پاؤں کی آہٹ سکر چوکی، حیزی سے میرے قریب آ کر بولی۔

”منوہر، کیا تم یوگی مہاراج سے دوبارہ ملنا پسند کرو گے؟“

”کیا مطلب؟“ میں لاجپتی کی بات سکر چوٹے بغیر نہ رہ سکا، ادبیت دیوی سے کھنگو کر لینے کے بعد میرا دل لاجپتی کی طرف سے بالکل صاف ہو چکا تھا۔

”میں نے حالات پر بہت گیان دھیان کیا ہے، منوہر، میرا خیال ہے اگر یوگی مہاراج ہمیں حالات سے آگاہ کر دیتے تو آج تمہارا من ان کی اور (جانب) سے میلا نہ ہوتا۔“

لاجپتی کی باتیں میرے لئے حیران کن تھیں، اس کا ذاتی خیال بھی وہی تھا جو ادبیت دیوی کا تھا، میں نے لاجپتی کو ٹٹولنے کی خاطر کہا ”لاجو“ اگر میں مہاراج کے مقابلے پر آؤں تو کیا تم میرا ساتھ دو گی؟“

”منوہر —————“ لاجپتی نے میرے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام کر بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”تم نے ایک اداسی کو اپنے من کی رانی بنا کر اس کا مان (عزت) بڑھایا ہے، تمہارے کارن میں ایسی خوشی ترکہ میں بھی جانے کو تیار ہوں۔“

”سوچ لو لاجپتی کہیں ایسا نہ ہو کہ پورن لال کو سامنے دیکھ کر تم اپنا دھن بھول جاؤ۔“

”تم آگیا دو منوہر، تمہاری لاجپتی ہر امتحان میں پوری اترے گی۔“ لاجپتی کے لہجے میں خلوص تھا، میں نے اس کے جواب سے متاثر ہو کر فیملہ کن آواز میں کہا۔ ”منو لاجپتی، میں پورن لال سے لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہوں، ابھی اور اسی وقت، کیا تم مجھے پورن لال تک لے چلنے کو تیار ہو؟“

جواب میں لاجپتی نے ایک بار مجھے اپنی مدد کا یقین دلایا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، میں نے اس کی ہدایت پر آنکھیں بند کر لیں، کچھ دیر بعد لاجپتی کے کہنے پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو اسی پہاڑی گھسا کے وہانے پر پایا جہاں ایک بار پہلے بھی آچکا تھا۔

”تم اندر جاؤ منوہر، یوگی مہاراج اس سے گیان دھیان میں مگن ہوں گے، میں باہر تمہارا انتظار کرتی ہوں، اگر تمہیں میری سہارا کی ضرورت ہوگی تو بن بلائے تمہارے پاس آ جاؤ گی۔“

میں نے لاجپتی سے اپنے ساتھ اندر چلنے پر اصرار نہیں کیا اور ہمت کر کے گھسا

کے اندر داخل ہو گیا، کشادہ حصے میں پہنچ کر میں نے پورن لال کو دیکھا، لاجپتی کے کہنے کے مطابق وہ اس وقت منزل میں بیٹھا گیان دھیان میں مصروف تھا، اسے غالباً میری موجودگی کی بھگ تک نہ تھی۔ پورن لال کو دیکھ کر مجھے ادبیت دیوی کے وہ چلے دوبارہ یاد آ گئے، خود میرا دل بھی پورن لال کی طرف سے صاف نہیں تھا، میں اسے اپنی ناکامی کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا، دیوی نے میرے شہادت کی تصدیق کر دی تھی، میرے دل میں انتقام کے شعلے بجھنے لگے۔ میری آنکھیں خون آلود ہو رہی تھیں، حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے ایک منتر پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا پھر خطرناک ارادوں کا دامن مضبوطی سے تھام کر اس منزل کی طرف بڑھنے لگا جہاں پورن لال آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

پراسرار یوگی پورن لال کو میں نے گرو کہا تھا مگر اس کے بلوجود مجھے یقین تھا کہ میں اسے آسانی سے زیر کر لوں گا، منزل کا فاصلہ جوں جوں کم ہو رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں!!



چنبی کے محل سے جلنے والے چراغ کی کچکاہٹ ماحول کو بڑا بولناک بنا رہی تھی۔
پورن لال منزل میں بیٹھا آنکھیں بند کئے کسی چاب میں گمن تھا۔ اس کے چہرے پر
لاہری کا راج تھا، میں اس پر نظریں جمائے منزل کے قریب ہوتا گیا، ادنیٰ دیوی کے حکم
کے مطابق میں اس وقت پورن لال کو ایسا سبق دینے کے ارادے سے گہا میں داخل ہوا
تھا جو اسے بلور کرا سکا کہ دھوکہ اور قریب کا انجام پیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ ادنیٰ دیوی کے
درشن کے بعد سے میرا دل پورن لال کی طرف سے کھٹا ہو گیا تھا۔ ساجدہ کی روح نور نبی
طاقت کے معاملے میں پورن کی خاموشی نے مجھے اس کے خلاف اکسلیا تھا پھر لاہوتی اور
دیوی نے میرے شکوک و شبہات کی تصدیق کر دی تھی۔

میں منزل کے قریب جا کر رک گیا، میرے دل کی دھڑکنیں ہر لمحہ جڑ ہو رہی تھیں۔
میں نے پورن لال کو آج سے قبل پیشہ اپنا گرد سمجھا تھا۔ اس کے ہر اشارے پر بلا کسی
چون و چرا کے قدم اٹھایا تھا لیکن آج میں پورن لال کے سامنے اس کے دشمن کی حیثیت
سے کھڑا اسے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ لمبے جوں جوں گزرتے جا رہے تھے
میری نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ پورن لال کے چہرے پر پھیلے ہوئے مطمئن تاثرات
مجھے فصد دلا رہے تھے، میرا جوش انتقام بڑھ رہا تھا، لیکن میں پورن لال کے قریب جانے
سے گریز کر رہا تھا۔ مجھے علم تھا کہ منزل کے اندر میرا داخلہ خطرناک ہو گا، لہذا میں منزل
کے باہر کھڑا پورن لال کے آنکھ کھولنے کا منتظر تھا۔ مجھے اس سلسلے میں زیادہ دیر انتظار نہیں
کرنا پڑا، چند ہی منٹ بعد ہی پورن لال نے آنکھیں کھول دی تھیں، اس کی بڑی بڑی
سرخ آنکھوں کی مانند دہکتی ہوئی آنکھیں اس دہکتی ہوئی خوفناک نظر آ رہی تھیں۔ ایک لمبے
کو میرا دل خوف و دہشت کے احساس سے دھڑکا لیکن جلد ہی میں نے خود پر قابو پا لیا۔
مجھے ادنیٰ دیوی کی حمایت حاصل تھی، مجھے قوی امید تھی کہ پورن لال سے کھراؤ کے وقت
دیوی کی فکری میری مدد ضرور کرے گی۔

”تمہ منوہرا!“ پورن لال نے مجھے دیکھ کر حیرت سے کہا۔ پھر معنی خیز انداز میں مسکراتا
ہوا اٹھا اور منزل سے باہر آ کر میرے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز میں اب بھی

لاہری تھی۔

میرے خون کی مدت بڑھنے لگی، میری نظروں میں پورن لال کے لئے نفرت بھری
تھی۔

”برہمچاری!“ پورن لال نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ ”تم اس سے یہاں؟ کیا کوئی بچا
آن پڑی ہے۔“

”سماں راج!“ میں نے خون کا گھونٹ پیٹتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں اس سے کیل
تمہارے درشن کو آیا ہوں۔“

”گرو کی سیوا تم کو جیون میں سدا سکھی رکھے گی منوہرا!“ پورن لال نے خوش ہو کر
کہا۔

”ہر تو مہاراج ایک بات میرے من کو پیا کل کرتی رہتی ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے
کہا۔ ”وہ فکری کون ہے جو مجھے پریشان کرتی ہے اور میں اسے سرپ نہیں دے سکتا۔“

”سورک!“ پورن لال نے جیسے لمبے میں جواب دیا۔ ”میری آگیا تھی کہ تم ان باتوں
کو بھول جاؤ۔“

”میں نے کوشش کی تھی مہاراج پر تو کسی کنیا کی آتما نے مجھے اپنی کوششوں میں
کامیاب نہیں ہونے دیا۔“

”منوہرا!“ تم اس سندری کا دھیان اپنے من سے نکال دو۔“ پورن لال نے تنزی سے
کہا۔ ”میں نے اپنی فکری کے زور سے تمہارے لئے ساجدہ جیسی بہت سی سندریاں پیدا

کر دی تھیں، تم اگر چاہو تو ساجدہ سے سندریاں بھی حاصل کر سکتے ہو۔ پر تو ساجدہ کا
دھیان بھول جاؤ، تم اس کے سندریاں کو کبھی پرانت نہیں کر سکتے۔“

”کیوں مہاراج؟“ میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔ ”کیا تم اپنی ممان فکری کے زور
سے ایک سندری کو بھی رام نہیں کر سکتے؟ کیا وہ تم سے ابھک (زیادہ) فکری کی مالک

ہے؟“

”منوہرا!“ پورن لال نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم بھول رہے ہو کہ اس

سے تم اپنے گرو کے سامنے کھڑے ہو۔“

”میں خوب جانتا ہوں مہاراج کہ تم میرے گرو ہو۔ پر تو جہیں اپنے سیک کی ضد

اوش پوری کرتی ہو گی۔“ میں نے بھی قدرے درشت آواز میں جواب دیا۔ ”جب تک وہ
سندری میرے چہروں میں جھک کر ڈھنڈوت نہیں کرے گی میں جہن سے نہیں جینوں گا۔ یہ میرا

آخری فیصلہ ہے۔“

”کیا تم اپنے گرو کی آگیا کا پالن کرنے سے انکار کر رہے ہو۔“ پورن لال نے آنکھیں دکھاتے ہوئے مجھے دھمکانے کی کوشش کی تو میرا خون کھول اٹھا میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

”ماراج“ تم کہتے پانی میں ہو، یہ میں خوب اچھی طرح جان چکا ہوں۔“

”پاپیہ کیسے!“ مہن لال سر تاپا سرخ ہو کر بولا۔ تو میری فحش کو لٹکا رہا ہے، میں تجھے ایسا کشت دے سکتا ہوں کہ تو سارا بیون گندی ٹالیوں میں لوٹا رہے، کتنی چاہتا ہے تو میرے چن چھو کر شامی سکٹا مانگ۔“

”میں تمہارے چن بھی چھونے کو تیار ہوں، ماراج پر ایک شرط پر۔“ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں مجھے بتانا ہو گا کہ تم نے مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا تھا“ لاجپتی نے بھی تمہاری آگیا پر زبان بند کر لی تھی۔ اگر تمہارے مہن سیوک کو کچھ ہو جاتا تو تم سوائے اس کا کیا کرم کرنے کے اور کیا کر سکتے تھے۔“

”منوہر“ تو میرا اہلن کر رہا ہے، زبان کو لگام دے، میں حیرا گرو ہوں۔“

”تم نے میری بات کا جواب ابھی تک نہیں دیا گرو دیو، ماراج۔“ میں نے پورن لال کو چلانے کی خاطر کہا۔ ”کیسں ایسا تو نہیں کہ تم ساجدہ کی آتما سے گراتے ہوئے ڈرتے ہو؟“

پورن لال کو مجھ سے اس جواب کی توقع نہ تھی آگ بگولا ہو کر بولا۔

”چلا جا مورک، میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جا، کیسں میں تجھے جلا کر بھسم نہ کر دوں۔“

”حیثیت کمار نے بھی یہی دھمکی دی تھی ماراج تمہیں اس کا انجام معلوم ہے؟ میں نے بھرپور چوٹ کی تو پورن لال مارے غصے کے سر تاپا لڑ اٹھا، کڑک کر بولا۔

”مورک، کیا بیون سے تیرا دل بھر چکا ہے؟“

”چینچنے چلانے سے کیا ہو گا ماراج۔“ میں نے جیزی سے کہا ”میں تم سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم ساجدہ کی آتما اور اس غیبی طاقت کے سلسلے میں میری کیا سائنس کر سکتے ہو، جس نے مجھے نیا کل کر رکھا ہے؟“

”میں ان دونوں کو نقصت کر دھل گا پر تو ابھی اس کا سے نہیں آیا۔“ پورن لال نے جھلا کر جواب دیا اس کے لیے سے صاف ظاہر تھا کہ مجھے نالے کی کوشش کر رہا ہے۔

میرے لئے اب برداشت کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے تیر بدل کر کہا۔

”منو ماراج۔ دیوی دیوتاؤں کے باپ اور بیٹنک کرنے کے بعد اب مجھ میں بھی اتنی فحش آگئی ہے کہ دوسروں کے من کا بھید جان لوں۔ تمہارے من میں جو کھوت بھرا ہے وہ میری نظروں نے دیکھ لیا ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم ساجدہ کی آتما کے آگے بے بس ہو اور محض اپنا بھرم رکھنے کے لئے گرو کا چولا پہن کر سیوکوں کو ڈراتے ہو۔“

”مہرا دھی!“ پورن لال طلق کے بل چلایا۔ ”میں تجھے نقصت کر دوں گا۔“

”میں بھی کج اسی ارادے سے آیا ہوں ماراج۔“ میں نے کرشت آواز میں جواب دیا۔

پورن لال میرا جواب سن کر اچھل پڑا، ایک لمبے تک وہ مجھے پھنی پھنی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے کوئی متر پڑھ کر پھونکا تو میرے چاروں طرف آگ کے شعلے بھڑکنے لگے، میں شعلوں کے درمیان گھبرا گیا، ایک پل کے لئے میں نے خود کو موت کے آگے بے بس سمجھا لیکن دوسرے ہی لمبے اونچی دیوی کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”منوہر“ تم کوئی چٹان نہ کرو، دیوی تمہارے ساتھ ہے، وہ بچہ اوش تمہاری ہو گی، ہمت سے کام لو۔“

دیوی کی آواز نے مجھے سارا دیا تو میں نے جلدی سے ایک متر پڑھ کر بھڑکنے ہوئے شعلوں پر پھونک ماری۔ شعلے پلکھت بھڑک کر ٹھٹھ پڑ گئے۔ پورن لال نے دوسرا حملہ کیا، جس جگہ میں کھڑا تھا اس جگہ کی زمین اچانک چٹ گئی، اگر میں نے ایک لمبے کے دیر کی ہوئی تو نہ جاتے میرا کیا انجام ہوتا، پورن لال نے اپنا دوسرا حملہ بھی ناکام ہونے دیکھا تو تھلا کر تیسرا حملہ کر دیا، اس بار اس کے متر کے بیروں نے بھڑوں کی صورت میں نمودار ہو کر مجھ پر یلغار کر دی، اور میرے جسم سے چٹ کر کائے لگے، یہ حملہ اس قدر اچانک اور تیزی سے ہوا کہ میں گھبرا گیا، بھڑوں کے زہریلے ڈنک میرے جسم میں پیوست تھے اور میں کسی دیوانے کی طرح خود کو اس آفتوں سے بچانے کی خاطر اچھل کود کر رہا تھا۔

”کیوں منوہر، اب کیا دھار ہیں تمہارے۔“ پورن لال نے چماتی ٹھونک کر کہا۔ ”گرو اور چیلے کا فرق تمہاری سمجھ میں آیا، یا دوچار چٹکار اور دکھاؤں۔“

بھڑوں کا زہر میرے جسم میں سرایت کر چکا تھا، مجھ پر غور کی طاری ہو رہی تھی۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ پورن لال کی بات کا کیا جواب دوں کہ میرے کانوں میں دیوی کی آواز بھر گونجی۔

”منوہر! میرا شہ نام لکھ زمین پر لوٹ لگاؤ“ پورن لال کے منتر کے ہر پلک جھپکتے میں نفلٹ ہو جائیں گے۔“

میں نے دیوی کی آگیا کا پالن کرنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا، نشتن پر لوٹ لگاتے ہی تمام بھوس میرے جسم سے طہیہ ہو کر غائب ہو گئیں۔ پورن لال کو اپنے ہیروں کا انجام دیکھ کر حیرت ہوئی تو میں نے کہا۔

”ہمارا ج“ تمہاری بھولی میں جو دھار جنت منتر اور باقی رہ گئے ہیں انہیں بھی آنا ڈالو! اس کے بعد تمہارے سیوک کی باری ہو گی پر تو دھیان میں رکھو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔“

پورن لال نے میرا جواب سنا تو آپے سے باہر ہو گیا۔ ”بچے بزرگ بلی“ کا نغمہ مار کر اس نے نشتن پر قہقہہ بازی کھائی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے انسان سے آدم خور بھڑے کا روپ اختیار کر لیا۔ پھر اس نے بڑی برق رفتاری سے مجھ پر چلائی لگائی میں پھرتی سے اسے جھٹکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی دیوی کا نام لکھ جلدی سے ایک منتر کا جاپ کیا اور قہقہہ اس کے کہ پورن دوبارہ حملہ آور ہوتا اپنا ہاتھ اس کی سمت اٹھا کر جھٹک دیا، میرا ہاتھ جھٹکتا تھا کہ میرے منتر کے ہیروں نے جال پیٹیک کر پورن لال کو اس میں جکڑ لیا۔ میرا خیال تھا کہ اب پورن لال بے بس ہو کر میرے سامنے گھٹے جھپکتے پر تلے ہو جائے گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے آہنی جال کو دھواں بن کر غائب ہونے دیکھا اس کے ساتھ ہی پورن لال نے دوبارہ نشتن پر لوٹ لگائی اور بھڑے سے کالے ناگ کی شکل میں آگیا، میں نے دوسرا منتر پڑھا تو میرے ہیروں نے نیولے کی شکل میں سامنے آ کر پورن لال کا راست روک لیا، لیکن پھر اس کے کہ میرے ہر پورن لال کی گردن دوپٹے، پورن لال نے ایک جست بھری اور پلک جھپکتے میں دوبارہ اپنی اصلی شکل میں آگیا۔ اسکی آنکھوں سے حیرت نیک رہی تھی۔ میں نے اس کی کیفیت سے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”پورن لال اب تک میں تمہارے ساتھ کھیل لٹا کر رہا تھا پر اب تمہاری ہمتی اسی میں ہے کہ تم میرے آگے ہاتھ باندھ کر اپنی مکاری کا اقرار کر لو، دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ تمہارا انجام بھی اجیت جیسا ہو۔“

”کہتے“ پورن لال گرج کر بولا۔ ”میں مہان فحش کا مالک ہوں۔ میرے شریو میں ہونہار جیسی قوت موجود ہے، میں تجھے ایسا کٹ دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیاکل رہے گی

_____ لے اب سنبھل۔“

پورن لال نے اپنے جملے کے ساتھ ہی مجھ پر ایک بھرپور حملہ کیا اس بار اس کے ہیروں نے مجھے پلک جھپکتے میں زمین سے اٹھا کر فضا میں مسلح کر دیا۔ میری کیفیت اس وقت بڑی مضحکہ خیز تھی۔ میں فضا میں مسلح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ پورن لال نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میرا جسم بندھ سا گیا، زبان تلو سے چپک گئی، اب میں قلعی طور پر بے بس تھا، نہ جسم کو جنبش دے سکتا تھا، نہ ہی اپنے بچاؤ کی خاطر کوئی منتر پڑھ سکتا تھا، موت کا ہمایاں تصور میری نظروں کے سامنے تھا کہ پورن لال ٹھٹھٹھ قہقہہ لگا کر بولا۔

”کیوں برہمچاری! اب کیا خیال ہے تمہارا، کیا اب بھی تم میرے چرنوں پر ڈنڈوت کرنے سے انکار کر سکتے ہو؟“

میری حالت غیر ہو رہی تھی، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی تلویذ قوت میرا گلا کھونٹ رہی ہے، میرا سانس پھنس پھنس کر آ رہا تھا مجھے اپنی موت بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ پورن لال میرے سامنے سینہ تلے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔

”چپ کیوں ہو منوہر! کچھ بولو، تم تو مجھے کٹ دینے کا دھماکہ کر کے کہا میں آئے تھے۔“

پورن لال میری بے بسی کا مضحکہ اڑا رہا تھا کہ اچانک غریبہ قوتوں کا زور مجھ پر ختم ہو گیا، میں دوبارہ زمین پر آگیا، مجھے حیرت تھی کہ ایسا کیونکہ ہوا اور پورن لال چوٹا جیسے اسے اپنی نظروں پر چھین نہ آ رہا ہو، اسی لمحے اپنی دیوی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”منوہر! پورن لال کی فحش مہمان ہے، تم اسے چوٹ نہیں دے سکتے پر تو دیوی دیوتا جو چاہتے ہیں وہ اوش پورا ہوتا ہے، میں تمہیں ایک منتر بتاتی ہوں اسے پڑھ کر پورن لال پر پھونکو، پورن لال کے سارے جیون کی تپتیا بھی اس منتر کا توڑ نہیں کر سکے گی، پر ایک بات دھیان میں رکھو، پورن لال اگر تمہارے چرنوں پر سر رکھ دے تو اسے شاکر دینا۔“

اپنی دیوی کے کہنے کے مطابق میں نے اس کا بتایا ہوا منتر پڑھ کر پورن لال کی سمت پھونکا تو میری آنکھیں پٹی کی پٹی رہ گئیں، پورن لال میرے منتر چوٹتے ہی زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگا پھر اس کے ہاتھ پاؤں آپس میں الجھ کر یوں پھنس گئے جیسے کسی غیر مرئی قوت نے اسے ہاتھ باندھ دیا ہو، دیوی کا کہا پورا ہو چکا تھا میں پورن لال کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات دیکھ رہا تھا، اب میری باری تھی۔ میں نے پورن لال کی بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”گرو دیو مہاراج“ تم لکڑے جیسے روپ میں اس سے بڑے سندر نظر آ رہے ہو۔ اگر تمہاری آگیا ہو تو میں اپنے بیروں سے کہہ کر تمہیں تمام جیون کے لئے یہی روپ دان کرا دوں۔“

پورن لال نے جواب نہیں دیا، اس کے منہ سے ہلکے ہلکے جھاگ نکلنے شروع ہو چکے تھے۔ اس وقت وہ شدید تکلیف کی حالت سے وہ چار تھا آٹھیں سطوں سے باہر ابلی پڑ رہی تھیں۔

”مہاراج“ سیوک تمہاری آگیا سننے کے لئے بیاکل ہے، کچھ تو کو پورن لال جی!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تم تو مہان فکٹی کے مالک ہو، اپنے بیروں کو آواز دو مہاراج“ میں تمہارے چٹکارے دیکھنے کو بے چین ہوں، وہ چار گرجھے بھی اور دان کر دو تمہارا مہان سیوک ہوں مہاراج۔“

”پاپی —————“ پورن لال نے بشکل تھلائے ہوئے کہا ”تیرا انجام بیاکل ہو گا، دیوی دیوتاؤں کا کٹھ بجے بھاؤ کر دے گا، تو نے گرو کا اہمان کیا ہے۔“

”میں گرو کی آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں مہاراج!“ میں نے جیسے لہجے میں جواب دیا۔ ”تم اگر میرے چرن چھو کر شامی کھٹا مانگو تو میں تم کو اوش شام کر دوں گا“

تمہاری کٹی کا کیل ہی ایک اپوائے ہے پورن لال جی مہاراج!“

پورن لال شدید کرب کے عالم سے دوچار تھا، اس کے منہ سے بدستور جھاگ نکل رہے تھے لیکن اس کے پاندو جن نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس میں نفرت اور حقارت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی گہری ذہنی ابھمن سے دوچار ہے، غالباً وہ گرو ہو کر اپنے چیلے کے پیر چھوئے سے جھٹک رہا تھا۔

”سے بیت رہا ہے مہاراج!“ میں نے حقارت سے کہا۔ ”میرے ہر میرے اشارے کے شکر ہیں، کیا تم سارا جیون اسی روپ میں گزارنا چاہتے ہو۔“

”نہیں ————— نہیں۔“ پورن لال بے بسی سے چلاوا۔ ”کیونے میں تیرا گرو ہوں۔“

”گرو ہونے کے باوجود تمہیں میرے چروں پر سر رکھ کر شامی کھٹا مانگنی ہو گی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے پورن لال —————“ میں فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ”اسے کی قدر کرو“ اگر یہ بیت گیا تو دیوتاؤں کی فکٹی بھی تمہیں سکھ نہ دے سکے گی۔“

پورن لال ہچکچا رہا تھا لیکن جب میں نے گھبراہٹ سے باہر جانے کے لئے قدم اٹھائے تو

اس کے سارے کس علی نکل گئے۔ وہ میرے قدموں پر سر رکھنے کو تیار ہو گیا۔ میرا دل پورن لال کو محاف کر دینے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن ادب کی دیوی کے حکم سے انحراف بھی میرے بس کی بات نہ تھی چنانچہ جب پورن لال نے میرے قدموں کو چھو کر معافی مانگی تو میں نے اسے دیوی کے کہنے کے مطابق محاف کر دیا اور اس پر نفرت بھری نظر ڈالتا گھبراہٹ سے باہر آ گیا جہاں لاجپتی میری منتظر تھی۔

لاجپتی، حسن کی دیوی، جسم قیامت اور سراپا انتظار تھی مجھے دیکھتے ہی لپک کر بومی اور جھک کر قدموں کو چھوتے ہوئے بڑے والمانہ انداز میں میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

”مہاراج، واپسی تمہاری مہان فکٹی کو پر نام کر لی ہے۔“

میں نے لاجپتی کی کول آنکھوں میں محبت کے آنسو جھللاتے دیکھے تو اسے ہانڈوں سے تمام کر کھڑا کر لیا، اس وقت وہ مجھے پیش سے زیادہ حسین اور جاذب نظر لگ رہی تھی۔ میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

”لاجپتی، تم میرے ساتھ ہو تو میں پہاڑوں سے بھی گھرا سکتا ہوں۔“

”پورن لال مہاراج کو پچھاؤ کر تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے منوہرا!“ لاجپتی نے محبت بھری آواز میں کہا۔ ”اب اس دھرتی پر کیوں ایک ہی فکٹی ایسی باقی ہے جو تم سے آنکھ ملا سکتی ہے۔“

”وہ کس کی فکٹی ہے؟“ میں نے سرسری طور پر پوچھا تو لاجپتی نے جواب دیا ”منوہر“ میں جس مہا فکٹی کے مالک کی بات کر رہی ہوں اس کا نام گہپال داس ہے، پورن لال اسے اپنا گرو مانتا ہے، دیوی دیوتاؤں کے بعد کیل گہپال داس ہی کی فکٹی اپرم پار ہے۔“

”لاجپتی!“ میں نے کچھ سوچ کر پوچھا ”تم نے اس سے گہپال داس کا ذکر کیوں پھیر دیا۔“

”مجھے دشواری نہیں تھا منوہر کہ تم پورن لال کو بچا دکھا سکو گے۔“ لاجپتی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ پھر اپنے پلو کو ہاتھوں کے درمیان مسلکی ہوئی بولی۔ ”گہپال داس کو پورن لال کا حال معلوم ہو گا تو وہ اس کا بدلہ تم سے ضرور لے گا۔“

”اوہ سمجھا۔“ میں ایک لمبی سانس نیکر بولا۔ ”تم اس کی چتا مت کرو لاجپتی، ادب کی دیوی کی کہنا سے میں گہپال داس کو کیا اس کے بھی کسی گرو کو پچھاؤ سکتا ہوں، پر تو اب مجھے

سب سے پہلے اس فحشی سے بچتا ہے جس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔
 ”میرا سن کتا ہے منور کہ اب تم کو کوئی فحشی پریشان نہیں کرے گی“ ہر میدان میں
 وجہ (فتح) تمہارے چرن چوے گی“ دیوی دیوتوں کی یہی مرضی ہے۔“

لاجوئی میری بہت بوجھا رہی تھی، میں اس کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر میں
 نے اسے پیار سے سمجھ کر ایک پیار کیا۔ اور واپس ہوٹل کی طرف چل دیا جہاں میرا قیام
 تھا۔ لاجوئی راستے بھر میری صمان فحشی کے قصیدے پڑھتی رہی اسے حقیقی معنوں میں میری
 جیت سے خوشی ہوئی تھی!!

پورن لال کو گھٹ دینے کے بعد میرے حوصلے بلند ہو چکے تھے، اب مجھے ساجدہ کی
 مدد کو گھٹ دینی تھی اور اس طاقت کو نچا دکھانا تھا جس نے مجھے ساجدہ کے سطلے میں نچا
 دکھایا تھا مگر ان طاقتوں کو تلاش کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی، میں نے دہلی میں رومی
 فکسر کے ہوٹل میں ان دونوں پر اسرار قوتوں کا بہت دنوں انتظار کیا لیکن مجھے باپوسی ہوئی
 ایک روز میں نے اپنی دیوی کے درشن والا جاپ کیا، میں دیوی سے ان طاقتوں کے بارے
 میں معلوم کرنا چاہتا تھا، دیوی نے مجھے دہن دیا تھا کہ پورن لال کو گھٹ دینے کے بعد وہ ان
 ٹائیدہ قوتوں کے مقابلے میں میری مدد کرے گی۔ دیوی درشن جاپ کے بعد میرے تصورات
 میں نمودار ہوئی تو اس نے سب سے پہلے مجھے میری فتح پر مبارکباد دی، جب میں نے ان
 طاقتوں کے بارے میں دریافت کیا تو دیوی نے صرف اتنا کہا کہ مجھے اس کے لئے انتظار کرنا
 پڑے گا، ہر چند کہ دیوی کا جواب میری تسلی کے لئے کافی تھا لیکن اس نے پورن لال کے
 سطلے میں میری مدد کی تھی، میں دیوی کی نیت پر کوئی شبہ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا
 تھا۔۔۔۔۔!

دہلی میں وہاں قیام کے بعد میں اہلہ ہوتا ہوا امرتسر پہنچا جو گردواؤں کا شہر ہے، مجھے
 گردواؤں کو قریب سے دیکھنے کا ایک مہرے سے شوق تھا۔ امرتسر میں، میں نے ایک ایسے
 ہوٹل میں قیام کیا جو گھدی کے درمیان واقع تھا۔ اس ہوٹل کا مالک ایک مقامی سکھ ارجن
 سنگھ تھا جو بظاہر بہت نیک اور خوش اخلاق نظر آتا تھا لیکن باطن بڑا میاں اور کینہ خصلت
 واقع ہوا تھا۔ چنانچہ ہوٹل میں قیام کے تیسرے ہی روز اس نے لاجوئی پر اپنی مہمانیاں
 شروع کر دیں۔ لاجوئی نے جب اس کا ذکر مجھ سے کیا تو میرا خون کھول اٹھا، دل چاہا کہ
 اس مردود کو ایک ہی منتر سے جلا کر راکھ کے ڈبیر میں تبدیل کر دوں لیکن لاجوئی نے مجھے
 روکتے ہوئے کہا۔

”تم کوئی پچاس مت کہو منور“ ارجن نے مجھ پر زور دے ڈال کر اپنی موت کو دعوت دی
 ہے، میں اسے ایسی سزا دوں گی کہ وہ تمام زندگی یاد رکھے گا۔“

”لیکن یہ میرا اہمائی ہے لاجو۔“ میں نے یہ مشکل اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
 ارجن نے تمہارے لہجہ پر نظر ڈال کر میری غیرت کو لگاڑا ہے، میں اسے کتوں سے بدتر
 موت کا سستی سمجھتا ہوں۔“

”میں اہلہ ہوں منور“ دھرتی کی کوئی سندھ استری نہیں جو ہنک جاؤں، تم میری ماں اور
 چپ رہو۔“ لاجوئی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”ارجن کی لڑکی بڑی ہی سندھ اور جائدار
 ہے، تم اسے دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے“ ارجن کے لئے یہ سزا زیادہ مناسب رہے گی۔“

لاجوئی نے مجھے سمجھایا تو میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا لیکن جب بھی ارجن
 میرے سامنے آتا میرا خون جوش مارنے لگتا۔ لاجوئی نے مجھے کھدکپ کا جو لالچ دیا تھا وہ
 میرے لئے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا، میں نے دہلی کے قیام کے دوران دل کھول کر
 خوبصورت لڑکیوں سے دل بہلایا تھا، کسی حد تک اب میرا دل لڑکیوں سے اتنا بھی چکا تھا۔
 میں نے لاجوئی کی بات کو ایک کلن سے سنا اور دوسرے سے اڑا دیا البتہ اتنا میں نے ضرور
 طے کر لیا تھا کہ ارجن سنگھ کو بڑی بھیاں سزا دوں گا، مجھے اس کے لئے کسی مناسب موقع
 کی تلاش تھی، یہ موقع اتفاق سے جلد ہی میرے ہاتھ آگیا۔ ہوٹل میں قیام کے آٹھویں
 روز جب میں ایک شام واپس پہنچا تو ارجن میرے کمرے میں موجود تھا، لاجوئی اور ارجن
 کی گواہیں سن کر میں دودھانے پر رک گیا۔

”واہ گرد کی قسم لاجوئی اگر تو میرے ساتھ زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جائے تو میں اپنی
 ساری دولت تیرے قدموں پر چھاد کر دوں۔“ ارجن لاجوئی سے مخاطب تھا، اس کے الفاظ
 سن کر میرا خون کھول اٹھا۔

”ارجن!“ لاجوئی نے ایک سرو آد بھر کر جواب دیا۔ ”مجھیں حاصل کرنے کے لئے
 میں پوری دھرتی کو ٹھوکر مار سکتی ہوں لیکن منور سے مجھے ڈر لگتا ہے، وہ بڑا ظالم ہے، اگر
 اسے ہنک بھی مل گئی تو وہ ہم دونوں کو مار ڈالے گا۔“

”تو اس کی فکر نہ کر لاجوئی“ واہ گرد کی قسم اگر تو کئے تو میں ایک کہان سے اسے
 موت کے گھاٹ اتار دوں۔“ ارجن نے نفوس آواز میں جواب دیا۔

”جلدی مت کہو ارجن۔“ لاجوئی بولی۔ ”مجھے تھوڑا سے اور دو“ میں منور سے
 چٹکارا حاصل کرنے کا اور کوئی اپناے سوچوں کی، تم اسے نہیں جانتے، وہ بڑا جابر گوی ہے،

میں کدھپ کی دہ میں اس قدر محو تھا کہ ایک ہل کو اس کے چرے سے نظر نہ ملتا مجھے منکرو نہ تھا۔ خود کدھپ بھی میرے اندر دلچسپی لے رہی تھی، کچھ دیر نظروں نظروں میں باتیں ہوئیں پھر کدھپ نے مسکرا کر پوچھا۔

”اچھے دھیان سے آپ میرے چرے میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟“

”جھگوان کی لپلا دیکھ رہا ہوں، جس نے تم جیسی سندور لڑکی بنائی ہے۔“

میرا جواب سکر کدھپ شرمائی تو یوں لگا جیسے پھولوں سے لدی شاخ ہل کھا گئی ہو۔ میں نے اس کی شراہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔

”کدھپ نام بھی تمہاری طرح بڑا سندور ہے۔“

”آپ بنا رہے ہیں مجھے۔“ کدھپ نے مجھے ترہی نظروں سے دیکھتے ہوئے معنی خیر لہجے میں جواب دیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ لڑکی بھی بڑی جفاکدہ ہے، چنانچہ میں نے ہاتھ اور آگے پیچھے ہٹے۔

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں، اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ ارجن سکر کی حویلی میں آسمان کی ایک اپڑا چھپی ہوئی ہے تو میں روز درشن کو آتا۔“

”سڑک سرکار کی ہے“ آجیلا کیچے پکڑ لگائے۔ ”کدھپ دبی ہوئی زبان میں بولی۔

”درشن دھن کی آس ہو تو بیماری اپنا تن من دھن سب تباہ کرتا ہے۔“ میں نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔

”کمپ سچ مجھے دیوی بنا رہے ہیں۔“

”تم مجھے بیماری سمجھ کر سوئیڈر کر لو تو میری تپتیا پوری ہو جائیگی۔“ میں نے کدھپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے ٹازک ہاتھوں کی گرمی بجلی بن کر میرے جسم میں سرایت کر گئی، میں بیخود ہو گیا، میرا دل چاہا کہ کدھپ کو اسی لمحہ اپنی آغوش میں تھمیت لوں لیکن لاجوئی اور ارجن سکر کے قہقہے کی آواز نے میری محویت توڑ دی، ارجن سکر کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اس لئے میں کچھ دیر کو غماز ہو گیا۔ مصل دھلوے کی خاطر درنہ میں اگر چاہتا تو اپنی مہمان خستی کے زور سے ارجن کو بے بس کر کے بھی کدھپ کو حاصل کر سکتا تھا۔

ارجن سکر نے میری ضیافت کے لئے خاص اہتمام کیا تھا بظاہر وہ مجھے یاد ہمار کھانے کو کہہ رہا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظریں ہمار بار لاجوئی کی جانب پھسل رہی تھیں۔ میں چپ چاپ بیٹھا کھانا کھاتا رہا۔ کھانے کی میز پر ہم چاروں کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

کدھپ اس وقت چونک بچھ سے دور اور لاجوئی کے برابر بیٹھی تھی اس لئے مجھے کھانے میں کوئی لطف نہیں آ رہا تھا، کبھی کبھی ہم دونوں کی نظروں کا تصادم ہوتا تو کدھپ مسکرا کر نظریں جھکا لیتی اور میں ڈالا ہاتھ میں تھا سے رد جاتا۔

کھانے کے بعد ملازم نے دستروں ہٹا کر چائے کے برتن سجائے، ارجن سکر اپنے ہاتھوں سے چائے پیتے لگے۔ سب سے پہلے اس نے چائے کا کپ میرے سامنے رکھا اور پھر دوسروں کو دیا، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس وقت کچھ الجھا الجھا اور پریشان نظر آ رہا ہے۔ میں اسکی بوکھلاہٹ کا متصد نہ سمجھ سکا البتہ لاجوئی کچھ سنجیدہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی پھر اچانک وہ اٹھی اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ میرے علاوہ ارجن سکر کو بھی لاجوئی کی اس حرکت پر تعجب ہوا مگر لاجوئی نے بڑی خوبصورتی سے بات بتاتے ہوئے کہ۔

”ارجن جی، اب ہم ذرا بے کلف ہو کر باتیں کریں گے ملازم کے آنے جانے سے باتوں کا سلسلہ نوٹ جاتا تھا۔“

مجھے لاجوئی کی یہ بات بری لگی، میرا دل چاہا کہ اسی دم ارجن کا کریا کرم کر دوں، لیکن خون کا گھونٹ پی کر چپ ہو رہا۔ ہوٹل سے پہلے وقت لاجوئی نے مجھ سے وعدہ لے لیا تھا کہ میں اس کے اور ارجن سکر کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہ کروں گا، نہ جانے اس کے دل میں کیا تھا؟ میں نے سوچا پھر چائے کا پیالہ اٹھا کر ہونٹوں تک لایا تھا کہ لاجوئی تیزی سے بولی۔

”منوہر چائے کا پیالہ داہیں میز پر رکھ دو۔“

میں نے لاجوئی کو تیز نظروں سے گھورا پھر جھلا کر پیالا میز پر رکھ دیا، اگر میں نے اس سے خاموش رہنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو اسوقت اسے بھی ضرور آڑے ہاتھوں لے دیتا، جس انداز میں اس نے مجھ سے پیالا دیکھے کو کما تھا وہ تھکانہ تھا، ارجن سکر بھی چونک کر لاجوئی کی طرف دیکھنے لگا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے تعجب خیز ضرور تھا۔ لاجوئی یلخت اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر اس نے ارجن سکر کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ارجن جو چائے تم نے منوہر کو دی تھی کیا تم خود اسے پینے کی تکلیف گوارا کر سکتے ہو؟“

”میں سمجھا نہیں؟“ ارجن سکر نے گڑ بڑاتے ہوئے جواب دیا۔

”میں سمجھا ہی ہوں تمہیں۔“ پر تو اس سے پہلے تم کو یہ بتا دوں کہ اب تک تم نے مجھے اور منوہر دونوں کو غلا سمجھا ہے۔“ لاجوئی اس وقت ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہی

تھوڑے کو تیار ہوں۔“

لاجوتی نے ارجن کو چلاتے دیکھا تو اس نے کچھ بڑھ کر پھونکا دوسرے ہی لمحے ارجن تورا کر گرا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اس کی آواز جیسے حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ کدھپ سسی سسی کھڑی تھی، ارجن کو زمین پر گرے دیکھا تو باہر کی سمت دوڑی لیکن دوسرے ہی لمحے لاجوتی نے اس پر بھی نہ جانے کیا چلاد کیا کہ وہ یکلخت رک گئی اور پٹی پٹی نظروں سے خلا میں گھورتے لگی۔ ارجن اب تڑپ تڑپ کر ساکت ہو چکا تھا۔

”کیا یہ پالی مر گیا؟“ میں نے لاجوتی سے دریافت کیا۔

”نہیں۔“ لاجوتی بولی۔ ”یہ بیہوش ہو گیا ہے، جب کچھ دیر بعد اسے ہوش آئے گا تو

یہ دیکھنے اور سننے کی طاقت کھو چکا ہو گا۔ سارا جیون اندھا اور بہرہ ور ہے گا۔“

میں نے کدھپ کی جانب دیکھا، وہ ابھی تک اپنی جگہ ساکت و جامہ کھڑی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے تمام جسم کی جان سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آگئی ہو، نیچے کدھپ کی اس حالت پر رحم آگیا میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور اسے ملحق کمرے میں لے گیا اور پھر میرے پیروں نے میرے حکم پر اسے مکمل طور پر ٹھیک کر دیا اپنی اصلی حالت میں آنے کے بعد اس نے مجھے اپنے ساتھ ملیدہ کمرے میں پایا تو ششدر رہ گئی۔

”ڈیڈی اور لاجوتی کہاں ہیں؟“ کدھپ کی آواز میں حیرت تھی۔

”تم بھول رہی ہو کدھپ۔“ میں نے اسے زبردستی باور کرائے کی کوشش کی۔

”تمہارے پتا اور لاجوتی تم سے کہہ کر ہوٹل تک ایک ضروری کام سے گئے ہیں۔“

”مجھے یاد نہیں۔“

”کل تم اپنے داس کو بھی بھول جاؤ گی؟ کیوں؟“ میں نے مدغم آواز میں کہا تو کدھپ شرما کر دوہری ہو گئی پھر میں نے ہمت کی تو نہ کس کس کے آہم کی طرح لوٹ کر میری بھولی میں گر پڑی۔ وہ لحاظ حاصل زندگی تھے، کدھپ صبح مہنوں میں عورت تھی، بھرپور عورت جس کی جاشنی آج بھی میرے ہونٹوں پر برقرار ہے۔

میں نے کدھپ کو کھلوتا سمجھ کر کھیلا پھر اسے چھوڑ کر لاجوتی کے ساتھ ہوٹل میں آیا اور اسی رات کی گاڑی سے امرتسر کو خیرباد کہہ دیا۔ وہاں رک کر میں اپنے لئے دشواریاں پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا، لاجوتی نے مجھے روکنا چاہا لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی۔

امرتسر چھوڑنے کے بعد میں دوبارہ دہلی آیا۔ وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد میں

تھی، اس نے بدستور ارجن سنگھ کو گھورتے ہوئے پہلے اپنا اور پھر میرا تعارف کرایا تو ارجن کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ لاجوتی نے کڑک کر کہا۔

”ارجن سنگھ، آپ میں تم کو بتاتی ہوں کہ تمہاری چال کیا تھی؟“

لاجوتی نے اپنا جملہ مکمل کر کے ہاتھ کو زور سے جھکا دیا۔ اچانک ایک جلی نمودار ہو کر میز کی طرف لپکی، میں ابھی تک معاملے کی تہ کو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن جب جلی نے پیالی کی چائے پی اور پھلا گھونٹ پیتے ہی حلق سے کہہ کر آوازیں نکالتے ہوئے فرش پر ڈھیر ہو گئی تو ارجن سنگھ کا خطرناک کھیل میری سمجھ میں آگیا، وہ کہتے تھے زہر دے کر مار دینا چاہتا تھا تاکہ مجھے راستے سے ہٹا کر لاجوتی کو اپنا سنگھ میں فیس میں لڑوٹا ہوا اٹھا کر ہی لے لاجوتی نے کہا۔

”نہیں مہاراج، تم نے وجہ دیا تھا کہ میرے اور ارجن کے معاملے میں چپ رہو گے، یہ میرا نکار ہے، اس کا کریا کرم میں اپنی مرضی سے کر دو گی۔“

کدھپ کی کیفیت ہم سب سے مختلف تھی۔ وہ پیش آنے والے حالات سے بری طرح سسی سسی نظر آ رہی تھی۔ کبھی وہ ہم لوگوں کو حیرت سے دیکھتی، کبھی مودہ ملی کو اور پھر ارجن کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے لگی، ارجن کی حالت قابل دید تھی۔ کچھ دیر پہلے تک وہ لاجوتی سے پیڑی بے تعلقی سے ہنس بول رہا تھا لیکن اب اس کے سامنے کھڑا سر تپا کپ رہا تھا، اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔

”ارجن سنگھ بولو، اب میں تمہیں کیا سزا دوں؟“ لاجوتی نے جڑے ہوئے تیر سے

ارجن کو مخاطب کیا۔

”دیوی۔“ ارجن کڑکڑا کر بولا۔ ”مجھے شکر دے دیوی، میں ہاتھ باندھ کر بٹنی کرتا ہوں۔“

”اتنی جلدی تمہارا گئے ارجن جی، تم نے تو مجھے اپنے من مندر کی رانی بنانے کا پتہ دکھایا تھا۔“ لاجوتی نے زہر خور سے کہا۔ ”کیا اپنا دھن بھول گئے؟“

”مجھے شکر دے لاجوتی دیوی، مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔“ ارجن سسکیاٹے لگا۔

”تمہارا نہیں ارجن، میں تم کو جان سے نہیں ماروں گی البتہ آج کے بعد سے تم دیکھنے اور سننے کی فہمی کھو دو گے، تمہاری آنکھیں عام منٹ کی طرح کھلی رہیں گی پر تم تم کچھ دیکھ نہیں سکو گے۔“

”نہیں، نہیں، نہیں۔“ ارجن چلائے لگا۔ ”میرے لو پر دیا کر دیوی، میں حیرے چن

ہمارے آگیا۔ لاجوتی میرے ہمراہ تھی، اسکی قیادت اور اپنی مہارت کے سارے میں نے زندگی کو ہر نئے زاویے سے دیکھا اور اس کی بلاخیز رنگینیوں کو پرکھا لیکن مجھے سکون نہ مل سکا۔ پورن لال کو زیر کر لینے کے بعد اب میں ساجدہ اور اس غیر مرئی قوت سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا تھا جس نے میری ہمت کو بچا دکھایا تھا۔ میں نے ادنیٰ دیوی سے بھی ان دونوں کا پتہ دریافت کیا۔ مگر دیوی نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ”مے کا انتظار کرو۔“

جوں جوں وقت گزرتا گیا میری بے چینی بڑھتی گئی، لاجوتی نے مجھے دنیا کی رنگینیوں اور اپنی قیامت خیز جوانی کے سحر میں مدھوش کرنا چاہا مگر مجھ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں شبیر سے منور ہوا۔ میں نے دیوی دیوتاؤں کے لئے چاہ کیا اور مہمان ہفتی کا مالک بن گیا، اہیت کنار اور پورن لال کو زیر کرنے کے بعد مجھے اپنی قوت کا اندازہ ہو گیا تھا میں اپنی اس قوت کو ساجدہ اور اس کی پشت پناہی کرنے والی طاقت کے خلاف استعمال کرنے کے لئے بے چین تھا مگر ابھی تک مجھے ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ میں ہر وقت اپنے خیال میں محو رہنے لگا۔ لاجوتی اگر دھڑکی کی کوئی سندور ناری ہوئی تو میری اس محبت کو نہ جانے کیا کیا معنی دیتی لیکن وہ آکاش کی اہرا تھی، پورن لال نے کچھ نکلیاں اسے بھی دان کر دی تھیں، وہ دلوں کا حال پڑھنا خوب جانتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میں کن خیالوں میں مصروف رہتا ہوں، اس نے مجھے اس راستے سے ہٹانا چاہا، مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ساجدہ اور اس کی ساتھی طاقت اب کبھی میرے مقابلے پر نہ آ سکے گی۔ لیکن میرا جتس کم ہونے کے بجائے بڑھتا گیا۔ میں یہ معلوم کرنے کے لئے مضطرب تھا کہ آخر وہ کوئی پراسرار قوتیں تھیں جو میری مہمان ہفتی سے بھی زیادہ طاقتور اور عقیم تھیں۔ میرا جتس مجھے شہوں شہوں سمھاتا رہا، لاجوتی ہر لمحے میرے ساتھ رہی، میں نے ایک بار پھر بسنی کا رخ کیا اور بیس بدل کر اسی ہوٹل میں قیام کیا جہاں میرا گھراؤ ساجدہ اور دوسری قوت سے ہوا تھا۔ لاجوتی نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح میں اپنے ذہن کو ان باتوں سے آزاد کر دوں لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہی۔ ایک روز میں اس کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ لاجوتی نے اچانک چونکتے ہوئے کہا۔

”منور! میں نے تم سے گپال داس کے بارے میں کما تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ساجدہ اور دوسری ہفتی کا ٹانگہ اسی نے تمہارے کارن رکھا ہوا؟“

”گپال داس۔“ میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا ”۳ سے بھلا میرے ساتھ کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔“

”تم اس کو نہیں جانتے منور!“ لاجوتی بدستور سنجیدگی سے بولی ”وہ اپنا الو سیدھا کرنے کے کارن سب کچھ کر سکتا ہے، پورن لال مہاراج اور گپال داس کے درمیان ایک بار ان بن ہو گئی تھی پورن لال نے اپنے گرو سے ملنا جلتا بند کر دیا۔ یہ بات گپال داس کو بہت بری لگی تھی۔“

”وہ اگر چاہتا تو اپنی ہفتی کے زور سے پورن لال کو کشت دے سکتا تھا۔“ میں نے بے دلی سے جواب دیا۔

”وہ ایسا اوش کر سکتا تھا۔“ لاجوتی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر کچھ وقف کے بعد چونک کر بولی ”منور! میرا سن کتا ہے کہ یہ سب اسی گپال داس کی شرارت ہے۔“

”ہو گا۔“ میں نے ہانے کی خاطر لاپرواہی سے جواب دیا۔

”مصل پر زور دو منور! جب سے تم نے پورن لال مہاراج کو بچا دکھایا ہے ساجدہ اور دوسری ہفتی نے تمہیں پریشان نہیں کیا، ایسا کیوں ہے؟“

لاجوتی کا یہ سوال اتنا بھرپور تھا کہ میں بھی اس پر غور کرنے پر مجبور ہو گیا، مگر قہر اس کے کہ میں کسی آخری نتیجے پر پہنچا لاجوتی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”گپال داس اپنی مہمان ہفتی کے سمھنڈ میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ پر بھی توجہ نہیں دیتا۔ مجھے دشواری ہے کہ اس نے تم کو کھلونے کے طور پر استعمال کیا ہے، ایک طرف اس نے پورن لال مہاراج کو ذہن بند رکھنے پر مجبور کر دیا اور دوسری طرف تمہیں اس کے خلاف بھڑکا دیا، حالات ایسے ہی تھے کہ تم کو قصہ آنا بیٹنی بات تھی، اس طرح اس نے پورن لال کو تمہارے ہاتھوں کشت دلو کر اپنی آشا پوری کر لی۔“

”لیکن دیوی نے مجھ سے بھی یکنی کہا تھا کہ میں پورن لال کو کشت دوں، کیا دیوی کو گپال داس کے من کا حال نہیں معلوم تھا؟“ میں نے اُنچھے ہوئے سوال کیا تو لاجوتی نے حیرتی سے کہا۔

”دیوی کو دوش نہ دو منور! یہ گھور پاپ ہے، دیوی کی ہفتی اپرہم پار ہے، اس نے پورن لال کو اس لئے تمہارے ہاتھوں دکھ دلایا کہ پورن لال نے تم کو اندھیرے میں رکھ کر دیوی کے ایک داس کا اہلکار کیا تھا۔ مجھے دشواری ہے منور کہ دیوی گپال داس کو کبھی شہ نہ کرے گی۔ پر تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیوی نے اس امتحان کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہو، اگر تم گپال داس کو مار لو منور تو دیوی تم سے خوش ہو گی، تم دیوی کے مہمان اور کیل ایک ہی سیوک بن جاؤ گے۔ مجھے دشواری ہے منور کہ گپال داس کو کشت دینے کے بعد

دیوی کی کپا تمہارے من کو شانت کر دے گی۔“
لاجوتی کی باتوں میں مجھے صداقت نظر آئی تو میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔
”گوپال داس کا ٹھکانا تمہیں معلوم ہے؟“

”ہاں وہ ہمالیہ کی ترائی میں ایک ویران عمارت میں رہتا ہے، چندہ سال سے اسی جگہ ہے“
پورن لال مہاراج نے مجھے یہی بتایا تھا۔“

”میں دیوی کا سن جیتنے کے کارن گوپال داس کو ایسا کشت دوں گا کہ وہ سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزارے گا۔“ میں نے فوری طور پر اہل فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

میرا جواب سن کر لاجوتی کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ ابھری وہ بید گہری اور معنی خیز تھی۔ لیکن اس وقت میں چونکہ جذباتی بن چکا تھا اس لئے اس مسکراہٹ کی تہ تک نہ پہنچ سکا۔ لاجوتی صرف ایک آہستہ الہرا ہی نہیں بلکہ ایک حسین ساحر بھی تھی!!

دوسری صبح میں لاجوتی کو ساتھ لے کر ہمالیہ کی سمت روانہ ہو گیا، اس کی باتوں نے مجھے سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے کر لیا تھا کہ اگر گوپال داس سے ٹکرانے کے بعد بھی مجھے اپنی الجھنوں کا حل نہ ملا تو میں کسی دوسری راہ کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔

ہمالیہ تک پہنچنے میں مجھے کمال ایک ہفتہ لگ گیا اس عرصے میں گوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں پیش آئی جس کا تذکرہ ضروری ہو البتہ اپنی حزل کے قریب پہنچ کر میرے ساتھ دو ایک واقعات ایسے پیش آئے جنہوں نے میرے دل و دماغ کو بری طرح الجھا دیا۔ لاجوتی نے ہمالیہ کی ترائی تک جانے کے بعد مجھ سے یہی کہا تھا کہ گوپال داس تک پہنچنے کیلئے مجھے چوبیس گھنٹہ اور انتظار کرنا پڑے گا، میری سمجھ میں یہ منطق نہ آ سکی، دریافت کرنے پر لاجوتی نے بتایا کہ گوپال داس اس وقت اپنے کسی جاپ کے سلسلے میں منزل میں بیٹھا ہے اور منزل کے اندر داخل ہو کر کسی پھرت یا پجاری پر وار کرنا کس قدر جان جوکھوں کا کام تھا، یہ مجھے بھی معلوم تھا چنانچہ میں نے لاجوتی کی بات پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور وہ رات ترائی میں ایک درخت کے نیچے گزارنے کی ضمان لی۔

سفر کی ٹکان کی وجہ سے ہم دونوں تھکے ہوئے تھے اس لئے تاہموار پتھروں پر بھی نیند آ گئی۔ میں کتنی دیر دنیا و مافیہا سے بیخبر رہا مجھے یاد نہیں البتہ یہ خوب یاد ہے کہ وہ کسی قسم کی آواز ہی تھی جس کے بار بار ابھرنے سے میری آنکھ کھلی تھی، ہمالیہ کی ترائی میں چونکہ خطرناک جانوروں کے پائے جانے کے امکانات بھی تھے اس لئے میں آہٹ پا کر بڑبڑا کر

اٹھ بیٹھا، ہلکی ہلکی چاندنی چاروں طرف چلکی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھ کر اپنے اطراف میں چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن دور دور تک سنگلاخ پتھروں کے سوا اور کوئی شے نظر نہ آئی۔ اس دیرانے میں قرب و جوار کے درخت کسی آسیب کی طرح سیب نظر آ رہے تھے، اس خیال سے کہ ممکن ہے آہٹ کی آواز میرا دہم ہو میں نے اپنے ذہن کو بھٹکا اور دوبارہ ایک طویل جہاتی لے کر لیٹ گیا، مگر ابھی میں نے آنکھ بند ہی کی تھی کہ ایک نسوانی قہقیر کی آواز اسنے واضح طور سے میرے کانوں سے ٹکرائی کہ میں اچھل کر بیٹھ گیا، دیوی دیوتاؤں کی دان کی ہوئی نکتیوں کا مالک ہونے کی وجہ سے میرا کسی نسوانی قہقیر سے خوفزدہ ہو جانا یقینی طور پر ایک مضحکہ خیز بات ہوتی مگر اس کے باوجود اس قہقیر میں نہ جانے کیا بات تھی کہ میری چھٹی حس بیدار ہو گئی، میرے دل نے کہا کہ کوئی پر اسرار بات ضرور ہونے والی ہے، میں نے اکبار پھر بہت غور سے قرب و جوار کا جائزہ لیا مگر وہاں میرے اور لاجوتی کے سوا جو گہری نیند سو رہی تھی، اور کوئی آدم زاد دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں چونکہ پوری طرح بیدار تھا اس لئے نسوانی قہقیر کو اپنا دہم سمجھ کر ٹال جانا بھی میرے بس کی بات نہ تھی۔ ابھی میں سنجیدگی سے کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ وہی نسوانی قہقیر دوبارہ ابھرا، اس بار آواز میرے بائیں جانب کچھ فاصلے سے ابھری تھی۔ میں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا، مجھ سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر ایک نیلے نما چٹان اپنی جگہ ساکت و جامد نظر آئی، اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی اس چٹان کی پشت پر ہو میں بچوں کے ٹل اس سمت میں قدم اٹھانے لگا، پچیس گز کا فاصلہ میں نے جس پھرتی سے طے کیا اور اس کا انداز میرے سوا کوئی دوسرا نہیں لگا سکا پھر جب میں چٹان پر اوپر چڑھا اور دوسری طرف دیکھا تو ٹھٹھک کر رک گیا، جو کچھ میری نظروں نے دیکھا وہ یقینی طور پر حیرت انگیز تھا۔

جہاں میں کھڑا تھا اس کے دوسری جانب ڈھلان پر مجھ سے یہ مشکل پانچ گز کے فاصلے پر ایک لڑکی پتھروں پر چپ لیٹی تھی، چاندنی اس کے حسن کے آگے شرابی نظر آ رہی تھی، میں اس کے چہرے کے نقش و نگار کو دیکھنے سے قاصر تھا لیکن اس کے ہاتھ مجھے چاندی جیسے چمکتے صاف نظر آ رہے تھے، اس کے سینے سے تنفس کی قیامت خیز رفتار دھماکی تھی، اس دیرانے میں ایک تن تما حسین لڑکی کو دیکھ کر میری الجھن یقینی تھی، مجھے اس بات کا قطعی کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ اس لڑکی کا اگر کوئی ساتھی کہیں قرب و جوار میں موجود بھی ہوا تو مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کرے گا۔ چند ثانیے میں اپنی جگہ خاموش کھڑا اسے ٹھٹھکی

دیرالے میں اپنی تسکین کا ذریعہ بناؤں کچھ دیر اس کے جسم سے کیلیوں اور پھر بھول جاؤں۔ پورن لال نے بھی مجھے یہی بتایا تھا کہ بھگوان نے خوبصورت تاریوں کو چڈت، بھاریوں کی سیوا کے لئے جنم دیا ہے، میں نے ایک بار پھر فیئر کے سرپا کو غور سے دیکھا، وہ مجھے پہلے سے کہیں زیادہ حسین نظر آئی۔ میرے جذبات میں مدوجزر شروع ہوئے، میں نے قدرے بدلے ہوئے لمبے میں کہا۔

”ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں فیئر، پرانی باتوں کو بھول جاؤ۔“

”تمہاری خاطر میں دنیا کو بھول سکتی ہوں شیر!“ فیئر نے اچھٹ سے جواب دیا۔ ”مگر تم شاید ایک لاجوتی کو بھی نہ بھول سکو گے اس لئے کہ وہ آسمان کی باسی ہے۔“

”للاجوتی میرے چروں کی داسی ہے۔“ میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ ”اس کی حیثیت میرے لئے ایک بھارن سے زیادہ نہیں۔“

”میری اب کیا حیثیت ہوگی تمہاری زندگی میں؟“ فیئر نے پیار سے پوچھا۔

”تم میری رانی بنو گی؟“ میں نے فیئر کے ہاتھوں کو تھامے ہوئے جذباتی لمبے میں کہا۔ اس کے جسم کا لمس میرے بدن میں بجلی جگر سرایت کر گیا، میرے لئے یہ تجربہ نیا تھا، فیئر بارہا میرے قریب آچکی تھی لیکن حدت کا وہ عالم ————— میں جیسے پہنکا جا رہا تھا۔ فیئر نے میری آنکھوں سے دل کی کیفیت کا انداز لگایا تو مسکرا کر بولی۔

”سنبھلو شیر، تم تجھل رہے ہو!“

”تمہارے وجود کی گری بڑی شدید ہے فیئر!“ میں نے بے اختیار فیئر کو اپنی آغوش میں کھینچ لیا، فیئر نے کوئی مزاحمت نہ کی، میں نے اس کے ہونٹوں کی ملاوت سے اپنی خواہشات کو جلا بخشی فیئر نے کوئی اعتراض نہیں کیا، میں نے اس کے کندن جیسے جسم پر بوسوں کی بوچھاڑ کر دی فیئر پر سکون دہی لیکن جب میں نے بدشعری کا ارادہ کیا تو فیئر یلکھٹ طوفان بن کر پھٹ پڑی، ایک ہی جھٹکے میں میری کشادہ آغوش سے نکل گئی، پھرے ہوئے لمبے میں بولی۔

”شیر، تم نے دیوی دیوتاؤں کی جھٹی سے جو چاہا حاصل کر لیا لیکن فیئر کو تم اب جھٹی کے زور سے نہیں حاصل کر سکو گے، اس کے لئے تمہیں خود کو بدلتا ہو گا۔“

فیئر کا میری بانوں سے نکل جانا ایسا ہی تھا جیسے کوئی بکری شیر سے بچنے کی کوشش کرے۔ مجھے ہنسی آئی، فیئر کا وجود بھلا میرے سامنے کیا حقیقت رکھتا تھا، میں اگر چاہتا تو اسے دوبارہ زبردستی حاصل کر سکتا تھا۔ میرا ایک اشارہ اسے میرے قدموں میں گرانے کے

لئے کافی ہوتا لیکن زبردستی کا سودا مجھے منظور نہ تھا۔ میں فیئر کو ہنسی خوشی اپنی آغوش کی رحمت بنا کر اپنے لطف میں اضافہ کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کی بات سن کر کہا۔

”تلخ تجربات نے تمہیں خطا بتا دیا ہے، احتیاط اچھی چیز ہے لیکن میں تمہارے لئے نیا تو نہیں۔“

”پرانی باتوں کو بھول جاؤ شیر، ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔“ فیئر نے جیسے انداز میں میری بات کو دہرایا پھر سر لرزے میں بولی۔ ”نئی دنیا بنانی چاہتے ہو تو اس کے لئے تمہیں نئے انداز اختیار کرنے ہوں گے۔“

”مجھے نے تمہارے حسن کو اور اجاگر کر دیا ہے۔ تم فیئر سے قیامت بن گئی ہو۔“

میں نے اسے چھینٹتے ہوئے نرمی سے جواب دیا تو فیئر زہر خند سے بولی۔

”قیامت ہر حال میں قیامت ہوئی ہے شیر لیکن تم اس فلسفے کو نہ سمجھ سکو گے، اس لئے کہ تم گمراہ ہو چکے ہو، تم نے ایمان کی روشنی سے منہ موڑ کر کفر کے دھندلوں میں سکون تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، تم بھٹک چکے ہو، اگر اب بھی تم نے اپنے قدم نہ بجائے تو پھسل جاؤ گے۔“

”فیئر ————— میں یلکھٹ تھلا کر بولا۔ ”تم میرا اعلان کر رہی ہو، تمہیں نہیں معلوم کہ تم اس وقت کس جھٹی کے مالک سے بات کر رہی ہو۔“

”میں جانتی ہوں کہ اس سے میں منور مہاراج سے ہکلام ہوں جو پتھروں کو پھٹتے پھٹتے خود بھی پتھر بن کر رہ گیا ہے، جس نے روح کے ابدی سکون پر وقت کی بھوٹی رکیکینوں اور پر زوال قوتوں کو ترجیح دی ہے۔“

”فیئر ————— میں آپے سے باہر ہو کر چلا یا۔ ”بند کرو اپنی بکواس کیس ایسا نہ ہو کہ میرا کشت تمہارے شریر کی سندہا کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دے۔“

”مہاراج —————“ فیئر نے بدستور لاہر داسی سے جواب دیا۔ ”بڑا سمجھڑ ہے تمہیں اپنی دیویوں اور دیوتاؤں پر جن کے کارن تم نے ممان جھٹی پراپت کی ہے؟“

میں فیئر کا جواب سن کر اور جھلا گیا، میں نے طے کر لیا تھا کہ اس کے سندہ شریر کا سارا دس نچوڑنے کے بعد اسے جلا کر بھسم کر دوں گا وہ اسی قابل تھی، اس نے دیوی اور دیوتاؤں کی شان میں گستاخی کی تھی، وہ سخت ترین سزا کی مستحق تھی۔ اسے میری طاقت کا صحیح اندازہ بھی نہیں تھا، اگر ہوتا تو وہ بدکھائی کرنے کے بجائے میرے قدموں میں پڑی ہوتی۔ میں نے فیئر کو حقارت بھری نظروں سے دیکھا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے

اپر ادھی کو ایسا سراپا دیا کہ اس کی آتما تک ترپ اٹھے گی، میں اسی سے کہنے کے منزل تک جاؤں گا۔“

لاجوتی میرا اشارہ پاتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی، اسکی نگاہوں میں مجھے ایک خاص چمک محسوس ہو رہی تھی مگر اس وقت چونکہ میرے جذبات برا گھٹکے تھے اس لئے میں اس چمک کی گمراہی تک نہ پہنچ سکا، میں نے لاجوتی کے کئے کا اعتبار کر لیا تھا اور اب گویا داس سے ٹکرانے کے لئے کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی اور خونخوار شیر کی طرح لاجوتی کی رہبری میں اس غار کی طرف قدم بڑھا رہا تھا جہاں گویا داس موجود تھا۔ لاجوتی میرے ساتھ ساتھ تھی، غار کے دہانے پر پہنچ کر لاجوتی رک گئی اور ہاتھ باندھ کر بولی۔ ”سماراج میں اندر نہیں جاسکتی پر تو اگر تم کو میری ضرورت پیش آئے تو مجھے آواز دے لیتا۔“

”تمہاری ضرورت“ میں نے طاقت کے نشے میں سرشار ہو کر غارت سے کہا۔ ”کیا تم بھول رہی ہو کہ میں کون ہوں گویا داس کی میرے سامنے کیا حقیقت ہے، تم یہاں انتظار کرو“ میں ابھی اس باتی کا سر لا کر تمہارے چروں میں ڈالتا ہوں۔“

”مجھے دشواری ہے سماراج کہ وجہ (حیثیت) تمہاری ہو گی۔“ لاجوتی نے جلدی سے کہا۔ ”اوتی دیوی کا آئینہ واد تمہارے ساتھ ہے۔“

لاجوتی کو غار کے دہانے پر چھوڑ کر میں آگے بڑھا تو اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی ناہیدہ قوت میرے ساتھ ساتھ چل رہی ہے، میں ٹھٹھک کر رک گیا، اسی لمحے ایک جالی پہچانی نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی، یہ ساجدہ کی آواز تھی۔

”شیر، رک جاؤ، تم میرے گناہگار ہو، میں جہیں صدق دل سے معاف کر سکتی ہوں، بشرطیکہ تم اب بھی گناہ کے راستے سے اپنے قدم واپس موڑ لو، کفر کا محر جہیں دیوانہ کر دے گا۔ دیوی دیوتا اور جاپ منتر تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے، یہ سب فریب ہیں۔“

میں نے تیزی سے محسوس کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا، وہاں میرے اور لاجوتی کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ لاجوتی بتا چکی تھی کہ ساجدہ کا روپ بھی گویا داس کی شراوت ہے، میرا غصہ اور شدید ہو گیا لیکن قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا ساجدہ کی آواز دوبارہ میری قوت سلامت سے ٹکرائی۔

”شیر، ابھی وقت ہے، خود کو پہچاننے کی کوشش کرو، توبہ کے دروازے ابھی تم پر بند نہیں ہوئے، اپنے قلب کو ایمان کی روشنی سے منور کر کے دیکھو جہیں ابدی سکون نصیب ہو گا، لاجوتی کا روپ ایک حسین عورت ہے، اس محر کو توڑ دو شیر، خدا اور اس کے رسول کے

علاوہ کسی اور پر ایمان لانا گناہ ہے۔“

”پاپ نور پن کیا ہے، یہ میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔“ میں تھلا کر غصے سے بولا۔ ”میں منور سماراج ہوں مہمانِ خلقی کا مالک، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے گویا داس نے میری راہ کی رکاوٹ بننے کے لئے بھیجا ہے پر تو مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی، میں تجھے اور تیرے گویا داس دونوں کو نفٹ کر دوں گا، تم دونوں کی آتماں نرک میں جمونک دوں گا۔“

”سماراج! لاجوتی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے زور سے کہا۔ ”سے بیت رہا ہے سماراج، گویا داس جہیں دور رکھنے کیلئے ٹانگ رکھا رہا ہے، جو گناہ ہے ترنت (جلدی) کر ڈالو۔ تمہارے لئے یہ گھڑی بڑی شبح ہے، اگر یہ بیت گئی تو پھر تم کبھی پھل نہ ہو سکو گے۔“

میں نے حالات پر غور کرنے کی کوشش کی، ایک قوت مجھے غار کے اندر جانے سے روک رہی تھی اور دوسری دھماکے کی شدت نے میرے دل و دماغ کو ماؤف کر رکھا تھا۔ لاجوتی نے مجھے وقت کا احساس دلایا تو میں تیزی سے پلٹ کر غار میں داخل ہو گیا، باہر سے لاجوتی کے زور زور سے چلانے کی آواز آ رہی تھی، وہ کیا کہہ رہی تھی میں نے اس پر مطلق کوئی دھیان نہیں دیا۔ میرے اوپر جنون سوار تھا، میں ہر قیمت پر گویا داس کو اپنے جیروں سے مسل ڈالنے کو مغرب تھا۔ نگ غار اندر جا کر رنڈ رنڈ کشادہ ہوتا چلا گیا پھر پلٹے اندھیرے کی چادر بھی چاک ہو گئی۔ میں ایک ایسے حصہ میں پہنچ گیا جہاں چہلی کے چروغ کی روشنی نے ماحول کو روشن کر رکھا تھا، میرے سامنے ایک ہٹا کتا دیو قامت بیماری منزل کے اندر بیٹھا مجھے خونخوار نگہوں سے گھور رہا تھا اس کی بڑی بڑی آنکھوں کے ڈھیلے دیکتے ہوئے انگاروں کی مانند نظر آ رہے تھے، یہی میرا سب سے بڑا دشمن گویا داس تھا، جس کے سر اور سینے کے بال خود رو جنگی جہازوں کی طرح بڑے ہوئے تھے، اس کے تمام جسم پر گرد و غبار کی چھیں جی ہوئی تھیں۔

میں نے دل میں اوتی دیوی کا شبح نام لیا اور پنے سے قدم اٹھانے لگا، میرے دل کی دھڑکنیں بدترج تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا محرکہ سر کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

گوپال داس تن و قش کے اعتبار سے مجھ سے کہیں زیادہ تھا۔ اس کے سر اور سینے کے بال خود دو جھاڑیوں کی مانند بڑھ رہے تھے۔ داڑھی اور مونچھ کے لانے لانے بالوں نے اس کے چہرے کے بیشتر حصوں کو چھپا رکھا تھا۔ بقیہ جسم میل کی تھوں کے نیچے دیا ہوا تھا۔ اسکی آنکھیں دیکھنے انگوروں کی مانند روشن تھیں، منڈل کے اندر بیٹھا وہ مجھے بڑی خوشنوا نظروں سے گھور رہا تھا، تیر خراب تھے۔

میں نے دل ہی دل میں اونی دیوی کا شہ نام لے کر قدم آگے بڑھائے۔ لاجوتی نے مجھ سے جو کچھ فرضی نسبہ کے سلسلے میں بتایا تھا اس نے میرا دماغ پٹن دیا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ گوپال داس کو ایسا مزا چکھاؤں گا کہ وہ ایک عرصہ تک مجھ کو یاد رکھے گا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ میں ایک اہم معرکہ سر کرنے کے ارادے سے آگے بڑھ رہا تھا کہ گوپال داس کے بعدے ہوٹلوں کو جنش ہوئی، اس کی کشت آواز غار کے در و دیوار سے ٹکرائی ہوئی ابھری۔

”مورکھ! جہاں ہے وہیں تھم جا۔ اگر منڈل میں آیا تو جل کر بھسم ہو جائے گا۔“
غصے کی انتہا کی وجہ سے میں منڈل کے خیال کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ گوپال داس نے احساس دلایا تو میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ لیکن میری نظریں بدستور اپنے دشمن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

”کون ہو تم؟“ میں نے کہا۔ ”گوپال داس نے اسی لیے میں پوچھا۔ میں محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اسے اپنی مصولیت میں میری مداخلت ناگوار گزری ہے۔ مگر میں اپنی ترنگ میں تھا۔ اسکی ناگواری کو نظر انداز کر کے کہا۔

”سماراج! میرا نام منور ہے۔ کیا تمہارے بھروسے میں نہیں آتا؟“

”چلا جا یہاں سے۔“ گوپال داس نے حقارت اور برادری کے طے طے تاثرات چہرے پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ ”میں جیون تیاگ چکا ہوں، دھرتی پر بسنے والے منٹوں سے میرا کوئی سہندہ نہیں، تجھے یہاں سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔“

”ایسا نہ کہو سماراج۔۔۔۔۔!“ میں نے اس کا مسخہ اڑاتے ہوئے جواب دیا۔
”اگر میں تمہارے دیوارے سے بھی خالی ہاتھ لوٹ گیا تو پھر جیون میں میرے لئے باقی کیا بچے گا۔“

”کیوں نہ کر؟“ جا دفع ہو جا۔“ گوپال داس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے دھتکارا اس کے لیے سے بیزاری حشر تھی۔

”تمہاری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے سماراج۔ پر تو میں اس سے تک یہاں سے نہ ٹھوں گا جب تک تم منڈل سے باہر آ کر میری بات نہیں سن لیتے۔“ میں فیصلہ کن آواز میں بولا۔

میرا جواب سن کر گوپال داس اپنے ہونٹ چبانے لگا۔ اس کے تیر پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئے۔ چند ثانیے تک وہ مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا رہا، پھر اس نے اپنی شطہ اگلی آنکھوں کو بند کر لیا میرا خیال تھا کہ وہ پھر اپنے گیان و حیان میں مگن ہو گیا ہو گا، منڈل کے اندر میں اس کا کچھ نہیں گاڑ نہیں سکتا تھا۔ میرا وہاں سے مایوس لوٹنا بھی مناسب نہیں تھا۔ ابھی میں اسے منڈل سے باہر بلانے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ گوپال داس نے دوبارہ اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اسکی شطہ بار آنکھوں میں خون کی سرخ پہلے سے زیادہ شدید نظر آ رہی تھی۔ تیر بھی انتہائی خطرناک ہو چکے تھے، میں سمجھ گیا کہ اس نے آٹھ بند کر کے اپنے بھروسے سے میرے بارے میں مکمل حالات معلوم کر لئے ہیں، اور اب اسکا منڈل سے باہر آنا ناممکن ہے۔ لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ گوپال داس مجھے گھورتا ہوا اپنا اکسن چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ قد و قامت اور جسامت کے اعتبار سے وہ کوئی دیواراد لگ رہا تھا۔ میرا اور اس کا مقابلہ شیر اور بھیڑ کا مقابلہ تھا۔ اگر اس دقت میری جبکہ کوئی اور معمولی حیثیت کا پنڈت بیماری ہو تا تو دم دبا کر بھاگ جاتا۔ لیکن میں نے گوپال داس کے تن و قش کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ میرے پاس اونی دیوی کی دان کی ہوئی ہتھی تھی، مجھے اپنی مہان ہتھی پر بھروسہ تھا۔ پورن لال کو زیر کر لینے کے بعد میرے حوصلے اور بلند ہو چکے تھے۔ چند ثانیوں تک ہم دونوں ایک دوسرے کو مقابلہ نظروں سے گھورتے رہے پھر گوپال داس نے سپاٹ آواز میں کہا۔

”مورکھ! میرا کہا مان، تیری کتنی اسی میں ہے کہ میری آگیا کا پالن کر اور میرے استحقاق سے چلا جا۔“

”میں تمہاری آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں گوپال داس جی پر تو پہلے تمہیں منڈل سے

باہر آتا ہو گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پاپی! گہپال داس کے چہرے کی کھٹکی دو چند ہو گئی۔ سرو آواز میں بولا۔ "تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کس کھٹکی سے بات کر رہا ہے مورکھ! تیرے من میں کیا ہے اور تجھے یہاں آنے کا کارن کیا ہے۔ یہ میں جان چکا ہوں، لاجپتی کی سندرتا کے جال میں پھنس کر تو اپنی اوقات بھول گیا ہے۔"

"منزل کے اندر کھڑے ہو کر ایک معمولی درجے کا پجاری بھی ایسی باتیں کر سکتا ہے مہاراج! میں نے زہر خد سے جواب دیا۔ "درا منزل سے باہر آکر دیکھو مہاراج، لاجپتی کی سندرتا کا جال جہیں اور زیادہ سندر نظر آئے گا۔"

"مورکھ! اپنی ہٹ سے باز آ جا" تجھے بچھٹانا پڑے گا۔" گہپال داس نے جبر کواڑ میں جواب دیا۔

"اس کا فیصلہ آئیالا سے کرے گا مہاراج کہ کسے بچھٹانا پڑے گا۔" میں نے گہپال داس کو غصہ دلاتے ہوئے کہا۔ "اگر تم جی جی مہان کھٹکی کے مالک ہو تو مرودین اور منزل سے باہر آ کر بات کرو۔"

"کیئنے تو گہپال داس نے منہ آ رہا ہے؟ پورن لال کو کھٹ دے کر تو لوچا اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔" گہپال داس غصے سے کانپتا ہوا بولا۔ "کیا تجھے اپنے جیون سے کوئی پیار نہیں۔"

"گہپال داس! اچانک میں نے اسے لکڑا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سے بہادر کر رہے ہو۔ اتنا یاد رکھو کہ تمہارے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔ تم نے فیصلہ کے روپ میں کسی اور سندری کو میرے پاس بھیج کر یہی چاہا تھا کہ میں تمہیں کٹ دینے کا دھیان من سے نکال دوں، پر تو یہ تمہاری بھول تھی، منور کے من کو اس سے تک چین نہیں آئے گا، جب تک تم بھی پورن لال کی طرح اس کے چروں میں سر رکھ کر دیا کی سکتا نہیں مانگو گے۔" میرا جواب سن کر گہپال داس سر تپا کانپے گا، اسکا غصہ اپنے پورے شلب پر تھا۔ اسکی خون اگلی آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، ایک لمحے تک وہ کھڑا بیچ و تاب کھاتا رہا پھر کڑک کر بولا۔ "اپرا دمی" میں آخری بار کہتا ہوں کہ میرے استھان سے چلا جا، میں اس پوتر جگہ کو تیرے گندے خون سے پلید نہیں کرنا چاہتا، تیری کٹی اسی میں ہے۔"

"مہاراج! میں نے تنہیک آمیز لہجے میں کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں

کہ تم مجھ پر جیون دان کس کارن کر رہے ہو؟"

"پاپی، تیرے من کا کھٹ تجھے نفٹ کر دے گا، تو نے گہپال داس کے گیان دھیان میں دھل دے کر اچھا نہیں کیا، پر تو ابھی سے ہے، میں تجھے مٹا کر سکتا ہوں۔"

"جی مہاراج! میں نے مصومیت سے کہا، پھر مسکرا کر بولا۔ "اس سے تم غصے میں مجھے لاجپتی سے زیادہ سندر لگ رہے ہو۔"

"کیئنے تو گہپال داس کا اہلکار رہا ہے۔" گہپال داس اتنی زور سے گرجا کہ در و دیوار تک لرز اٹھے۔ "میں تجھے ایسا سراپ دنگا کہ تیری آتما بھی سدا بیا کل رہے گی۔"

"پورن لال مہاراج نے بھی ایک بار مجھے یہی دھمکی دی تھی، پر تو انجام کیا ہوا؟ کیا تمہارے بیروں نے تمہیں میری کھٹکی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"پاپی تو اس طرح نہیں مانے گا۔" گہپال داس نے کڑک کر کہا۔ پھر قدم بڑھاتا ہوا منزل سے باہر آکر بولا۔ "کیئنے" لے میں نے تیرا کہا مان لیا۔"

لاجپتی مجھے بتا چکی تھی کہ گہپال داس کس پائے کا پجاری ہے اس لئے اس کے باہر آتے ہی میں نے ایک منتر کا جاپ شروع کر دیا، دشمن کو موقع دینا دانشمندی کے معنی تھا، میں نے تیزی سے منتر پڑھ کر گہپال داس کی طرف پھونکا۔ میرے منتر کے بیروں نے زہریلے ناگوں کے روپ میں نمودار ہو کر گہپال داس پر یلغار کر دی۔ لیکن گہپال داس غالباً منزل سے باہر آتے وقت غماخ ہو چکا تھا۔ اس نے جھلا کر اپنا سیدھا پیر زمین پر مارا تو دیکتی آگ کے خطرناک شعلے نمودار ہوئے۔ اور میرے بیروں کو بھسم کر کے غائب ہو گئے، میں دوسرا وار کیا۔ گہپال داس نے اسکا توڑ بھی کر دیا۔ میں نے تیسری بار ایک انتہائی خطرناک اور آزمودن منتر کا جاپ کر کے حملہ کیا۔ اس بار گہپال داس جہاں کھڑا تھا وہاں کی زمین شق ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ گہپال داس زندہ درگور ہو جائے، لیکن ایسا نہیں ہوا، زمین پھٹنے سے پہلے وہ ایک پل کو ٹکڑیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے نہ جانے کیا منتر پڑھا کہ ہوا میں مسلح نظر آنے لگا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ گہپال داس نے مجھے سنجیدہ پایا تو فس کر بولا۔

"میں تمہارے گرد کا بھی گرو ہوں بالک، تم نے مجھ سے گرانے کی بھول کر کے اچھا نہیں کیا، ابھی میں کیول تمہارے منٹروں کا توڑ کر رہا ہوں۔ جہیں بننے جتڑ منتر آتے ہیں سب آڑا ڈالو۔ اس کے بعد میں تمہیں گورو اور چلے کا فرق سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے تھلا کرتا پڑ توڑ چلے شروع کر دیے۔ لیکن میرا ایک وار بھی کارگر ثابت نہ ہوا، گہپال داس مسکرا مسکرا کر میرے حملوں کا توڑ کرتا رہا، مجھے پہلی بار اپنی حماقت کا

احساس ہوا، میں نے گہپال واس سے ٹکرائے میں جلد بازی کا ثبوت دے کر اچھا نہیں کیا تھا، اسکی ہلکی صان اور اہم پار تھی۔ باؤسیوں کی وجہ سے میری حالت آہستہ ہو رہی تھی۔ میں سر تپا پیٹنے میں شرابور ہو رہا تھا۔ گہپال واس نے میری کیفیت دیکھی تو میرا منہ کھلا اڑاتے ہوئے بولا۔

”کیا بات ہے منوہر مہاراج! تم مجھے کچھ بیا کل نظر آ رہے ہو۔۔۔۔۔ کیا تمہارے تمام جنر مقرر ہو گئے؟“

میں غصے سے تھلا کر رہ گیا۔ قل اس کے کوئی جواب دینا گہپال واس نے پھر کہا

”اگر آگیا ہو مہاراج تو دو چار چنگار میں دکھاؤں۔“

”ماں! مجھے یاد آگیا کہ پورن لال کو ذرا کرنے کے لئے اونی دیوی نے ایک منتر بتایا تھا“ اندھیرے میں امید کی کرن نظر آئی، تو میرے حوصلے دوبارہ بلند ہو گئے۔ میں نے جلدی سے وہ منتر پڑھ کر گہپال واس کی جانب دیکھا، وہ کسی آہنی چٹان کی طرح اٹل نظر آ رہا تھا۔ میں نے زور سے اس کی سمت پھونکا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اب گہپال واس کا بھی وہی انجام ہو گا جو میں یوگی پورن لال کے سلسلے میں دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت میرا دل پیٹنے میں ڈوبتے لگا۔ جب یہ وار بھی خالی گی میری نظروں کے سامنے اندھیرا چھلنے لگا۔

”کس دھار میں گم ہو مہاراج؟“ گہپال واس نے سپاٹ آواز میں کہا، پھر کھٹ لہجے میں بولا۔ ”ہانی! میں نے کہا تھا کہ تو نے میرے استخوان میں قدم رکھ کر اچھا نہیں کیا۔ اونی دیوی تجھ سے ناراض ہو چکی ہے۔ تیرا سے اب پورا ہو چکا ہے۔ تو نے مجھے کٹھ دینے کے جو پتے دیکھے تھے وہ مٹی کے گھروں کے کی مانند ٹوٹ چکے ہیں۔ اب میری باری ہے مورکھ۔۔۔۔۔ میں تجھے جتائوں گا کہ صان ہلکی کسے کہتے ہیں، نے سنبھل۔“

مجھے اپنی ٹکٹ کا احساس خون کے آنسو رلا رہا تھا۔ میں نے موقع کی نزاکت محسوس کر کے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کسی پر اسرار اور ناریہ قوت نے میرے قدم جکڑ لئے تھے گہپال واس سینہ تانے کھڑا مجھے قرآنوں نظروں سے گھور رہا تھا اسکی خون آلود آنکھیں مجھے اپنے وجود میں جھپتی محسوس ہو رہی تھیں، اس کے ہونٹ تیزی سے مل رہے تھے۔ وہ کسی خطرناک منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ میرے پاس مفر کا کوئی راستہ نہ تھا موت کا بھیاںک تصور میرے وجود کو کھل رہا تھا، اچانک گہپال واس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور چیزی سے میری جانب جھٹک دیا۔ دوسرے لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں آہنی قینوں میں جکڑ گیا ہوں۔ میں آہستہ آہستہ زمین سے اوپر کی

جانب اٹھ رہا تھا میں نے ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی لیکن مجھے گہپال واس کے پیروں نے پوری قوت سے جکڑ رکھا تھا۔ میں براہِ اوپر کی جانب اٹھ رہا تھا پھر میں فضا میں لہرنا ہوا باہر کی جانب جانے لگا۔ یہ سب خواب کی باتیں نہیں تھیں۔ مجھے محفل کا شدید احساس مضطرب کر رہا تھا۔ میں نے اونی دیوی کا درشن جاپ کرنے کی ٹھانی لیکن باؤسی میرا مقدر بن چکی تھی۔ اس سے ہنتر کہ میں جاپ شروع کرتا میرے ذہن پر غنودگی کی دھند طاری ہونے لگی میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبنے لگا۔ میں نے خود کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور پھر۔۔۔۔۔ پھر دھند کی دہر چادر نے مجھے پوری طرح اپنے اندر ضم کر لیا۔ مجھ پر بیوشی کا اتنا شدید حملہ ہوا کہ میں خود کو سنبھال نہ سکا۔ اس کے بعد مجھ پر کیا گزری مجھے کچھ یاد نہیں۔۔۔۔۔!!

اندھیروں کی تلخیاں کب تک میرے گرد احاطہ کئے رہیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں مگر جب تاریکی کا غلاف چاک ہوا تو ہر طرف دیرانی تھی، میں ایک سنسان جگہ چھری زمین پر پڑا تھا۔ میں نے پلکیں جھپکا کیں۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ میں نے اٹھنا چاہا لیکن کراہ کر رہ گیا۔ میرا جواز جوڑ پھولے کی طرح درد کر رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں برسوں سے اسی دیرانے میں بے یار و مددگار پڑا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن پر زور ڈالا۔ آخری بار میں گہپال واس سے مخاطب تھا۔ مجھے ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔

آہستہ آہستہ ذہن پر طاری برجھل غنودگی چھٹی میں ہونٹ چبانے لگا۔ میں منوہر تھا۔ منوہر جس نے کالی اور شیو شکر مہاراج کو خوش کرنے کے لئے جھٹک کی تھی۔ میں اونی دیوی کے شکن جاپ میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے صان ہلکی حاصل کی تھی۔ اجیت کمار نے مجھ سے ٹکرائے کی کوشش کی میں نے اسے پیروں تلے مسل دیا۔ اس کی حیثیت میرے سامنے زمین پر لیٹنے والے حیر کیڑے سے زیادہ نہیں تھی۔ مجھے اجیت کے بعد پورن لال کا دھیان آیا۔ پورن لال جو میرا گرو تھا جس نے ایک واڈ چھا رکھا تھا لیکن میں نے اونی کے آشرود سے اسے بھی اپنے قدموں پر جھکنے پر مجبور کر دیا تھا، وہ لحات کس قدر مسرت انگیز تھے لیکن آج ان کا تصور میرے لئے بڑا اذیت ناک تھا گہپال واس نے مجھے ایک ہی جاپ کے ذریعہ زیر کر دیا تھا مجھے حیرت تھی کہ یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا۔ حالات کے سامنے ہانے درمیان سے اٹھ گئے تھے۔

میرے ذہن میں آندھیاں مچ رہی تھیں۔ مجھے ان دیوی دیوتاؤں پر شدید غصہ آ رہا

تھا جنہوں نے مجھے آسمان پر چڑھایا پھر اٹھا کر زمین پر لا ڈالا تھا۔ میں تھلا کر کراہتا ہوا اٹھا۔
دور دور تک کسی انسان کا سراغ نظر نہیں آتا تھا۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھنے
کا۔ میرا ذہن جوڑ جوڑ میں ہونے والی تکلیف سے چکرا رہا تھا۔ ابھی میں کچھ ہی دور گیا تھا
کہ پشت سے کسی نے میرا نام لے کر آواز دی۔ میں نے وڑکتے ہوئے دل سے گھوم کر
دیکھا تو لاجپتی میرے سامنے کھڑی تھی۔

”تم —————“ میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

”ہاں مہاراج“ میں، تمہاری داسی۔“ لاجپتی نے بڑے پیار سے جواب دیا، ”میرا پارہ

چڑھ گیا۔“
”کبھی؟“ تو اس وقت کہاں مر گئی تھی جب گوپال داس مجھے کشت دے رہا تھا۔“ میں
نے غصے سے چلا کر کہا۔

”میں مجبور تھی مہاراج“ مجھے حالات کا علم بعد میں ہوا۔“ لاجپتی نے ہاتھ باندھ کر
جواب دیا۔

”تو اس نہ کر۔“ میں کڑک کر بولا۔ ”میرا اہمکن حیرے کارن ہوا ہے تو نے ہی مجھے
گوپال داس سے ٹکرانے کا مشورہ دیا تھا۔ تو نے کہا تھا کہ میں ممان فکٹی کا مالک ہوں، تو
نے مجھے دشواری دلایا تھا کہ ادیتی دیوی کی ممان فکٹی اپرم پار ہے۔ وہ میری سائینا کرے
گی۔ پرنتو ایسا نہیں ہوا۔ کیوں؟“

لاجپتی خاموش کھڑی رہی۔ میں دیوانگی کے عالم میں اسے جی بھر کر گالیاں دیتا رہا
جب میں اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو لاجپتی نے بدستور ہاتھ باندھے ہوئے کہا۔

”منوہر“ میں نے جو کچھ کہا تھا، وہ سچ تھا پرنتو تم سے بھول ہو گئی۔“
”بھول ہو گئی مجھ سے؟“ میں نے جھلا کر کہا۔ ”جیتا مجھ سے کیا بھول ہوئی

تھی؟“

”دیرینج سے کام لو منوہر“ تم اب بھی ممان فکٹی کے مالک ہو۔“ لاجپتی بولی۔ ”جس
سے تم غار میں گئے۔ اس سے گوپال داس شیو فکٹر مہاراج کے جاپ میں گمن تھا۔ تمہارے
چرنوں کی چاپ نے گوپال داس کے گیان دھیان میں غلط ڈالا تو دیوتاؤں کو یہ بات اچھی
نہیں لگی۔ جنہیں شیو سکر کی ناراضگی نے شکست دی ہے منوہر“ اس میں گوپال داس کی فکٹی
کو کوئی دخل نہیں۔“

”ادیتی دیوی نے میری سائینا کیوں نہیں کی؟“ میں نے کسی قدر نرم پڑتے ہوئے

پوچھا۔

”ادیتی ممان ہے منوہر“ وہ اپنے سیوکوں کو کبھی فراموش نہیں کرتی، وہ تمہاری سائینا
اوش کرے گی پرنتو اب تمہیں اس کے لئے سے کا انتظار کرنا پڑے گا۔“

لاجپتی کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں لیکن اتنا میں بہر حال جانتا تھا کہ منزل
میں بیٹھے ہوئے کسی پجاری کو اس وقت چھیڑنا جب وہ کسی جاپ میں گمن ہو بیٹھ خطرناک
نتیجہ پیدا کرتا ہے، مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن اس کے باوجود میری جھلاہٹ کم نہیں
ہوئی۔ میں لاجپتی کو گھورتے ہوئے بولا۔

”گوپال داس نے میرے ساتھ جو کچھ کیا، کیا اس کی خبر دیوی کو نہیں تھی؟“

”دیوی من کا بھید بھی جانتی ہے منوہر“ پرنتو تمہاری بھول نے اسے بھی ناراض کر دیا
تھا۔“ لاجپتی نے کہا پھر جلدی سے بولی۔ ”جنہیں اتنی جلدی نراش نہیں ہونا چاہئے۔ دیوتی
کی کپا تمہیں تمہاری آشاؤں میں اوش سپل کرے گی۔“

لاجپتی کا جواب میری تسلی کے لئے ناکافی تھا۔ میرے دل میں گوپال سے انتقام لینے کی
آگ بھڑک رہی تھی۔ سکون کا ایک ایک لمحہ مجھ پر بوجھ تھا۔ میں نے لاجپتی سے کچھ اور
کہنا چاہا لیکن لاجپتی نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ
بولی۔

”دیوی دیوتاؤں کے بھید، دیوی دیوتاؤں کو ہی معلوم ہوتے ہیں منوہر“ منٹل کو ہت
سے کام لینا چاہئے، کون جانے کل کیا ہونے والا ہے ہو سکتا ہے کہ گوپال داس کو تم سے
معافی مانگنی پڑے۔“

”معافی —————“ میں نے چڑ کر کہا۔ ”اس خیال کو دل سے نکال دو لاجپتی کہ
میں اسے معاف کر دوں گا“ جب تک میں اس کے خون سے اپنی انتقام کی آگ کو سرد نہ کر
لوں گا مجھے چین نہیں ملے گا۔“

”کیا تم لاجپتی کی چار تھا بھی نہیں سنو گے منوہر۔“ لاجپتی مجسم التجا بن گئی۔ حسن
نے عشق کے سامنے جھولی پھیلائی تو میں موم پڑ گیا۔ قدرے نرم آواز میں بولا۔

”تمہارا کہا میں نے کبھی نہیں سنا لاجپتی! پرنتو میں اپنے اہمکن کو نہیں بھلا سکتا۔“
لاجپتی نے مجھے نرم پڑتے دیکھا تو میرے اور قریب آ گئی۔ اس نے مجھے یقین دلانے
ہوئے کہا۔

”منوہر“ میرا من کہتا ہے کہ گوپال داس کے جیون کے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔

شیو فکر سماراج کے کارن اوتی دیوی نے تمہاری ساری نہیں کی لیکن وہ اپنے سیک کا اہمیت بھی نہیں برداشت کرے گی، وجہ اوش تمہاری ہوگی۔"

حالات سے سمجھوتہ کرنے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ ہر چند کہ گریل
و اس کے مقابلے میں اپنی ہلکت کا احساس میرے لئے ناقابل برداشت تھا لیکن میں نے
مطلوع وقت کے تقاضوں سے منہایت کر لی۔ لاجوتی مجھے سمجھاتی رہی، اسے میری جسمانی
تکلیف کا خیال آیا تو اس نے میرے اوپر نہ جانے کیا مंत्र پڑھ کر پھونکا کہ میں یکھت بھلا
چکا ہو گیا۔ میری تمام تکلیفیں پلک جھپکتے میں دور ہو گئیں۔ میں جانتا تھا کہ لاجوتی کے پاس
بھی کچھ طاقتیں تھیں وہ اندر دیوتا کی سجا کی اپرا تھی۔ پورن لال نے بھی اس کی سوا
سے خوش ہو کر کچھ نیکیاں اسے دان کر دی تھیں۔ میں نے اس حسین
سارے کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ یوں بھی لاجوتی کے مجھ پر بڑے احسان تھے میں
نے احسانوں کا بدلہ چکانے کی خاطر آگے بڑھ کر اسے اپنی کشادہ آغوش میں سمجھ لیا۔ اس
کی خود پسندی کا انداز قیامت تھا۔ میں نے بیش قدی کی۔ لاجوتی کی لٹلی آنکھوں نے مجھے
اکسایا تو مجھ پر دردنگی طاری ہو گئی۔ اس دردنگی میں نشے کی شدت بھی شامل تھی میں حسن
کے خبیث و فراز میں ڈوب کر سب کچھ بھول گیا۔

لاجوئی میری آغوش میں پڑی سکیاں لے رہی تھی۔ میں اس کے کول شہرے کو روند رہا تھا کہ یلکھتا ایسے لگا جیسے کوئی قریب میں موجود ہو۔ میں نے تیزی سے نظریں سمٹھا کر قریب و جوار کا جائزہ لیا لیکن اس دیرانے میں میرے اور لاجوئی کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں دوبارہ اپنی درندگی میں مصروف ہو گیا لیکن نہ جانے کیوں مجھے رو رو کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی میرے بہت قریب کھڑا ہے، وہ خون آلود آنکھیں جیسے میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی ہیں۔ میں اس احساس کو کوئی نام نہیں دے سکتا۔ ممکن ہے گہپال داس کا تصور ابھی تک میرے لاشعور میں موجود رہا ہو۔ میں اس احساس کو بار بار اپنے ذہن سے جھٹک رہا تھا لیکن جتنا میں لے اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی اتنی ہی الجھتا گیا۔ لاجوئی نے میری الجھن کو بھٹاتا تو سجدیگی سے بولی۔

”منصور، کس و ہمار میں گم ہوں؟“

”مجھے اس دہرانے میں کسی تیسری شخصیت کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے۔“ میں نے صاف گوئی سے جواب دیا تو لاجوابی یکثرت کسمار کچھ سے ملیحد ہو گئی۔ چند لمحے وہ ادھر ادھر نظروں دوڑاتی رہی پھر میں نے اس کی آنکھوں میں بھی خوف کے احساس کو

بھرتے دیکھا اس کے چہرے کی فطرتی مانند پڑ رہی تھی۔ میں نے متعینانہ انداز میں اس کی بدلتی ہوئی کیفیتوں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

”الاجوتی، تم مجھے مجھ بیا کل نظر آ رہی ہو؟“

”مسنور۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے میری کلائی تھامے ہوئے تیزی سے کہا۔ ”پہلی
آٹکھیں بند کر لو، ہمیں یہاں سے فوراً جانا پڑے گا۔“
”کیوں۔۔۔۔۔؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”یہ دیوی کی آگیا ہے منور۔“ لاجپتی نے گہرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”لیکن -----“ میں نے وضاحت طلب کرنی چاہی مگر لاجوئی نے میرا جملہ درمیان سے اچکے ہوئے کہا۔

”سے بھاؤ نہ کرو منوہر! اس علاقے میں ہم دونوں محفوظ نہیں رہ سکتے۔ یہاں پلید آتماؤں کا بیرا ہے جو ہمیں گھیر رہی ہیں۔ جلدی کرو منوہر اپنی آنکھیں بند کرلو۔“

لاجوتی نے اس قدر سے ہوئے لمبے میں یہ بات کہی کہ میں نے بھی دقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور جلدی سے آنکھیں بند کر لیں دوسرے ہی لمحے ایسا لگا جیسے میں حمزہ سے فضا میں بلند ہو رہا ہوں۔ یہ تجربہ مجھے پہلے بھی ہو چکا تھا اس لئے میں خوفزدہ نہیں ہوا اور بخفی سے آنکھیں بند کئے رہا کچھ دیر بعد لاجوتی کے کہنے پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو کسی مندر کے اندر کھلے معن میں پایا۔ لاجوتی نے جلدی سے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میرا تجسس بڑھ رہا تھا۔ میں لاجوتی سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ دیوی نے اسے کس خطرے سے آگاہ کیا تھا؟ کیا دیوی کی صاف ٹھنی پلید آتماؤں کو ختم نہیں کر سکتی تھی؟ لیکن پشتر اس کے کہ میں اس سے اپنے تجسس کی وضاحت طلب کرتا میں نے اسے ہاتھ باندھ کر جھٹکے دیکھا۔ وہ کسی بیماری کے سامنے ڈھونڈ کر رہی تھی۔ میں نے اس بیماری کو دیکھنے کی خاطر پشت پر نظر ڈالی تو وہاں پورن لال کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر اس دقت کرنٹل کے تاثرات موجود تھے۔ وہ خطرناک تیور اور قہر آلود نظروں سے لاجوتی کو دیکھ رہا تھا مجھے اپنی موجودگی میں پورن لال کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ میں اسے سرزنش کا ارادہ کر رہی رہا تھا کہ اس نے کڑخت آواز میں لاجوتی کو مخاطب کیا۔

”فلکنی“ تو نے اپنے شریر کی پیاس بجھانے میں مہاراج کا دھیان بھی من سے نکال

دیا۔ کیا دیوی نے اسی کارن تجھے وہاں بھیجا تھا۔“

[illegible]

کی طرف سے کوئی اشارہ نہ ملے تم مندر سے باہر نہیں کھو گے۔

”وہ کس لئے؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”دیوی نے مجھے اس کا کارن نہیں بتایا تھا۔“

لاجوتی کی بات نے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ پہلے میں یہی سمجھا تھا کہ اس نے مجھے دیرانے میں بھیجنے والی گندی امداد سے محفوظ رکھنے کی خاطر مندر میں پہنچایا ہے لیکن اب میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ میری حیثیت مندر میں ایک قیدی کی سی ہے جہاں پورن لال کو مجھ پر تعینات کیا گیا ہے۔ میں اپنے خیالات میں گم تھا کہ سنا ایک نیا خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا۔ ”کیس ایسا تو نہیں کہ پورن لال نے اپنی سابقہ شکست کا انتقام لینے کی خاطر مجھے اپنے کسی سنہری جال میں پھانسنے کی کوشش کی ہو اور لاجوتی اس کا ساتھ دے رہی ہو؟“ اس خیال کے ابھرتے ہی میرا چہرہ فصے سے سرخ ہو گیا، میں نے پورن لال کو گھورتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔

”پورن لال تم اس مندر میں کب سے ہو؟“

”میں آج ہی آیا ہوں منوہر، دیوی کی آگیا تھی کہ میں تمہارا سواگت کروں۔“

”کیا دیوی نے تم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھے اس مندر میں کب تک رہنا پڑے گا؟“

میں نے دوسرا سوال کیا۔

”دیوی کی فحش ایمر پار ہے برہمچاری۔“ پورن لال نے کہا۔ ”سیوک کی اتنی ہمت

نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوی دیوتاؤں سے کسی آگیا کا کارن پوچھے۔“

پورن لال کا جواب معقول تھا میں پھر سوچ میں پڑ گیا حالات کے نامے بانے ایک بار پھر میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گویاں داس کے ہاتھوں اپنی شکست کو کیا سمجھوں؟ لاجوتی اور پورن لال کے بارے میں کیا سوچوں؟ میرا ذہن قلابازیاں کھاتا رہا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ لاجوتی دیوی کے لئے درشن چلپ کروں اور براہ راست اس کے حقیقت معلوم کروں؟ یہ خیال زیادہ مناسب تھا چنانچہ میں نے اسی وقت اشتان کیا اور اپنی کوشش میں جا کر مرگ چھالے پر بیٹھ کر لاجوتی دیوی کا درشن چلپ شروع کر دیا۔ چلپ کے بول دہراتے دہراتے مجھ پر فودگی سی طاری ہونے لگی مجھے وقت کا احساس نہیں رہا۔ میں پوری توجہ سے اپنے چلپ میں منہمک تھا کہ مندر کی تیز خوشبو کا ایک جھوٹا میری ناک سے گھرایا۔ یہ دیوی درشن کی علامت تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں کو سختی سے سمجھ لیا۔ چند لمحوں تک گھپ اندھیرا طاری رہا۔ پھر تاریکی کے بدل

مجھے تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میری آنکھیں بدستور بند تھیں لیکن میں ادبھی دیوی کو دیکھ رہا تھا، دیوی جو آکاش کی تمام سندرنا کو اپنے کومل کھ پڑھیے میرے سامنے پروقار انداز میں کمزری مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے دیوی کو مخاطب کرنا چاہا لیکن اس سے چھتری دیوی کے یا قوتی ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

”منوہر، تم نے میرا درشن چلپ کر کے مجھے بلایا ہے، کو کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”دیوی تیرا سیوک بیکل ہے، میرے من کو شانت کر۔“

”دھرج سے کام لو منوہر۔“ ادبھی دیوی نے اپنا خوبصورت ہاتھ اٹھا کر مجھے اشارے سے چپ رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔ ”میں جانتی ہوں کہ تمہاری بے چینی کا کارن کیا ہے، دیوی اپنے سیوک کے من کا حال سمجھ رہی ہے پر تو بھول، تمہاری ہی تھی۔ تم نے شیو فکر کے سیوک کو منزل میں چلپ کرتے سے چھیز کر اچھا نہیں کیا تھا۔“

”وہ میری بھول تھی دیوی، مجھے شاکر دے۔“ میں نے گڑگڑا کر کہا۔

”منش اگر بھول کرے تو اسے شاکا جا سکتا ہے۔ پر تو تم ایک بچاری ہو منوہر، تم نے مہان فحش پراپت کی ہے اور جو بچاری مہان فحش پراپت کر لیتا ہے اسے دیوی دیوتاؤں کی مرضی کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔“ اس بار دیوی نے گہری سنجیدی اختیار کرتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ ”تمہاری بھول نے گویاں داس کو تمہارے مقابلے میں سہل کیا ہے، اب تمہارا اس پر دسے پانا بڑا سنگین ہو گیا ہے۔“

”ایسا نہ کہہ دیوی۔“ میں نے تڑپ کر کہا۔ ”اپنے سیوک کو ایک چھوٹی سی غلطی کی اتنی بڑی سزا نہ دے، میں ہاتھ باندھ کر شاکا شکتا مانگتا ہوں مجھے تراش نہ کر دیوی نہیں تو حیرا سیوک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔“

”کیا تم گویاں داس سے اپنا انتقام لینے کو بہت بیکل ہو؟“ دیوی کا لہجہ پات تھا۔

”میرا مان اسی میں ہے دیوی۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں تیری اچھا (خوابش) کے انوسار اسے گشت دینے گیا تھا۔ لاجوتی نے مجھ سے یہی کہا تھا اگر میں اسے سراپ دینے میں سہیل ہو گیا تو میں تیرا مہان سیوک بن جاؤں گا۔“

”لاجوتی نے غلط نہیں کہا تھا پر تو تمہاری بھول نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔“

”میں مر جاؤں گا دیوی۔ مجھ پر کیا کر۔“ میں روہاسی آواز میں بولا۔ ”میں تیری آگیا کے پائن میں اپنا جیون بھی بلیان کر سکتا ہوں مجھے شاکر دے دیوی، میری سہاست کر۔“

”میں جہیں شاکر کر سکتی ہوں۔ پر تو تمہیں اس کے لئے بیسٹ دینی ہوگی۔“ دیوی نے

اے اپنے ایک منتر کے ذریعے سلا دیا۔ لاجوتی میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ نیر کے بازو کی بازو سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہے۔ میں نے اسے بھی چیزیں مناسب نہیں سمجھا۔ دوسری صبح پوچھنے سے پتھر میں نے لاجوتی کے ذریعے نیر کو کلکتہ کے ایک ہوٹل میں منتقل کرا دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کالی کاسب سے بڑا مندر کلکتہ میں ہے۔ میں اپنی بیٹھ اسی مندر میں جا کر کالی کے چروں میں گزارنا چاہتا تھا۔

صبح کو نیر جاگي تو اس کی آنکھوں میں گذشتہ روز کا جھٹکا بدستور باقی تھا۔ اس نے مجھے قریب دیکھا تو بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن لاجوتی کے عین وقت پر آجائے سے اسے موقع نہ مل سکا۔ میں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ضروری کام کا بلانہ کیا اور ہوٹل سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ میری واپسی شام سے پہلے نہیں ہوگی۔ میں کالی کے مندر کے پکاری سے مل کر یہ بھی دریافت کرنا چاہتا تھا کہ بیٹھ کا کون سا وقت مناسب رہے گا۔ ہوٹل سے نکل کر میں سیدھا صوبہ مندر گیا۔ مندر کے پکاری نے میری زبان سے بیٹھ کا سنا تو دنگ رہ گیا۔ پہلے اس نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے مجھے کوئی دیوانہ یا مجرم سمجھ رہا ہو لیکن جب میں نے اپنی مسان ہشتی کے زور سے اسے اپنی بات تفصیل سے بتایا تو اس نے میرے پاؤں تھم لئے پھر کچھ دیر بعد بولا کہ سنجہ کا دن دیوی کے چروں میں بیٹھ گزارنے کے لئے سب سے زیادہ مناسب رہیگا۔ جس روز میں پکاری سے ملا تھا وہ جمعرات کا دن تھا۔ میں نے پکاری سے مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموشی سے وہاں سے اٹھ گیا۔ شام کو جھپٹے کے وقت ہوٹل میں داخل ہوا تو نیر اور لاجوتی دونوں کو سوجھ میں غرق پایا۔ میں نے اشارہ کیا تو لاجوتی اٹھ کر ملاحظہ کمرے میں چلی گئی۔ نیر کی اداس آنکھوں میں جھلکے والی سسکی دیرانی دیکھ کر میرا پتھر دل بھی موم پڑ گیا۔ لاجوتی کو اسی غرض سے میں نے وہاں سے ہٹایا تھا کہ نیر سے کچھ باتیں کر سکوں۔ ہر چند کہ میں اوتنی دیوی کے حکم پر نیر کو کالی کے چروں میں بیٹھ دینے کا شعور اوارہ کر چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں میرا دل اس کی جانب کھینچ رہا تھا۔ نیر میری بیوی تھی۔ وہ مجھے ایک عربی بھولی تھی۔ اور وہ روز بعد پھر بیٹھ کے لئے چھڑنے والی تھی۔ میں ان دو دلوں میں اسے جی بھر کے پیار کرنا چاہتا تھا۔

نیر بھی شاید اسی لمحے کی شہر تھی۔ لاجوتی دوسرے کمرے میں چلی گئی تو اس نے بیٹھ کر درمیانی دروازہ بند کیا۔ پھر دوڑ کر مجھ سے دیواروں کی طرح لپٹ گئی اور اچھا آہیز لہجے میں بولی۔

”شیر! کہاں چلے گئے تھے تم؟ میں دن بھر بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کرتی رہی۔ ایک ایک لمحہ میرے لئے عذاب جاں تھا۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا شیر کہ کہیں تم پھر مجھ سے نہ موڑ لو۔“

”اب ایسا نہیں ہو گا نیر۔ اب تم بیٹھ میرے پاس رہو گی۔ میرے قریب۔“ میں نے نیر کو جھولی تھلی دیتے ہوئے کہا پھر اسے لے کر مسی پر آگیا۔

”شیر!“ کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد نیر نے دہلی زبان میں کہا۔ ”تم نے اس کیلئے پھٹ کو کس طرح مارا تھا؟ میں ابھی تک ان خردناک لمحوں کو نہیں بھلا سکی۔ مجھے یقین نہیں آتا شیر! مجھے ہمارا شیر کہ وہ سب کیا تھا؟“

”وہ میری قوت تھی میری جان! جس نے شران لال کو موت کی نیند سلا دیا۔“ میں نے نیر کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے جواب دیا۔

”مگر تم نے اسے کس طرح مارا؟ تم تو اس سے دور کھڑے تھے۔“ نیر نے حیرت سے پوچھا۔ ”کیا تمہارے پاس کوئی پراسرار قوت ہے؟“

”ہاں“ میں نے نیر کو ٹانگے کی خاطر مسکرا کر جواب دیا۔ ”میرے قبضے میں ایک جن آگیا ہے۔ اسی کے ذریعے میں نے تمہارا سراغ لگایا۔ پھر شران لال کو کیفر کردار تک پہنچایا۔“

”اور۔۔۔۔ اور یہ ٹکی کون ہے جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟“ نیر نے ڈرتے ڈرتے دہلی زبان میں پوچھا۔ وہ غالباً ”ماضی کی وہ تمام باتیں بھول چکی تھی جو محرزہ حالت میں اس کے ساتھ ہو چکی تھیں۔ میں نے اس سوال کے جواب سے کھڑکنا چاہا۔ لیکن جب نیر کا اصرار شدید ہو گیا تو میں نے دودھ گوتی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”لاجوتی بھی تمہاری ہی طرح ایک مجبوری کا شکار ہو گئی تھی۔ میں نے اسے سارا دیا ہے لیکن تم اپنے دل میں کوئی میل نہ لانا۔ میری نیت اس کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ اس کے ماں باپ پیارس میں رہتے ہیں۔ مجھے تمہاری بازو کی جلدی تھی اس لئے اسے ساتھ لے آیا تھا۔“

نیر نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ میرے دل کی گہرائیوں میں چھپی حقیقت جاننا چاہتی تھی مجھے اس کی سلوکی اور معصومیت پر ہنسی آگئی۔ اس غریب کو بھلا کیا معلوم تھا کہ میں شیر سے منور لال مدارج بن گیا ہوں اور جس کے قبضے میں ہزاروں منتروں کے پھر موجود تھے جو دیوی دیوتاؤں کا مہمان سیوک بن چکا تھا۔ وہ بھلا میرے ہارے میں کیا جان

طرح دھڑک رہا تھا۔ مجھے دونوں ہاتھوں سے پوری قوت سے بکڑے ہوئے تھے۔ یوں مجھے
اسے خلوص تھا کہ اگر اس نے مجھے چھوڑا تو میں پھر کہیں فرار ہو جاؤں گا۔ میں نے اس کی
کیبت کو معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر آہستہ سے پوچھا۔

”کیا بات ہے نعیم۔ کیا تم نے کوئی ذرا دنا خواب دیکھا ہے؟“

”اے شہزادہ! میرے لئے اپنا چہرہ میرے سامنے کر دے۔“ اس کے چہرے کی رنگت لہری کی طرح زرد پڑ رہی تھی۔ آنکھوں سے خوف مٹ رہا تھا۔ وہ بری طرح خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ نیچے دیکھ کر بولی۔ ”میں نے بڑا بھیاں ک اور ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔“

”مکبر اور نہیں نیسے“ میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ سو جاؤ۔“ میں نے اسے قتل دیتے ہوئے کہا۔ لیکن نیسے کا غول بدستور قائم تھا۔ کچھ دیر تک وہ اپنا ہونٹ چاٹتی رہی اور مجھے مگھورتی رہی پھر دلی آواز میں کہا۔

”شیر، کیا میں اس وقت کلتے میں ہوں؟“

"ہاں۔ میں روانی میں کہہ گیا پھر اچھی فطرتی کا احساس ہوا تو بات بنا کر بولا۔ "پتھر سے روانی کے وقت تم بے ہوش ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر نے تجھیں غیوہ کا ٹیکہ لگایا تھا اس لئے تجھیں شاید خبر نہ ہو سکی۔ سفر کے دوران تم پر مستقل غیوہ کی طاری تھی لیکن اس وقت تجھیں لکھتے کا دھیان کیسے آ گیا؟"

”شیر“۔۔۔ فیصہ نے بدستور میری آنکھوں میں جمائے ہوئے میری باتوں کو نظر انداز کر کے پوچھا۔ ”کیا کتے میں کسی کالی مائی کا بڑا مندر موجود ہے؟“

نیرہ کی زبان سے کالی کے مندر کا نام سن کر میں چونگے بغیر نہ رہ سکا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے نیرہ سے کہا۔

”میں نہیں سمجھ سکا کہ تم اس وقت کس قسم کی بجلی بجلی باتیں کر رہی ہو۔ اور کالی

کے بڑے مندر سے تمہاری کیا مراد ہے؟

”شیر“ میں نے بڑا اذیت ناک خواب دیکھا ہے۔“ نعیم نے ہانپتے ہوئے جواب دیا مگر وہاں مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ”شیر“ کیا تم نے کبھی اپنا نام بڑا تو نہیں تھا؟“

”کیا مطلب۔۔۔“ میں نے چمکتے ہوئے مسی خیر نظروں سے دیکھا تو نعیم نے

نہا۔

”ہی شہزادہ مجھے یہ بتایا گیا ہے تم مسلمان سے ہندو بن چکے ہو۔ تم نے اپنا نام شہزادہ سے بدل کر منور لال رکھ لیا ہے نہ جانے اس خواب کا کیا مقصد تھا؟ خدا کرے جو کچھ

میں نے دیکھا ہے وہ غلط ہو۔“

”کیا دیکھا ہے تم نے؟“ میں نے دھڑکنے ہوئے دل سے سوال کیا۔ لیسہ نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے یوں گھور رہی رہی جیسے میری آنکھوں سے میرے دل کا احوال جاننے کی کوشش کر رہی ہو، چند لمبے سوت کا سکوت طاری رہا پھر اس نے اپنا چہلا ہونٹ چباتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”میں نے دیکھا تھا کہ تم مجھے زبردستی گھینٹے ہوئے کسی مندر کے اندر لے گئے ہو جہاں کسی دیوی کا قد آدم پتھر کا مجسمہ موجود ہے۔ تم نے مجھے اس مجسمے کے قدموں میں ڈال کر اس سے کہا تھا کہ تم منور لال ہو۔ اور مجھے اس کے قدموں میں بیٹھ چڑھانے کے لئے آئے ہو پھر۔۔۔ پھر تم نے اپنے لباس سے ایک چمکا ہوا منجر نکالا اور مجھے نزع کرنی کو شش کی تو میں چیخ کر جاگ گئی۔ میں نے ایک حسین عورت کو مندر کے باہر کھڑے دیکھا تھا شبیر! جب تم مجھے یڑھيوں پر گھمیت رہے تھے تو وہ عورت لپک کر میرے قریب آئی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم میرے دوست نہیں دشمن ہو! تم نے مجھے شران لال کے چگل سے محض اس لئے چھینا ہے کہ دیوی کے قدموں میں بیٹھ چڑھا دو! اسی عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اب شبیر نہیں رہے تم نے اپنا مذہب بدل لیا ہے اور منور لال بن گئے ہو۔ مجھے بتاؤ شبیر کہ یہ خواب کیا تھا؟“

نیمہ کا خواب سن کر میں ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ حرف بحرف درست تھا۔ اسے پراسرار طور پر ان باتوں کا علم ہو چکا تھا جن کو میں نے اس سے چھپانے کی کوشش کی تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں رینگے ہاتھوں پکڑا گیا ہوں۔ دوسری طرف مجھے اس بات پر تعجب ہو رہا تھا کہ نیمہ کو ان باتوں کا علم کس طرح ہوا؟ کیا وہ محض خواب ہی ہو سکتا تھا؟ میں سوچتا رہا میرا ذہن فلذابازاں کما رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا، نیمہ نے خواب میں نظر آنے والی جس عورت کا ذکر کیا تھا کہیں وہ ساجدہ تو نہیں تھی؟ اس خیال نے میرے ذہن کو اور الجھا دیا۔ میں نے نیمہ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا تو میری پریشانی اور بڑھ گئی۔ نیمہ نے اس عورت کا جو طبع بتایا وہ ساجدہ کے سوا کسی اور کا نہیں تھا۔ گویا پراسرار طاقتیں نیمہ کو پہچانا چاہتی تھیں۔ میں نے سوچا پھر مجھے ادنیٰ دیوی کو دیا ہوا وچن یاد آگیا۔ مجھے دیوی کی باتیں یاد آئیں۔ دیوی نے کہا تھا کہ کل کی بھینٹ سے پہلے یا بعد میں دیوتا میرا امتحان لیں گے۔ میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ میں کسی آخری نتیجے پر

پہنچنا چاہتا تھا کہ دیوی کی آواز میرے کانوں میں سرسراہی ہوئی ابھری۔

"سنوہر! تم میرے ممان سیوک ہو۔ دیوی کا آشیرداد تمہارے ساتھ ہے۔ پلید آتماؤں کے جال سے بچنے کی کوشش کرو۔ اگر تم نے میری آگیا کا پالن نہ کیا تو دیوتاؤں کا کشت تم کو نصیب کر دے گا۔ تمہاری ممان بھیکیاں تم سے چین ل جائیں گی۔ تم بھکاریوں کی طرح سڑکوں پر گھومتے بھوکے۔"

دیوی کی آواز سن کر میں یلکھت سنبھلا۔ میں نے فیبرہ کی سمت دیکھا جو مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن مجھے اس کے پیار سے زیادہ ممان حقیقی کا دھیان تھا۔ میں نے ملے کر لیا کہ خواہ حالات کچھ ہوں میں دیوی کو دے ہوئے دجن پر قائم رہوں گا، فیبرہ کو ہر قیمت پر کالی کے چرنوں میں بھیٹ چڑھاؤں گا۔

"کیا بات ہے شیر؟" فیبرہ نے مجھے چپ اور کھویا کھویا دیکھ کر پوچھا۔

"شرن لال کی تختیوں نے تمہارے ذہن کو ابھی تک پرانہ کر رکھا ہے۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے بڑی خوبصورتی سے فیبرہ کو شیشے میں اتارتے ہوئے کہا۔ "کالی کا مندر، دیو قامت مجسمہ اور بھیٹ، یہ سب اسی ماحول کی پیداوار ہیں، تمہارے لاشعور نے تمہیں خوفزدہ کر دیا ہے ان باتوں کو ذہن سے نکال دو۔"

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو شیر۔" فیبرہ نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "لیکن پھر وہ عورت کون تھی جو مجھ سے خواب میں ملی تھی؟ خدا ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔"

"مگر مت کو فیبرہ۔" میں نے اسے تھمکنا دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔"

"مجھے اپنے بازوؤں میں چمپا لو شیر! نہ جانے کیوں میرا دل اندر ہی اندر بیٹھا جا رہا ہے۔" فیبرہ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر مریم کا تقدس اور معصومیت موجود تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسے اپنے سینے میں چمپا لیا۔



دوسری صبح میں سو کر اٹھا تو فیبرہ کو خواب تھی۔ رات کی باتوں نے مجھے فکر مند کر دیا تھا۔ آج کا دن میرے لئے بہت اہم تھا۔ کالی کے مندر کے بیماری نے سنیچر کی شام کو شہر گزری قرار دیا تھا۔ میں اس موقع کو ہاتھ سے گنوا نہیں چاہتا تھا۔ شہر شکر مہاراج کو خوش کرنے کے بعد میں پھر دیوتاؤں کا ممان سیوک بن سکتا تھا۔ اوتی دیوی نے مجھے اس کا پورا پورا یقین دلایا تھا۔ میں نے لاجپتی سے رات والی بات کا ذکر کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"تم کوئی چتا نہ کرو مہاراج، تمہاری داسی تمہارے پاس ہے۔"

"دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے لاجپتی۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "کوئی ایسا اداہائے کرو کہ ساپ بھی مر جائے اور لاشی بھی نہ ٹوٹے، فیبرہ کو ہر قیمت پر کالی کے چرنوں پر بھیٹ چڑھنا ہے۔"

"تم جو چاہتے ہو، وہ ادیش پورا ہو گا مہاراج! لاجپتی نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میں فیبرہ کو کالی کے مندر کی سیڑھیوں تک پہنچانے کا ذہن دیتی ہوں۔ وہ ہوش میں رہنے کے باوجود کچھ نہیں سمجھ سکے گی۔"

"میں بھی چاہتا ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔

لاجپتی کچھ دیر بعد دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ فیبرہ بیدار ہوئی تو اس وقت بھی اس کی معصوم نظروں میں رات کے بھیانک خواب کا خوف جھلک رہا تھا۔ میں نے اس سے ٹیٹھی ٹیٹھی باتیں شروع کر دیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ رات والے خواب کی باتوں کو دہرائے۔ دن بھر میں اس کے ساتھ لگا رہا۔ جوں جوں بھیٹ کی گزری قریب آئی جاتی تھی میرے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ مندر کے بیماری نے کہا تھا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے اگر بھیٹ چڑھائی گئی تو کالی اس بھیٹ کو ضرور قبول کر لے گی۔ وقت کے ساتھ ساتھ میری بے چینی بھی نہ جانے کیوں بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر مجھے اس بات کا یقین بھی تھا کہ لاجپتی نے جو کہا ہے وہ اسے کر گزرنے کی فکری بھی رکھتی ہے۔

مجھے اپنے ارادوں میں مایوسی نہیں ہوئی۔ سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ میں فیبرہ کے پاس بیٹھا اس کی دلجوئی میں مصروف تھا کہ لاجپتی اندر داخل ہوئی۔ اس کا

اشارہ پا کر میں کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد لاجپتی، نیمہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی تو اس کے ہونٹوں پر اسرار مسکراہٹ تھی۔ نیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔

”مہاراج، ہم اس وقت کالی کے مندر چلیں گے۔“

میں ایک لمحے کو گڑبلا گیا۔ مجھے لاجپتی کی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے ذرا دیر نظروں سے نیمہ کی طرف دیکھا اور پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب نیمہ نے بھی مجھ سے اسی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کالی کے مندر کے درشن کو بے چین ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اس وقت وہ لاجپتی کے کسی منتر کے زیر اثر ہے۔ میں تیزی سے ان دونوں کو لے کر ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور اس میں بیٹھ کر کالی کے مندر کی طرف چل پڑا۔ مجھے اپنی کامیابی کے روشن امکانات نظر آ رہے تھے۔ ادیتی دیوی کو دیا ہوا اونچن پورا ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں تھی۔

کالی کے مندر کا قافلہ ہوٹل سے کچھ زیادہ نہیں تھا۔ پندرہ منٹ کے اندر میں وہاں پہنچ گیا۔ کالی کا پر شکوہ مندر میرا منتظر تھا۔ میں ٹیکسی سے نیچے اتر ا۔ نیمہ میرے ساتھ تھی۔ لاجپتی پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مندر کے اندر نہیں جائے گی۔ میں نیمہ کا ہاتھ تھامے مندر کی میزیوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ”معا“ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پر اسرار قوت میرے آڑے آنے والی ہے۔ میں نے اس خیال کو وہم قرار دیا لیکن ابھی میں نے میزیوں پر پہلا ہی قدم رکھا تھا کہ میری نظر ایک بوڑھے شخص پر پڑی جو اچانک میرے سامنے نمودار ہوا تھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے۔ میں اس کے ہاتھوں میں رٹنے کی کیفیت کو صاف طور پر دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر چمک رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں وقار تھا۔ جاہ و جلال تھا۔ میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ بوڑھے کی حیرتوں نے مجھے اپنے جسم میں کسی شتر کی طرح جھپتی محسوس ہو رہی تھی اس کے چہرے کا غضب و غضب دیکھ کر مجھے اپنا دل سینے میں ڈنٹا محسوس ہوا۔ کسی انجانے خوف کا احساس مجھے پریشان کر رہا تھا۔

میں نے محسوس کر پشیم کی جانب دیکھا۔ میں لاجپتی کو اشارہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس پر اسرار بوڑھے کو میرے راستے سے ہٹائے لیکن لاجپتی وہاں موجود نہیں تھی۔!!

کالی کا پر شکوہ مندر میری نظروں کے سامنے تھے۔ لاجپتی نے نیمہ کی بیعت چڑھا لے

میں میری غصہ کی تھی۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا۔ کالی کے چہروں میں بیعت دیتے ہی دیوی۔ دیوتوں کی ناراضگی مجھ سے دور ہو جاتی۔ یہی مجھ سے مندر کے بھاری نے کہا تھا اور ادیتی دیوی نے بھی مجھے اسی بات کا یقین دلایا تھا لیکن عین وقت پر اس دروازہ ریش بوڑھے کے آ جانے سے حالات بدل گئے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ لشکروں میرا بنایا کام بگاڑ دے گا۔ میں نے پلٹ کر لاجپتی کو دیکھا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ لاجپتی سے کہوں کہ وہ اس بوڑھے کو سنبھالے اور میں نیمہ کو لے کر مندر کے اندر جاؤں لیکن لاجپتی مجھے دور دور تک کہیں نظر نہیں آئی۔ میرا ہاتھ ٹٹکا۔ لاجپتی کی گمشدگی یقیناً کچھ معنی رکھتی تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے محسوس کر دیا کہ اس بوڑھے پر نظر ڈالی جو بدستور مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا مجھے قبر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ نیمہ ابھی تک کسی سحر میں مبتلا تھی۔

میں، منوہر لال مہاراج جس نے سٹھن تپیا کے بعد دیوی دیوتوں کو راضی کیا تھا اور مہمان فکری پر اپت کر چکا تھا اس وقت نہ جانے کیوں خود کو مجبور سمجھ رہا تھا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہی ادیتی کی آواز میرے کانوں میں سرسراتی ہوئی ابھری۔

”منوہر! بیعت کی شہ گزری جی جا رہی ہے۔ اگر تم نے آج میری آگیا کا پالن نہ کیا تو سارا جیون ہاتھ ملو گے۔“

دیوی کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی تو میں جیسے سوتے سے جاگ اٹھا۔ میں نے بوڑھے کو سر تا پا غور سے دیکھا۔ بظاہر وہ میرے مقابلے میں کسی حقیر کیڑے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ مجھے اپنے آپ پر غصہ آ گیا۔ میں خواہ مخواہ ایک ایسے شخص سے خوفزدہ ہو رہا تھا جس کا میرا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ میں اپنی بڑی پر دل ہی دل میں شرمندہ ہونے لگا۔ پھر میں نے تہور بدل کر خوفناک نظروں سے اسے گھورا۔ نیمہ کا ہاتھ تھام کر اس سے کھڑا کر گزر جانا چاہا۔ دیوی نے کہا تھا کہ شہ گزری جی جا رہی ہے۔ میں اس وقت بوڑھے سے الجھنے کے بجائے جلد از جلد مندر کے اندر جا کر کالی کے چہروں میں نیمہ کی بیعت دینا چاہتا تھا مگر ابھی میں نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ بوڑھا دوبارہ تیزی سے میرے سامنے آیا اور مجھے گھورتے ہوئے سر دلبے میں بولا۔ ”منوہر! اس لڑکی کو کہاں لے جا رہا ہے۔؟“

”یہ میری دھرم تھی ہے بڑے مہاں۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم دیوی درشن کو جا رہے ہیں، پر تو تم کون ہو۔۔۔؟ کیا چاہتے ہو۔۔۔؟“

”بدبخت“ تو نے اپنی زندگی برباد کر لی، لیکن اس غریب کو کیوں غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔“ بوڑھے نے جھپٹے ہوئے لمبے لمبے میں جواب دیا۔ ”اس کی عاقبت کیوں خراب کر دیا ہے؟“

”بڑے۔۔۔!“ یقیناً میں کڑک کر بولا۔ ”تجھے ان باتوں سے کیا سبندہ، یہ لڑکی میری دھرم بچی ہے، مجھے اس پر پورا پورا اوجھار ہے۔ تو کون ہے ہمارے راستے میں ٹانگ پھنسانے والا۔“

”کیا نام ہے حیرا؟“ بوڑھے نے میری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

”میرا نام منور ہے پر تجھے کیا۔۔۔“ میں بھلا گیا۔

”تم بدبخت۔۔۔“ بوڑھے نے عاقبت آمیز لمبے میں کہا۔۔۔ ”اب بھی وقت ہے سنبھل جا، اگر ڈوب گیا تو بھر حیرا ابھرا مشکل ہے، خود کو بچانے کی کوشش کر۔“

”میں کتنا ہوں سیدھی طرح، میرا راستہ چھوڑ دے۔ تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کس سے باتیں کر رہا ہے۔“ میں نے دقت کی کمی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درشت آواز میں کہا۔ ”جا اپنی راہ لے۔“

میرا خیال تھا کہ بوڑھا میری گھر کی سن کر خاموشی سے چلا جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میری بات سن کر اس کے چہرے کا جلال اور شدت اختیار کر گیا۔ وہ بدستور میرے سامنے کھڑا مجھے خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ فیصلہ میرے برابر کھڑی اسے ٹھنکی ہانڈے دیکھے جا رہی تھی اس خیال سے کہ ممکن ہے بوڑھے کا ذہنی توازن خراب ہو اور خواہ مخواہ میرے گلے پڑ رہا ہو، میں نے فیصلہ کا ہاتھ تھما اور ایک بار پھر کھڑا کر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا لیکن اس بار بوڑھے نے جو کچھ کہا اسے سن کر میں چونکے بغیر نہ سکا۔۔۔

”مردود“ تو فیصلہ کو مندر کے اندر نہیں لے جا سکتا۔“ بوڑھے کے لمبے میں حکم تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ اسے کیونکر فیصلہ کا نام معلوم ہوا۔ ابھی میں بوڑھے کو وضاحت طلب نظروں سے گھور ہی رہا تھا کہ اس نے دوبارہ نفوس آواز میں کہا۔۔۔ ”کیا گھو رہا ہے تجھے بد نصیب، کہ جو دیا کہ فیصلہ مندر میں نہیں جائے گی۔۔۔۔۔“

”تم۔۔۔۔۔“ میں نے اپنا تھلا ہونٹ کانٹے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔۔۔ ”تم فیصلہ کو کیسے جانتے ہو؟“

”میں یہ بھی جانتا ہوں مردود کہ تو کون ہے۔“ بوڑھا سر تاپا کانپتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

”تو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھا ہو گیا ہے۔ طاقت کے نشے نے تجھے گمراہ کر دیا ہے۔“

تجھوں کو پوچھ پوچھتے تیرا دل بھی پتھر کا ہو گیا ہے۔ تو اپنے خدا اور رسول کو بھول چکا ہے۔ تو شبیر حسن خان سے منور لال بن گیا ہے۔“ بوڑھا روانی میں بولا رہا۔ بحیثیت کی شبہ گھڑی بچی جا رہی تھی۔ مجھے غصہ آ گیا، میں نے بوڑھے کو سفاکانہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”بڑے بند کر اپنی زبان۔ اور دفع ہو جا یہاں سے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا کٹھ تجھے جلا کر راکھ کر دے۔“

”بد نصیب، بدبخت!“ بوڑھا ساری جان سے لرزتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔ ”اب بھی وقت ہے سنبھل جا۔ تو یہ کے روناوے ابھی تھو پر بند نہیں ہوئے ہیں۔ مردود اپنے پروردگار کو بچانے کی کوشش کر۔“

میرے لئے اب ہدایت کرنا ناممکن تھا۔ دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ میں نے ایک متر پڑھ کر بوڑھے کی جانب پھونکا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے متر کے ہیر آگ کے روپ میں بھڑک کر اس کی ہڈیوں تک کو جلا کر خاکستر کر دیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔۔۔ میں نے اپنا دار خالی جاتے دیکھا تو اور بھڑک اٹھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے غصے کی شدت کے باعث میں نے متر پڑھنے میں لٹپٹی کی ہو۔ چنانچہ میں نے پھر اسی متر کو جھماکا کر پڑھنا شروع کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا متر پرا کرنا بوڑھے نے مجھے جلالی حالت میں گھورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”میں کتنا ہوں بد نصیب کہ اب بھی ہوش میں آ جا۔ کیوں اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔“

میں نے بوڑھے کی بات کا کوئی ٹوٹ نہیں لیا۔ بدستور متر کے بول پڑھتا رہا۔ متر پڑھ کر میں نے بوڑھے کی جانب پھونک ماری۔ آگ کے شعلے مندر کی میزچیوں سے لپکتے ہوئے ابھرے اور بوڑھے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ مگر یہ خوشی عارضی تھی۔ آگ کے بھڑکنے ہوئے شعلے غائب ہوئے تو میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ بوڑھے کا بال بھی بیک نہ ہوا۔ وہ بدستور اسی جگہ کھڑا مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ قبل اس کے کہ میں دوسرا متر پڑھتا بوڑھے نے فیصلہ کی سمت دیکھ کر نرم آواز میں کہا۔۔۔۔۔ ”لڑکی میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ سحر کے اس خول کو توڑ کر باہر نکل آ جس نے تیرے ذہن کو ماؤف کر دیا ہے اور تیری آنکھوں پر گندی طاقتوں کا پردہ ڈال رکھا ہے۔“

بوڑھے کے الفاظ میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ اس کا جملہ مکمل ہوتے ہی فیصلہ ہر چوکی جیسے کوئی ہمایاک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گئی ہو۔ ایک نظر مندر پر ڈالی پھر مجھے گھور کر حیرت سے بولی۔۔۔۔۔ ”شبیر! یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟“

”میں نے دانت پس کر لیر سے صاحب ہوا۔“ میں تمہارا شوہر ہوں“
 جنہیں میرا ہر حکم مانتا پڑے گا۔“

لیر نے تجرانتہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ جیسے میری بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ کمال اس کے کہ میں اس کو کوئی دوسرا حکم دیتا۔ بوڑھے نے پھر لیر سے کہا۔ ”لو! میرے پیچھے چلی آ۔ تیرا شوہر تجھے کفر کی راہ پر لے جا رہا ہے۔ میں تجھے ایمان کی راہ دکھاؤں گا۔“

اپنا جملہ کھل کر کے بوڑھا مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا ہوا پلٹا اور آگے بڑھنے لگا۔ میرا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ میں نے لیر کو بوڑھے کے پیچھے قدم اٹھاتے دیکھا تو لپک کر اس کی کلائی پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ میں اس سہری موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کالی کی ناراضگی میرا مستقبل تباہ کر سکتی تھی۔ میری برسوں کی کوششیں پر یکدم ہل بھر میں برباد ہو سکتی تھی۔ میں لیر کو ہر قیمت پر کالی کے چروں پر ہیمنٹ چڑھانے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن اس بار بھی مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ لیر نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑا لی اور آگے بڑھ گئی۔ وہ قوت کسی عورت کی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں دنگ رہ گیا۔ میری حالت مشکل خیر ہو رہی تھی۔ میں نے ددڑ کر دیکھا لیر کو روکنا چاہا۔ لیکن کسی تلبیہ قوت نے اتنی زور سے میرے منہ پر چھڑ مارا کہ میں تورا کر زمین پر الٹ گیا۔ پھر ایسا لگا جیسے بت سارے تلبیہ ہاتھوں نے میرے سر پر جوتوں کی بادش کر دی ہو۔ مجھے اپنا بیہوش چلایا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے تکرکی کے بالوں پھیل رہے تھے۔ میں دزدو کرب کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ مجھے کسی بات کا مطلق کوئی ہوش نہ تھا۔ میرا ذہن ڈوب رہا تھا۔ تلبیہ قوتیں مجھے بڑی اذیت دال حالت سے دوچار کر رہی تھیں۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ لیر کے گرد پھڑت بھاریوں اور تنگ دھڑنگ سادھوؤں کا جھوم جمع ہو رہا تھا۔ چہ بیگونیائیں ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو مندر سے دور کوڑا کرکٹ چھینکنے والے میدان میں پڑا پایا۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ مجھ میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے۔ چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ دور مندر کے روشن دیئے میری ممان فکنتی کا مذاق اڑاتے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کراہ کر روٹ پٹی اور بمشکل ہمت کر کے پیروں پر کھڑا ہوا۔ میری حالت ابتر ہو رہی تھی۔ ذہن پکڑا رہا تھا کچھ بھائی نہیں رہتا تھا۔ میں لوکڑا ہوا آگے بڑھا۔ دو چار قدم آگے بڑھا تھا کہ ٹھوکر کھائی اور دوبارہ

منہ کے تل زمین پر آگرا۔ میرے ذہن پر دوبارہ فحش طاری ہونے لگی۔ میں نے اپنے ڈوبتے ہوئے ذہن کو جگانا چاہا لیکن مایوسی کا شکار ہو کر میں پھر بیہوش ہو گیا۔

دوسری بار میری بیہوشی کتنی طویل رہی مجھے اس کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں۔ البتہ جب ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک آرامت کمرے میں پایا۔ میں ایک مسہری پر دروازہ تھا۔ لاجوتی قریب بیٹھی مجھے لٹلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے اپنی تکلیف کا احساس ہوا۔ میں نے آہستہ سے کوٹ لی۔ اپنے جسم پر نظر ڈالی تو یوں لگا جیسے اب تک میں کوئی بمبائیک خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں پوری طرح چاق و چوبند تھا۔ جوڑوں کی اذیت ناک تکلیف رفع ہو چکی تھی۔ ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ مجھے اپنی بدلی ہوئی حالت پر تعجب ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان باتوں کو کیا سمجھوں؟ گزری ہوئی باتوں کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ میں نے لاجوتی کی جانب وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ وہ بدستور مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ مجھے ابھمن سے دوچار پایا تو مسکرا کر ایک ادا سے بولی۔ ”کیا بات ہے مباراج! کس وجہ سے دوچار پایا تو مسکرا کر“

”لاجوتی۔۔۔۔۔ میں نے کچھ سوتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔“ کیا تمہیں یاد ہے کہ میں کالی کے مندر پر ہیمنٹ دینے گیا تھا۔“

”میں تمہارے ساتھ ہی تھی مباراج۔“ لاجوتی نے ہاتھ بانٹ کر جواب دیا۔

”پھر۔۔۔۔۔ میں نے چوٹ کھتے ہوئے پوچھا۔“ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔؟“

”میں دیوی کی آگیا ہوں وہاں سے ہٹ گئی تھی مباراج۔“ لاجوتی نے سنجیدگی سے کہا۔ پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پیار سے بولی۔ ”تم قسمت کے وحشی ہو مباراج۔ دیوی نے تمہاری ہیمنٹ سوینا کر لی ہے۔“

”مگر وہ بوڑھا۔۔۔۔۔“

”تم بھول رہے ہو منوہر مباراج۔“ لاجوتی نے میرا جملہ درمیان سے کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ ”دیوی نے تم سے کہا تھا کہ ہیمنٹ سوینا کرتے ہوئے دیوتا تمہارا امتحان بھی لیں گے۔ تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو مباراج!“

لاجوتی کا جواب سن کر مجھے ادنیٰ دیوی کی باتیں یاد آئیں تو ساری ابھمن بیکسر ختم ہو گئی۔ البتہ وہ پراسرار بوڑھا کون تھا یہ بات میرے لئے قابل غور تھی۔ لیر کے رویے نے بھی مجھے پریشان کر رکھا تھا۔ میں نے حالات پر نئے سرے سے غور کیا۔ پھر دلی زبان سے لاجوتی سے دریافت کیا۔ ”کالی کے مندر کی بیڑیوں پر جو بوڑھا نظر آیا تھا۔۔۔۔۔“

کون تھا۔؟

”وہ دیوتاؤں کا روپ تھا مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجپتی نے بلا تامل جواب دیا۔

”غیر کہیں ہے۔۔۔۔۔“ میں نے اپنے ذہن کی گڑ کو بھی کھول ڈالنا چاہا۔

”دیوتاؤں کو تمہارے من کا اظہار بہت پسند آگیا تھا مہاراج۔“ لاجپتی نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”تمہاری۔۔۔ دھرم جتنی کی بھیجٹ دیوتا کو منظور نہیں تھی۔ اسی کارن دیوتا اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ گویا اس مہاراج کے سلسلہ میں تم سے جو بھول ہو سکی تھی دیوتاؤں نے اسے بھی شاکر دیا ہے۔“

اب میری تمام الجھن رفع ہو گئی تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ لیسہ بھی بچ مکی لور دیوی سے کیا ہوا میرا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ میرا مستقبل اب ٹھیک تھا۔ میں بدستور ملان فلتی کا مالک تھا۔ میں نے لاجپتی کو غور سے دیکھا۔ وہ ہاتھ باندھے بھاریوں جیسے انداز میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ گزری ہوئی باتوں کا تکلیف دہ تصور مٹا اور خوشیوں کا احساس جاگتا تو لاجپتی کا حسن میری نظروں میں اور نکھر آیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”لاجو۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجپتی نے تقریریں جھکا کر شرارتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے یا تو لی ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

”تم نے مجھے کامیابی کی خبر سنائی ہے۔“ میں نے اس کے قیامت خیز سر ہلا کا جائزہ لیتے ہوئے دلی تہنیت میں کہا۔

”مہاراج کی سید اکرنہ بھارن کا دھرم ہے مہاراج۔“

”ہم تم سے بہت خوش ہیں لاجو۔“

”گویا ہے مہاراج کی۔“ لاجپتی نے لبا کر جواب دیا۔

خوشیوں کے اچانک احساس نے میرے جذبات کو بھڑکایا۔ لاجپتی کے قیامت خیز حسن نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ میں نے بے قابو ہو کر لاجپتی کو کھینچ لیا۔ وہ لہرا کر میری کشتیوں آغوش میں گری تو میرے باندوں کا حلقہ تنگ ہو گیا۔ لاجپتی کسمائی۔ اس نے جذباتی نظروں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ پاؤں اچیلے چھوڑ دیئے۔ اس کی خود پسندی کا انداز بلا خیر تھا۔ میں سنبھل نہ سکا۔ اس کے حسن کی گرائیوں میں ڈھنسا چلا گیا۔!

دس روز تک میں گھٹتے میں رہا۔ میں جس مکان میں ٹھہرا۔ وہ ایک مقامی ہندو کا تھا۔ لاجپتی نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ مجھے اس مکان میں پورن لال نے پہنچایا ہے۔ مجھے ان

باتوں سے کوئی سروکار بھی نہیں تھا۔ صرف اس بات کی خوشی تھی کہ دیوی دیوتاؤں نے میری بھیجٹ سے خوش ہو کر مجھے معاف کر دیا ہے۔ لاجپتی کی حسین قربت نے مجھے دقت کا احساس بھی نہیں ہونے دیا۔ گیارہویں روز میں وہیر کا کھانا کھا کر لیٹا تھا۔ لاجپتی میرے ہاتھتھیں بیٹھی میرے پاؤں دبا رہی تھی۔ مجھ پر ہلکی ہلکی غنودگی طاری ہوئی تھی کہ اچانک لاجپتی کی چپ کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے لاجپتی کو مطمئن پایا۔ البتہ میرے اچانک جاگنے سے وہ کچھ گڑبڑا ضرور گئی تھی۔

”ابھی یہاں کون چنچا تھا۔۔۔۔۔“ میں نے لاجپتی کو دیکھ کر پوچھا تو اس کا جنس بدھ گیا۔ ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں الجھن کے اثرات ابھرے پھر وہ سنجیدگی سے بولی۔

”تم نے کوئی پتہ دیکھا ہو گا مہاراج۔ یہاں میرے سوا کوئی لور نہیں۔ پھر میں نے کسی چچ کی تہنیت نہیں سنی۔“

میں ہونٹ چپا کر رہ گیا۔ وہ آواز میرا دہم نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر وہ کس کی چچ کی آواز تھی۔ میرا ذہن الجھنے لگا۔ لاجپتی نے مجھے فکر مند پایا تو بولی۔۔۔۔۔ ”کس دھار میں کم ہو مہاراج؟“

”لاجو۔۔۔۔۔“ میں نے تیزی سے کہا۔ ”ہو سکتا ہے تم نے کوئی آواز نہ سنی ہو“ لیکن وہ آواز میرے خواب میں نہیں گونجی تھی۔ میں نے پورے ہوش دھواس میں وہ چچ سنی تھی اور۔۔۔۔۔ اور وہ گواہ تمہاری تھی۔“

لاجپتی میری بات سن کر چونکی پھر مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”میں دیوتاؤں کی سونگد کھا کر کہتی ہوں مہاراج کہ میں نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی۔۔۔۔۔“

”پھر وہ کس کی آواز تھی۔۔۔۔۔“ میں نے بدستور الجھتے ہوئے سوال کیا۔ نہ جانے کیوں میں اس تہنیت کو اپنا دہم سمجھنے کو تیار نہ ہو سکا۔!

”ہو سکتا ہے مہاراج کہ وہ آواز کہیں پڑوس سے آئی ہو“ پڑوس میں نے نہیں سنی۔“ لاجپتی نے مجھے بڑی سنجیدگی سے یقین دلانے ہوئے جواب دیا۔

مجھے لاجپتی کی بات کا یقین آگیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے اس قسم کی کوئی دل لگی کرنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ کچھ دیر تک میں اس تہنیت کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر وہ بار لیٹ گیا۔ لاجپتی میرے سرہانے آکر میرا سر دبانے لگی۔ میں نے سونے کے ارادے سے آنکھیں بند کر لیں لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ چچ کی آواز بدستور میرے تصور

میں گونج رہی تھی۔ میرا ذہن اس آواز کی گونج سے چمٹکا رہا تھا۔ ابھی میں اس لمحہ کو حل کرنے کی کوشش میں مشغول تھا کہ لاجوئی کی چیخ دو بارہ ابھری۔ اس کے ساتھ ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی دہائی چیز زلزلے پر گری ہو۔ میں دوبارہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن اس بار جو کچھ میں نے دیکھا وہ حقیقت تھی۔ لاجوئی فرش پر پڑی آہستہ آہستہ ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس پر اچانک مرگی کا دورہ پڑ گیا ہو۔ میں لپک کر مہسری سے نیچے اتر آیا۔ قریب جا کر نبض دیکھی تو وہ بدستور اپنی رفتار سے چل رہی تھی۔ مجھے لاجوئی کی اس اچانک حالت پر تعجب ہوا۔ محض چند ہی منٹ پہلے وہ بالکل ٹھیک تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے کی رنگت ہلکی کی طرح زرد پڑ گئی تھی۔ حسن کی تمام رعنائیوں کو جیسے اچانک گمن لگ گیا تھا۔

"لاجوئی۔۔۔" میں نے اسے دو چار کوازیں دیں۔ لیکن اس کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کے ہاتھ پیر بدستور اس انداز میں آہستہ آہستہ مل رہے تھے جیسے وہ اندرونی طور پر کسی شدید کرب میں مبتلا ہو۔ میں نے فوری طور پر ایک آزمودہ منتر پڑھ کر پھونکا تو لاجوئی کے پچھلوں کو جنبش ہوئی۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اس کی آنکھوں سے دیرانی جھلک رہی تھی۔ وہ برسوں کی مریض نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے سارا دے کر اٹھایا اور مہسری پر لٹا دیا۔ لاجوئی کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے کچھ توقف کے بعد اس سے دریافت کیا۔۔۔ "تمہیں اچانک کیا ہو گیا تھا؟"

"منوہر۔۔۔" لاجوئی نے شہادت بھری آواز میں میرا نام لیا۔ وہ مجھ سے کچھ کہتا چاہتی تھی۔ لیکن اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ پلکوں کے گوشے اچانک نرناک ہو گئے۔

"لاجوئی۔۔۔" میں نے بے چینی سے پوچھا۔ "تو تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تمہارے اوپر کیا گزری تھی۔ اس سے پہلے تو تمہارے اوپر اس قسم کا دورہ کبھی نہیں پڑا تھا۔"

"یہ دورہ نہیں تھا مہاراج۔ مجھے اپنے کئے کی سزا مل رہی ہے۔۔۔"

"سزا ملی ہے۔" میں چونکا۔۔۔ "لاجوئی مجھے بتاؤ وہ کون سورا تھا جس نے تمہیں سزا دی ہے۔ وہ بتاؤں گی سوگند میں اس اپراؤمی کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزارے گا۔"

"نہیں مہاراج نہیں۔۔۔" لاجوئی نے بسورتے ہوئے التجا کی۔۔۔ "تم میرے

کھنکھنایا کرتا تھا۔ میں نہیں چاہتی کہ مجھ ابھانگن کے کارن ٹیکٹیوں کا کھراؤ ہو۔ مجھ پر جو جیتی ہے وہ میں جھیل لوں گی۔

لاجوئی کی باتیں سن کر میری تشویش اور بڑھ گئی۔۔۔ ٹیکٹیوں کے کھراؤ سے اس کی کیا مراد تھی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ میں ایک ٹائٹل اٹھا رہا۔ پھر غصہ بھری آواز میں بولا۔

"لاجوئی! میں تمہیں آگیا دیتا ہوں کہ مجھے اس راکشش کا نام بتاؤ جس نے تمہیں کشت دیا ہے۔"

"مہاراج مجھے مجبور نہ کرو۔ میرے حال پر پھوڑ دو۔۔۔" لاجوئی نے آنسو بہاتے ہوئے جواب دیا تو میرا غصہ اور بھڑک اٹھا۔

"تم بھول رہی ہو لاجوئی کہ اس سے تم منوہر لال سے بات کر رہی ہو۔۔۔" میں نے بدلے ہوئے تیور سے کہا۔۔۔ "تمہیں میری آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔۔۔ تمہیں بتانا ہو گا کہ تمہیں کس نے سزا دی ہے۔"

"پورن لال مہاراج نے۔" لاجوئی نے سسکی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"پورن لال نے۔۔۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کارن کیا قتل۔۔۔؟"

"منوہر! پورن لال مہاراج اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کیل تمہاری داسی بن کر رہ جاؤں۔" لاجوئی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "اس نے مجھے اپنے بیروں کے ذریعہ اپنے پاس بلایا تھا۔ وہ میرے شر سے کیلنا چاہتا تھا۔ ایک ایسا ہونے کے ناطے میرا دھرم تھا کہ میں اس کی بات مان لوں پر تو میں نے ایسا نہیں کیا۔۔۔ میں نے اس کے بیروں کو مار بھجایا تھا۔ یہ بات پورن لال۔۔۔ مہاراج کو بری لگی اور۔۔۔"

"اور اس پانی بے تم کو کشت دیا۔۔۔" میں نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں منوہر! لاجوئی بولی۔۔۔" میں نے پورن لال کی بات سے انکار کر کے اس کی مہمان فکری کا اہمیت کیا تھا۔ اسے اوجھار تھا کہ مجھے سراپ دے۔"

"اور پہلے بھی جو چیخ میں نے سنی تھی وہ بھی تمہاری تھی کیوں۔۔۔" میں نے غصے سے اپنا تھلا ہونٹ چبائے ہوئے پوچھا۔

"ہاں منوہر۔۔۔" لاجوئی نے اقرار کر لیا۔ "میں نہیں چاہتی تھی کہ میرے کارن مہمان ٹیکٹیوں کا کھراؤ ہو۔"

”یہ کھراؤ اب اوش ہو گا۔“ میں کڑک کر بولا۔ ”پورن لال میرے بازوؤں کی قوت آزما چکا ہے۔ اس بار میں نے اس پر کپکپ کر کے شکر دیا تھا۔ پرنتو اس بار وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔ میں اسے ایسا سراپا دوں گا کہ دھرتی بھی لرز اٹھے گی۔“

”میں بختی کرتی ہوں منوہر کہ اس دھیان کو من سے نکال دو۔ پورن لال سے ٹکرانے کے لئے تمہیں سے کا انتظار کرنا چاہئے۔“ لاجوئی نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ ”وہ منش کے روپ میں۔۔۔۔۔ راکشش ہے۔“

”کیو اس مت کرو لاجوئی۔“ میں گرج کر بولا۔ ”مجھے بتاؤ کہ اس سے پورن لال کہاں ملے گا۔“

”وہ۔۔۔۔۔ وہ یہیں نکلے میں ہے مہاراج۔۔۔“ لاجوئی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”کالی کے مندر کے بڑے بیماری کے ساتھ اس کی کٹی میں رہتا ہے۔“

”میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔“ میں نے حکیمانہ انداز میں کہا۔ لاجوئی نے ہچکچاہٹ کا مظاہر کیا تو میں نے اسے گھینٹ کر اٹھالیا۔ وہ سسم کر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئی۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا مکان سے باہر نکلا اور کالی کے مندر کی طرف چل پڑا۔

لاجوئی کے بیان نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ پورن لال کی طرف سے میرے سینے میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اس نے لاجوئی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کر کے میرا اہلن کیا تھا۔ میری صاف شکلی کو لٹکرا تھا۔ مگر اس نے یہ حرکت فیرہ کی بجائے سے پہلے کی ہوتی تو ممکن تھا میں حالات سے بھجور ہو کر خاموش ہو جاتا لیکن اب جبکہ میں ادبئی دیوی کی آگیا کا پائن کر چکا تھا۔ دیوتا میری بھینٹ سویکار کر چکے تھے۔ میں پورن لال کو کسی قیمت پر معاف کرنے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے نفوس ارادہ کر لیا تھا کہ پورن لال کو اس کی بدبختی کی ایسی کڑی سزا دوں گا کہ وہ تار عمر اسے یاد رکھے گا۔

کالی کے مندر پہنچ کر بڑے بیماری کی کٹی تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ حالات میرے حق میں ثابت ہو رہے تھے۔ کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ اس لئے کہ جب میں لاجوئی کو ساتھ لئے بڑے بیماری کی کٹی میں داخل ہوا تو پورن لال وہاں تنہا موجود تھا۔ بروئے بیماری موجودگی میں مجھے احتیاط سے کام لینا پڑا۔ بہر حال پورن لال نے مجھے اپنے سامنے دیکھا تو جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور انتہائی نرم آواز میں بولا۔

”پرچارو مہاراج۔۔۔۔۔ میرے بڑے بھگ جو تم نے مجھے یاد رکھا۔۔۔۔۔“

”پورن لال۔۔۔۔۔“ میں نے سرد آواز میں کہا۔ ”کیا تم جانتے ہو کہ اس سے میرے یہاں آنے کا کارن کیا ہے؟“

”تمہیں میری کوئی ضرورت آن پڑی ہو گی۔“ پورن لال نے بدستور نرمی سے جواب دیا۔۔۔۔۔ ”کیا آگیا ہے؟“

”تم شاید بھول رہے ہو پورن لال کہ اس سے تم کس شکلی سے بات کر رہے ہو۔“ میں نے پورن لال کی مکاری پر جھلاتے ہوئے کہا۔ ”شاید تم یہ بھی بھول چکے ہو کہ ایک بار میں تم کو شکر چکا ہوں۔۔۔۔۔“

”مجھے یاد ہے مہاراج۔ پرنتو اس سے میں ان باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔“ پورن لال نے میرے سرو لمبے کی چین کو محسوس کیا تو حیرت سے پوچھا۔ وہ یقیناً مجھے یہ وقف بیانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس خیال نے میرے انتقام کی آگ کو ہوا دی۔ میں نے پورن لال کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”اتنے بھولے نہ ہو پورن لال۔ تم خوب جانتے ہو کہ اس سے میرے یہاں آنے کا کارن کیا ہے۔۔۔۔۔“

”میں سمجھا نہیں مہاراج۔۔۔۔۔“ پورن لال نے بدستور وضاحت طلب نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

لاجوئی سر جھکائے میرے قریب کھڑی تھی۔ میرا خیال تھا کہ پورن لال مجھے دیکھتے ہی سمجھ جائے گا کہ میں وہاں کیوں آیا ہوں۔ لیکن وہ بدستور خود کو محسوس ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری آنکھوں میں دھول جمونک رہا تھا۔ مجھے اس کی مکاری پر طیش آ گیا۔ میں نے نکتہ گرج کر کہا۔ ”پورن لال! تمہاری مکاری اس سے تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ میں تمہیں ایسا سبق دوں گا کہ پھر کبھی تم مجھ سے آنکھ ملانے کی ہمت بھی نہ کر سکو گے۔ تم سنے میری صاف شکلی کا اہلن کر کے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔“

”کیا کہہ رہے ہو منوہر مہاراج۔!“ پورن لال نے پھر متیوانہ لمبے میں کہا۔ پھر لاجوئی کو مخاطب کر کے بولا۔۔۔۔۔ ”لاجوئی۔ تو مجھے بتا کہ مہاراج پر کیا بختی ہے۔“

”کینے۔ خیردار جو اب تیری پلید زبان پر لاجوئی کا نام آیا۔“ میں نے کڑک کر کہا تو پورن لال ایک لمبے کو بوکھلا گیا۔ پھر میں نے اسے اپنے آنے کا مقصد بتایا تو اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ نفرت سے لاجوئی کو گھورتے ہوئے مجھ سے بولا۔۔۔۔۔ ”منوہر! تم ایک کلنکنی کے کارن میرا اہلن کر رہے ہو۔ اس پاپن نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ جھوٹ ہے۔ کیو اس ہے۔“

پورن لال نے میری موجودگی میں لاجوئی کو کلکتی اور پاپن کما تو میرا داغ الٹ کر وہ گیا۔ میں نے غیظ و غضب کی حالت میں ایک دور دار تھپڑ پورن لال کے گل پر رسید کرتے ہوئے کرک کر کہا۔ ”حرام کے تھم۔ تیری اتنی محال کہ تو میرے سامنے میری بھاری کا اعلان کر رہا ہے۔ کہنے میں تیرا خون لپی جاؤں گا۔ میرا کشت تجھے جلا کر بھسم کر دے گا۔ پر تو اس سے پہلے تجھے لاجوئی کے چرن چھو کر اس سے شاکی شکستہ مانجی ہو گی۔“

پورن لال میرا جواب سن کر اور تھپڑ کھا کر خصے سے سرخ ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا ہے۔ لاجوئی کے ہیر قہام کر معافی مانگنے کی بات سن کر اس کی آنکھیں شعلہ بار ہو رہی تھیں۔ اس کے تیور بدل رہے تھے۔ جس انداز میں وہ اپنا تپلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی فیصلے پر پہنچا چاہتا ہے۔ مجھے اس کی خاموشی گراں گزری تو میں نے طلق کے بل پیٹنے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”کہنے‘ کیا تو نے سنا نہیں کہ میں نے تجھے کیا آگیا دی ہے۔ اگر کتنی چاہتا ہے تو میری آگیا کا پالن کر۔“

پورن لال نے فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک خطرناک نظروں سے مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اس کی نگاہوں سے نفرت کے شعلے ابل رہے تھے۔ ایک نظر اس نے لاجوئی پر ڈالی پھر میری جانب گھور کر نفرت سے بولا۔۔۔۔۔ ”منوہرا! تم اپنی اوقات بھول رہے ہو۔۔۔۔۔ تم نے اپنے گرد کا اعلان کیا ہے۔ ہمیں اس کی سزا اوش بھگتی پڑے گی۔“

”تو! اور مجھے سزا دے گا۔ لے سنبھل۔“

میں نے ایک خطرناک منتر کا باپ کر کے پورن لال کی سمت پھونکا۔ لیکن پورن لال اپنی جگہ کھڑا سکتا رہا۔ اس کی مسکراہٹ میں طر تھا۔ میں نے دوسرا اور پھر تیسرا حملہ کیا مگر میرے جنت بیکار گئے۔ پورن لال کی حقارت آمیز مسکراہٹ نے مجھے آپے سے باہر کر دیا۔ میں نے تابو توڑ سکی اور منتر آوازے مگر سب بیکار گئے۔ لاجوئی بدستور میرے قہیب گردن جھکائے کھڑی تھی۔ میں بری طرح ہلکا رہا تھا۔ کسی اتجانے خوف کے تصور سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

”کیوں منوہر؟ خاموش کیوں ہو؟ کیا مجھے کشت نہیں دے مارا ج۔۔۔۔۔؟“ پورن لال نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”تم کو تو اپنی صاف کلکتی پر بڑا گھمنڈ تھا۔۔۔۔۔ اپنے بیروں کو بلاؤ۔“

اچانک میں نے لاجوئی کو چونک کر سر اٹھائے دیکھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ سوتے

سوتے اچانک جاگ پڑی ہو۔ پہلے اس نے پورن لال کی طرف دیکھا۔ پھر میری طرف دیکھ کر یوں پلکیں جھپکائے گئی جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکا۔ دنا بھی کیسے جبکہ پورن لال کو حلوئی آتا دیکھ کر اور اپنے قہام دار خالی جاتے دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ میں ابھی ان بدلے ہوئے حالات پر غور کر رہا تھا کہ پورن لال نے لاجوئی کی طرف سرخ سرخ نظروں سے گھورا پھر نہ جانے کون سا منتر پڑھ کر پھونکا کہ لاجوئی ایک چچ مار کر بل کھاتی ہوئی فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ میرے لئے یہ لمحات بڑے کرناک تھے۔ لاجوئی میرے سامنے پورن لال کے منتر کا شکار ہوئی تھی اور پورن لال مجھے یوں گھور رہا تھا جیسے کچھ چبا ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ چند ثانیے ہم دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر پورن لال بولا۔۔۔۔۔ ”سورکھ! اپرا دمی! تو بھول گیا تھا کہ گردو ہمیشہ گردو ہوتا ہے۔ دیوی کی کہپا نے تیرا داغ خراب کر دیا تھا۔ تو نے یہ بھی بھلا دیا تھا کہ میں کون ہوں میں نے تجھ پر جو مہانیاں کی تھیں تو نے ان کا مجھے جو بدلا دیا وہ میرا دل جانتا ہے۔ پر تو سے سے کی بات ہے بچہ۔ کل تک تیری پو بارہ تھی۔ آج میں تجھے بتاؤں گا کہ آئے وال کا بھاد کیا ہے۔“

پورن لال کے تیور ہر لمحہ خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اچانک حالات نے پلٹا کس طرح کہا لیا۔ کچھ دیر پہلے تک پورن لال بھیگی لٹی بنا میرے سامنے کھڑا تھا اور میں اسے سن مانی سنا رہا تھا۔ لیکن اب حالات اس کے برعکس تھے۔ اپنے منتروں کا انجام دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بازی پورن لال کے حق میں پلٹ چکی ہے۔ مجھے اپنی جینٹ کا دھیان آیا جو دیوی کے کہنے کے مطابق دیوتاؤں نے قبول کر لی تھی۔ لاجوئی نے مجھے یہی بتایا تھا۔ میں حالات کے تانے بانوں کو سلجھانے کی کوشش میں محو تھا کہ پورن لال دوبارہ گرج کر بولا۔۔۔۔۔ ”سے! حیرے من میں جو کچھ ہے مجھے اس کی خبر ہے۔ تو نے ادیتی کے ساتھ بھی دھوکہ کیا ہے۔ کالی کی جینٹ پوری نہیں ہوئی۔ دیوتاؤں کا کشت اب تیرا جہنم نشت کر دے گا۔“

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو پورن لال! میں چپ نہ رہ سکا۔“ میں نے دیوی کو دیا ہوا دھن پورا کرنے میں کوئی کھوٹ نہیں کیا۔ میں اپنی پسند کی سندھ ناری فیہ کو لے کر کالی کے چروں تک گیا تھا۔ پر تو دیوتاؤں نے فیہ کو راستے سے ہٹا دیا۔ لاجوئی نے مجھے بتایا تھا کہ میری جینٹ سونیکار ہو چکی ہے۔ دیوتا مجھ سے راضی ہو چکے ہیں۔“

”دیوتا اب کبھی تجھ سے راضی نہیں ہوں گے سورکھ۔۔۔۔۔“ پورن لال دونوں ہاتھوں

کی مٹیاں بھیج کر صفے سے بولا۔۔۔۔۔ "تو میری آنکھوں میں دھول نہیں جمو تک سبک۔ تو نے بھینٹ کے سلسلے میں کالی سے دھوکا کیا ہے۔ دیوی نے مجھ کو یہی بتایا ہے۔ دیوی بھی بھوت نہیں بول سکتی۔ اس کی ہفتی اپرم بار ہے۔"

پورن لال کی باتیں سن کر میرا ذہن لپٹنے لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان باتوں کا کیا مطلب نکالوں۔ لاجوتی نے مجھے میری بھینٹ قبول ہونے کی مبارکباد دی تھی لیکن پورن لال کچھ اور کہہ رہا تھا۔ کیا لاجوتی نے مجھ سے بھوت بولا تھا؟ کیا وہ مجھے دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتی تھی؟ پورن لال کو اصل حالات کا علم کس طرح ہوا تھا؟ اگر وہ دودھ کوئی کر رہا تھا تو میرے منتر اس پر کیوں نہیں اثر کر رہے تھے؟ وہ لاجوتی کو بے ہوش کرنے میں کس طرح کامیاب ہو گیا۔۔۔۔۔؟ میرا ذہن قلابازیاں کھا رہا تھا کہ پورن لال نے عقارت بھری نظروں سے میرے اوپر ڈالنے ہوئے انتہائی نفرت سے کہا۔ "میرا آدمی! میں نے چاہا تھا کہ تجھے منٹس سے بچا رہا ہوں۔ میں تجھے اپنا مہمان سیوک بنانے کے پنے دیکھ رہا تھا۔ مجھے وشواش تھا کہ میں نے تجھ پر جو محنت کی ہے وہ برباد نہیں ہو گی۔ پر تو تیرے من میں 'کھوت' تھا۔ تو نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ تو نے ایک اہرا کے سندھ جال میں پھنس کر میرا اہلن کیا۔ تیرے کارن دیوی دیوتا مجھ سے روٹھ گئے، پر تو آج تو نے منہ کی کھائی ہے۔ اگر تو نے کالی کے چروں میں بھینٹ دی ہوئی۔ تو دیوی دیوتا تجھے ممان ہفتی دان کر دیتے۔ کالی کی کہا تجھے بلوان کر دیتی۔ لیکن تیرے من میں کھوت تھا تو نے کالی کے ساتھ بھی دھوکا کیا۔ تو نے اپنی سندھ ناری کو کالی کے چروں سے دور کر دیا۔ تو نے دیوی دیوتاؤں کے ساتھ بھی چل کپٹ سے کام لیا ہے۔ تو نے ممان نکیتوں کا اہلن کیا ہے کیونکہ میں آج تجھے ایسا کٹھ دوں گا کہ تو سدا بیاکل رہے گا۔ سارا جیون تجھے جمن نہیں پراپت ہو گا۔"

"تم کیواس کرتے ہو پورن لال۔" میں ہدائی انداز میں چیخ اٹھا۔۔۔۔۔ "میں نے فیصد کی بھینٹ کے سلسلے میں کالی کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا۔ میرے من میں کوئی کھوت نہیں تھا۔ لاجوتی نے کہا تھا کہ میری بھینٹ سو بیکار کر لی گئی ہے۔ تم کہتے ہو کہ دیوی دیوتا مجھ سے ناراض ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ میرے ساتھ تم نے اور لاجوتی نے مل کر دھوکا کیا ہے۔ تم دونوں کہتے ہو۔ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تمہارے منہ پر تھوکتا ہوں۔ تم ممان نہیں بے ایمان ہو۔ تمہارے فریضے دنا باز۔ تم دیوی دیوتاؤں کے سچے سیوک نہیں، تم اپنے دھرم کے آگے ہر کھک کا نیکو ہو۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ دیوی میرے ساتھ ہے۔"

کالی مجھ سے منہ نہیں پھیر سکتی۔ دیوتا جانتے ہیں کہ میرا من پوتر ہے۔ حرام کے حکم تو میرے راستے کا پتھر ہے آج میں تجھے بیشہ کے لئے اپنے راستے سے ٹھوکر مار کر علیحدہ کر دوں گا۔ تیرا گندہ وجود خاک میں ملا دوں گا۔"

میری حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ پورن لال یقینی طور پر مجھے دیوی دیوتاؤں کے راستے سے بھٹکانے کے لئے اپنی سیدھی بکواس کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ سراسر غلط تھا۔ ہدائی انداز میں چلاتے ہوئے میں نے پورن لال پر حملہ کر دیا۔ میرا ارادہ تھا کہ اس کو قتل کر کے اس کی ہڈیاں اڑا دوں گا لیکن مجھے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پورن لال نے فوری طور پر نہ جانے کیا منتر چڑھ کر میری جانب پھوٹا کہ میرے دھوتے ہوئے قدم جکڑ گئے۔ میں اپنی جمونک میں منہ کے بل فرش پر گرا۔ چوٹ شدید تھی۔ میری نظروں کے آگے اندھیرا پھیل گیا۔ کوئی رقیق شے بڑی تیزی سے میرے سر سے پھیل کر چرے کو آلودہ کر رہی تھی۔ غالباً میرا سر پھٹ گیا تھا۔ میں نے جھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے ایک شدید ٹھوکر میری ہڈیوں پر پوری قوت سے لگی۔ میں تڑپ اٹھا۔ پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے چاروں طرف آگ بجڑک اٹھی ہو۔ میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن سر سے بہتا ہوا خون دونوں آنکھوں میں بھر رہا تھا۔ مجھے کچھ نظر نہ آ سکا۔ البتہ آگ کے شعلے مجھے ہر لمحہ قریب آتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے بجائے کی کوشش کی لیکن پورن لال کے منتر کے بیروں نے مجھے پوری طرح جکڑ رکھا تھا۔ مجھے اپنا پورا وجود جھلٹا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ میں پاگوں کی طرح کرناک آواز میں چلانے لگا۔ مجھ پر بے ہوشی کے اثرات بڑی تیزی سے حاوی ہو رہے تھے۔ میرا ذہن ڈوب رہا تھا۔۔۔۔۔ میں اذیت ناک حالتوں سے دوچار تھا۔ اچانک مجھے ان کرناک لمحات میں ایک نسوانی قہقیر کی بھرپور آواز سنائی دی۔ میں نے ذہن پر زور دے کر اس آواز کو پہچانا چاہا۔ لیکن ذہن نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں نے ایک آخری چیخ ماری۔ پھر میرے سارے بدن کی طاقت گھپ اندھیروں کی آواز گرائیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔۔۔۔۔ میں بے ہوش ہو چکا تھا۔۔۔۔۔!!

میں پورن لال کے کٹھ سے کب تک دوچار رہا۔ مجھے اس کا حلقی احساس نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار جب غنودگی کی کیفیتوں کا بوجھ ہلکا ہوا اور میں ہوش میں آیا تو میرا سارا جسم پھوڑپھوڑ کی طس دور کر رہا تھا۔ ایک ایک جواز رستے ہوئے بیسور کی صورت اذیت پہنچا رہا تھا۔ پہلی بار جب میں نے پاگوں کو دیکھا تو دھند کی دیر چادر میرے اور ماحول کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو گئی۔ سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ

پورن لال تھا۔ میرے سامنے سینہ تانے کھڑا رہے مجھے خفارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ اس وقت میں کسی انداز آسانی کی خواہش میں تھا۔ جہاں کی ہر شے اپنی امارت کا اعلان زبان حال سے کر رہی تھی۔ میں نے ذہن پر نود ڈال کر سوچنے کی کوشش کی۔ میں کالی کے بڑے بیماری کی کٹی میں بے ہوش ہوا تھا۔ یہاں اس خواہش تک کیسے آگیا؟ ابھی میں ماحول کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک وہی نسوانی قہقہے کی مترنم گمراہ آواز میرے کانوں میں گونجی جو میں نے بیہوش ہوتے وقت سنی تھی۔ میں نے چونک کر آواز کی سمت نظر اٹھائی۔ پورن لال اور لاجپتی میرے سامنے کھڑے ایک دوسرے کے ساتھ پھینچر خانی کر رہے تھے۔ پورن لال نے لاجپتی کی کمر کے گرد ہاتھ کا حلقہ مضبوط کر رکھا تھا۔ اور لاجپتی اس حلقے کو توڑنے کی کوشش میں مستانہ وار بل کھا رہی تھی۔ سبک دہی تھی، بچل رہی تھی۔ زندگی سے بھرپور قہقہے لگا رہی تھی۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہوا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں جاپیں۔ میں اپنی آنکھوں سے لاجپتی کو اپنے دشمن کی بانوں میں بٹکتا نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن کوشش کے باوجود میں نے اپنی آنکھ بند کر سکا اور نہ دوسرے اپنی توجہ ہٹا سکا۔ پورن لال نے ایک جھٹکے سے لاجپتی کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور دالمانہ انداز میں اسے پیار کرنے لگا۔ لاجپتی نے بڑی بے حیائی سے خود کو پورن لال کے حوالے کر رکھا تھا۔ میرے دل پر چھریاں چل رہی تھیں۔ میں نہ جاننے کے باوجود سب کچھ دیکھنے پر مجبور تھا۔ کچھ دیر تک پورن لال، لاجپتی کے سندر اور کول شر سے کھیلتا رہا پھر اس نے اچانک میری طرف اشارہ کر کے لاجپتی سے پوچھا۔ ”لاجپتی کیا تو نے کبھی اس منٹ کو دیکھا ہے؟“

لاجپتی نے میری طرف تعجب خیز نظروں سے گھورا، کچھ دیر ہنسی پھوٹے گھورتی رہی، اس کی نظروں میں میرے لئے اجنبیت کا احساس چمک رہا تھا، کچھ توقف کے بعد اس نے پورن لال کی طرف دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ ”یہ کون کھینچ رہا ہے مہاراج؟ اس کی صورت اس قدر بھیاں کیوں ہے؟“

لاجپتی سے یہ جواب سن کر میرے دل پر ایک گولہ لگا۔ وہ میرے بارے میں کبھی اس قسم کے الفاظ استعمال کرے گی۔ میں نے خراب میں ایسا نہیں سوچا تھا۔ گھٹن کا احساس میرے لئے اور شدید ہو گیا۔ پورن لال نے لاجپتی کی بات سن کر قاتمانہ نظروں سے میرے چہرے پر ایک خفارت بھری نظر ڈالی۔ پھر لاجپتی سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”اس کچھو کا نام منوہر لال ہے، کبھی یہ بڑا سندر ہوا کرتا تھا۔ پرتو اب یہ اگر خود بھی اپنا چہو

دیکھتے تو نہیں پہچان سکتا۔“

”منوہر لال۔“ لاجپتی نے میری طرف نظریں اٹھا کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ایسا جان پڑتا ہے کہ مہاراج جیسے یہ نام میں نے پہلے بھی کبھی سن رکھا ہے۔ کہاں؟ یہ یاد نہیں آ رہا۔“

”تم نے اس کا نام اوٹ سنا ہو گا لاج۔“ پورن لال نے پھر بھری مسکراہٹ سے جواب دیا۔ پھر لاجپتی کو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ کر بولا۔ ”یہ مہاشے کبھی مہمان گھنٹی کے مالک تھے، ان کا شہ نام منوہر لال مہاراج تھا، ان کے ایک اشارے پر دھرتی کا سینہ کانپ اٹھتا تھا، یہ دیوی دیوتاؤں کے مہمان سیوک تھے، ایک بار اس نے مجھے بھی کٹ دیا تھا۔ اس سے اس کی گھنٹی اہم پار تھی، پرتو اب یہ میرے چہروں پر بھکاریوں کی طرح پڑا ہے، اس کی ساری گھنٹی ختم ہو چکی ہے، اب یہ ایک حقیر کپڑے کی طرح ہے، میں جب چاہوں اسے چہروں تلے مسل کر خاک میں ملا سکتا ہوں۔“

”میں سمجھی نہیں مہاراج۔“ لاجپتی نے تعجب سے پوچھا۔ ”اگر یہ مہمان گھنٹی کا مالک تھا تو بھکاری کیسے بن گیا۔“

”دیوی دیوتاؤں کا کشت۔“ پورن لال خنقی سے بولا۔ ”اس مورکھ نے دیوتاؤں کو دھن دے کر اسے بھلا دیا تھا۔ اس نے کالی کے چہروں کی بیہوشی والیں لے لی تھی، اس پر اودھی نے گرو کو پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔“

”مہاراج۔ لاجپتی نے بدستور تحیرانہ لہجے میں پوچھا۔ ”اگر اس پالی نے دیوی دیوتاؤں کا اہم کیا ہے تو یہ اب تک زندہ کیوں ہے؟ تم اسے جلا کر بھسم کیوں نہیں کر دیتے مہاراج؟ اس پر اودھی کو ایسا سراپ وہ مہاراج کہ اس کی آتما بھی بیکل رہے۔ دھرتی اس کے بوجھ سے پلید ہو رہی ہے۔ مہاراج اسے نرک میں بھونک دو۔“

”میں نے بھی پہلے یہی سوچا تھا لاجپتی، پرتو بعد میں، میں نے اپنا خیال بدل دیا، اس لئے کہ یہ ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہے، اس کا دھرم ہم سے الگ ہے۔ اس کی گندی آتما نرک کو بھی پلید کر دے گی۔“ پورن لال نے خفارت سے جواب دیا۔ ”دیوی دیوتاؤں نے اس مسئلے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسے ہاتھ پاؤں توڑ کر کسی گندی سوری (مائی) کے کنارے ڈال دیا جائے، اس کے بھاگ میں بریادیوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

”اگر یہ پلید منٹ ہے تو تم اسے یہاں کیوں اٹھا لائے ہو۔“ لاجپتی نے نفرت سے جھنوسیں سکڑتے ہوئے کہا۔ ”اسے اٹھا کر باہر پھینک آؤ مہاراج۔“

میرا دل خون خون ہو رہا تھا، لاجوئی بھی میری ہاتھوں میں بچلنا غر بھتی تھی۔ میری خاطر اس نے پورن لال کو بھی ٹھکرا دیا تھا، لیکن اب حالات کے ساتھ وہ بھی بدل چکی تھی۔ اس حد تک کہ مجھے پہچاننے سے بھی منکر ہو گئی تھی۔ وہ مجھے اپنی نظروں کے سامنے ایک بھکاری کی حیثیت سے بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، میرے دل پر گھونٹے لگ رہے تھے، میں ابھی لاجوئی کو صرت بھری نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا کہ پورن لال اٹھ کر میری طرف بیٹھا، اس کے چہرہ خطرناک ہو رہے تھے، میرے قریب آ کر اس نے میرے چہرے پر حقارت سے قہقہا بھرا تکی شدید ٹھوکر ماری کہ میں بلبلا اٹھا۔



ٹھوکر کی شدت سے بلبلا کر میں نے آنکھیں کھولیں تو خود کو سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر ایک بل کے قریب پڑا پایا۔ سورج کی حیر مدہنی سے میری آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں۔ میں ٹھیک طور پر اس شخص کے چہرے کو بھی نہ دیکھ سکا جو میرے قریب کھڑا تھا۔ میرے جسم کا ایک ایک حصہ درد سے پٹنا جا رہا تھا۔

”اے اٹھا ہے کہ دوں دوسری لائٹ۔“ ایک کرخت کواڑ میرے کانوں میں گونجی تو میں نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ میرے سامنے ایک ہٹا کٹا آدمی کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا میں نے کسی ہوئی نظروں سے قریب دجوار کا جائزہ لیا، میں اس وقت ایک بازار میں کسی دوکان کے سامنے پڑا تھا۔ وہ شخص جس نے مجھے بیداروں سے ٹھوکر رسید کی تھی غالباً اس دوکان کا مالک تھا۔ میں نے دوبارہ اس کی جانب رحم طلب نظروں سے دیکھ کر کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے گھرک کر کہا۔ ”جیل اٹھ دفع ہو یہاں سے“ سامنے مرنے کے لئے کیا بھی جگہ رہ گئی تھی۔“

اس کا لہجہ اس قدر سرد اور کرخت تھا کہ میں بری طرح سہم گیا، کراہ کر اٹھا اور ٹوٹکڑاتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ میری حالت اترو ہو رہی تھی، کپڑے تار تار ہو رہے تھے، سارا جسم جھلکا ہوا نظر آ رہا تھا، بھوک اور پیاس کے مارے حلق میں کانٹے سے پڑ رہے تھے، بار بار لکھوں کے سامنے اندھیرا پھیل رہا تھا، مجھے گزری ہوئی باتیں وہ رہ کر یاد آ رہی تھیں۔ میں انتقام کے ارادے سے پورن لال کو ٹھکانے لگانے کا کل کے منصوبہ کیا تھا، وہاں مجھے اپنے ارادے میں مایوسی ہوئی پورن لال کے بیڑوں نے مجھے بری طرح زد و کوب کیا تھا۔ مجھے اپنے گرد آگ کے شعلے لپکتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، اس کے بعد میں نے پورن لال اور لاجوئی کو دیکھا تھا۔ لاجوئی نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا پھر پورن لال کی شدید ٹھوکر سے تھلا کر میں جاگ اٹھا تھا۔ خواب اور حقیقت کا یہ سارا استخراج میرے لئے بڑا اذیتناک تھا۔

میں، جو کبھی صاف فحش کا مالک تھا اس وقت بھکاریوں سے بدتر حالت میں اپنے وجود کا بوجھ منہائے ٹوٹکڑاتا ہوا ایک ہانڈی بازار سے گزر رہا تھا۔ میری کوئی منزل نہیں تھی

کوئی بار و مدگار نہیں تھا۔ مجھے خود اپنی حالت پر رونا آ رہا تھا۔ میں منور لال مدارج سے ایک بار پھر شیر حسن خاں بن گیا تھا، دیوی دیوتاؤں نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ میں نے حالات کے حصول کی خاطر بڑے پاپڑ پہیلے تھے، بڑی تکلیف جھیلی تھیں، بھد تک و دو کی تھی، میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا، دیوی دیوتاؤں کا ممان سبک بن گیا تھا، میرے قبضہ میں بیہوں کی ہفتی تھی، میں نے اجیت کمار کو اپنے منتروں سے کش دیا تھا، پورن لال جو میرا گرد تھا اسے نچا دکھایا تھا۔ ادنیٰ دیوی کو رام کر لیا تھا لیکن یہ تمام باتیں خواب بن کر رہ گئی تھیں۔ میں غالباً اب تک سراب کے پیچھے بھاگتا رہا تھا، مجھے پر اسرار قوتوں کو حاصل کرنے میں ایک طویل عرصے تک بھٹکانا پڑا تھا تب کہیں جا کر میں نے کچھ حاصل کیا تھا۔ مجھے پتھروں کے آگے سر جھکانا پڑا تھا، مجنتوں کی پرستش کرنی پڑی تھی، دیوتاؤں کے آشیرداد کی خاطر جگل جگل سمرا سمرا گھومتا پڑا تھا۔ لیکن یہ تمام باتیں ایک سنہری فریب تھیں، ایک خوبصورت دھوکا تھیں، ایک بھیا تک خواب تھیں جس کی تعبیر پلک جھپکنے میں میرے سامنے آشکار ہو گئی، چند منٹوں میں میری برسوں کی منت اکارت ہو گئی، لمحوں میں دنیا بدل گئی، منٹوں میں سب کچھ برباد ہو کر رہ گیا، گرد فریب کے طویل دن کس قدر جلد بیت گئے تھے اور اب حقیقت کا ایک ایک لمحہ کس قدر طویل اور ناقابل برداشت ہو کر رہ گیا تھا۔

میں فٹ پاتھ پر لٹکڑاتا ہوا آگے بڑھتا رہا، بازار ختم ہوا تو بہتی شروع ہو گئی۔ میں نے ایک بجلی کے کیمبے کا سارا لٹکر اپنے گرتے ہوئے وجود کو عارضی طور پر سنبھالا۔ میرا سانس بری طرح پھول رہا تھا، میں نے پھر اپنے باطنی پر نظر ڈالی جہاں ہر سمت گپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ میں نے جھلا کر آنکھیں بند کر لیں میرے ذہن میں فیملہ کا تصور ابھرا، مسکراتا ہوا معصوم اور دلکش چہرہ، اس کی آنکھوں میں میرے لئے پیار چمک رہا تھا، اس کی نظروں میں میری محبت کا غبار موجود تھا، وہ چاہت بھری نظروں سے مجھے گھور رہی تھی، میں نے حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھا تو میرے تصور میں ابھرا ہوا فیملہ کا چہرہ پل بھر میں کھلا گیا، اس کے ہونٹ کپکپائے، وہ تڑپ کر بول۔ ”شیر، تم نے مجھے پا کر کھو دیا، تم نے میری محبت کا جواب نفرت سے دیا، تم نے مجھے بچان پتھروں پر قربان کر دیا، جاا، تم نے ایسا کیوں کیا شیر؟ تم انسان تھے پھر کیسے بن گئے؟“

میں نے گہرا کر آنکھیں کھول دیں، زندگی کی گھما گھمی میرے سامنے جاری تھی۔ میں نے اپنی فیملہ کے بارے میں سوچا، فیملہ جس نے مجھے سارا دیا تھا، زندگی کی رنگینیاں بخش تھیں، محبت کی ملاوتوں سے میری زندگی کو جلا بخشی تھی لیکن میں نے اس کی دھاتوں کو

حالات کے نشے میں ٹھکرا دیا۔ میں لاجوتی کے حسن کے فریب میں جلا ہو کر سب کچھ بھول گیا، فیملہ کو بھی۔ پھر وہ مجھے دوبارہ اس وقت نظر آئی جب ادنیٰ دیوی نے کالی کے چروں کے لئے مجھ سے بیعت طلب کی۔ میں نے فیملہ کو کالی کے قدموں پر بیعت چڑھانے کے لئے دوبارہ تلاش کیا۔ میں اسے کالی کے مندر تک لے گیا لیکن ایک سفید ریش بوڑھے نے نمودار ہو کر میرا راستہ روک لیا، فیملہ کو مجھ سے جبین لے گیا، لاجوتی نے مجھ سے کہا تھا کہ دیوی نے میری بیعت سو بکار کر لی ہے لیکن وہ سراسر جھوٹ تھا، پورن لال کی باتوں نے میری آنکھیں کھول دی تھیں، وہ بوڑھا کوئی لودری تھا، جو فیملہ کو بیعت چڑھنے سے بچالے گیا تھا۔

”کون تھا وہ بوڑھا؟“ کون تھا وہ پر اسرار شخص؟ کون تھا وہ سفید دراز ریش جس نے ایک پل میں میرا سارا سکون جبین کر مجھے بربادوں اور پستیوں سے بھٹکار کر دیا تھا؟ کون تھا وہ؟؟“

میرا ذہن الجھنے لگا، میں نے اپنی زندگی کی ابھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن اور الجھتا گیا، میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا، مجھے اب بھی شبہ تھا کہ جو کچھ میں اب دیکھ رہا ہوں کس وہ بھی کوئی بھیا تک خواب تو نہیں؟ میں ابھی اپنے ہست وجود پر غور کر رہا تھا کہ ایک سپاہی میرے سامنے آ کر رکا۔ اس نے جن نظروں سے مجھے گھورا ان میں میرے لئے نفرت اور حقارت کا مالا جلا احساس موجود تھا، مجھے اس کی سخت نظریں اپنے جسم میں جھپتی محسوس ہوئیں۔ میں نے سپاہی کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اس کے ساتھی کو دیکھا جو شکل و صورت سے کوئی مہاجن نظر آتا تھا، اس کے تپور بھی میرے لئے خطرناک تھے، نہ جانے کیوں وہ دونوں مجھے مشکوک نظروں سے گھور رہے تھے، میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں، مجھے اپنا دم سینے کی گھرائیوں میں گھٹا محسوس ہوا۔ پریشان کن خیالات نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ میں ابھی اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا کہ سپاہی نے کرحش آواز میں پوچھا۔

”کون ہے تو؟ کیا نام ہے تیرا؟“

”میں ————— میں —————“ میں بھلا کر رہ گیا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں سپاہی کو اپنا کیا نام بتاؤں، حالات نے مجھے اس قدر دل شکستہ کر دیا تھا کہ میری زبان پر آتے پڑ گئے تھے۔

”بھلا کیوں رہا ہے کیسے۔“ سپاہی نے میری بوکھلاہٹ کو مشکوک نظروں سے دیکھتے

ہوئے کمرج کر کلا۔ "سیدھی طرح میری بات کا جواب دے" نہیں تو چڑی اوجڑ کر رکھ دوں گا۔"

"میرا نام ————— شیر حسن خاں ہے۔" میں نے سیدھے لہجے میں جواب دیا۔

"اس علاقے میں کب سے بھیک کا دھندا کر رہا ہے۔" سپاہی نے دوسرا سوال کیا۔ میں ایک بار پھر گڑبگڑا گیا، سپاہی نے مجھے پوچھا کہ دیکھا تو تیسرا سوال کر ڈالا "کل رات تو کہاں تھا؟"

"میں ————— کالی کے بڑے مندر ————— میں کچھ کتے کتے بھگت خاموش ہو گیا مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لیکن اب کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا، حیرت کان سے نکل چکا تھا، سپاہی نے اپنی مونچھوں پر ہنسنے لگا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا مہاشے کہ تم وہ نہیں جو نظر آ رہے ہو، شیر حسن خاں کالی کے پوتہ مندر سے کیا سمجھو۔"

"مہاشے ————— میں ————— بھکاری نہیں ہوں سپاہی جی" میں نے جلدی سے اپنا بچاؤ کرنے کی خاطر کہا تو سپاہی زہر خند سے بولا۔ "صورت ہی سے کسی مہاراج کے پوتہ نظر آ رہے ہو۔"

"مجھے تو شکل ہی سے یہ کوئی اٹھائی گیزا جان پڑتا ہے۔" مہاشے نے انہی نے عقارت سے کہا۔ "ایسے ہی منٹش بھی بدل کر چوری اور ڈاکے مارتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے سینہ جی کے ہاں ڈاکہ مارنے والوں میں اس کا بھی ہاتھ ہو۔"

"میں بھی آج پہلی بار اس رنگے سیار کو اس علاقے میں دیکھ رہا ہوں۔" سپاہی نے تائید کرتے ہوئے خشک لہجے میں کہا پھر مجھے کہا جانے والی نظروں سے گھور کر بولا۔ "مہاشے کہاں ہو؟"

"میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا، جب مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ اچانک میں اس حالت کو کس طرح پہنچ گیا تو دوسروں کو بھلا کیا تا سکتا تھا، میری ہچکچاہٹ نے سپاہی کو اور طرح دی، کڑک کر بولا۔ "سینہ گوند داس موتی والے کا نام بھی سنا ہے۔"

"جن ————— نہیں۔" میں نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں کسی سینہ گوند داس موتی والے سے واقف نہیں ہوں۔"

"مہاشے، سیدھی طرح کل جاؤ۔" سپاہی نے میرے قریب آتے ہوئے راز دار

لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے اپنے دوسرے ساتھیوں کا نام مجھے بتا دیا تو ہم نہیں سرکاری گواہ بنا کر بچا لیں گے پر تو اگر تم نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو پھر ہمیں ٹیڑھی انگلیوں سے کھٹی کٹانا بھی آتا ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم سپاہی جی۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں قسم کھاتا ہوں کہ میں بے قصور ہوں، میرا کسی چوری یا دیکھتی سے کوئی تعلق نہیں، میں بے قصور ہوں۔"

"مکھوس بند کر، بے قصور کا بچہ۔" سپاہی نے ایک بھر پور ہاتھ میری گدی پر دھید کرتے ہوئے کہا "تیرے تو پتا بھی تھا نے چل کر اپنی جی کٹھاٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

سپاہی کا ہاتھ اس قدر بھر پور اور اچانک تھا کہ میں تیرہ کر منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اہل اچانک افتاد نے میرے منہ سے ارسلان بھی خطا کر دیئے تھے، میں نے اپنے ڈوبتے ذہن کو سنبھال کر اپنے بچاؤ میں کچھ کتنا چاہا لیکن میری ایک نہ چل۔ سپاہی نے دوسرے لوگوں کے ذریعے مجھے پکڑ کر ایک ٹیکسی میں ڈالا اور تھانے لے گیا، راستے بھر دلات اور گھونٹوں سے میری خاطر مدارات کرتا رہا، تھانے پہنچ کر ایک بار پھر مجھے اپنی صفائی کا موقع ملا۔ لیکن حالات نے مجھے بے بس کر دیا۔ میں نے جو کھلی سنائی اس پر خود مجھے بھی شبہ تھا، تھانے دار نے مجھے حوالات میں بند کر دیا جہاں رات بھر سینہ گوند داس موتی والے کے ہاں پڑنے والے ڈاکے کے سلسلے میں میری زبان کھولنے کی خاطر مجھ پر سختیاں توڑی گئیں، میں کتنی بار بیہوش ہوا اور کتنی بار غالموں نے مجھے سرد پانی کے چھینٹے دے کر ہوش میں لانے کی کوشش کی مجھے مطلق یاد نہیں، میری داد فریاد سب رائیگاں گئی۔ دو روز بعد مجھے ڈرا دھمکا کر چند دوسرے مجرموں کے ہمراہ عدالت میں پیش کیا گیا، میرے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کا کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے مجھے بھی سزا ہو گئی مجسٹریٹ نے مجھے دیکھتی کے جرم سے بری الذمہ قرار دیا تھا لیکن بھیک مانگنے کے جرم میں دو ماہ قید سخت کا حکم سنایا!!

دو ماہ کی یہ قید میری زندگی کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ بن گئی۔ ممکن ہے آپ میری اس بات کو سکر سکرانیں اور میری صبح الصافی پر شبہ کریں لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا ایک ایک لفظ میرے دل کی آواز ہے اور حقیقت پر مبنی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جیل جانے سے موت بہتر ہے لیکن میں نہیں مانتا، میں اپنے بارے میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر میں جیل نہ گیا ہوتا اور خانہ کشتی سے نکل آ کر کتاہی کی موت مر گیا، آتا تو آج میری یہ داستان دوسروں کے لئے داستان ہجرت کس طرح بن سکتی تھی؟ میں

نے جیل میں جن مشکلات کا سامنا کیا وہ خدا میرے دشمنوں کو بھی نصیب نہ کرے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان مشکلات نے میری اصلاح کی میں نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا مجھے جیل کے ایک ایک ذرے سے محبت ہو گئی اسی جیل نے مجھے جینے کا سہارا دیا تھا اسی نے مجھے پھر سے انسان بنا دیا جس کا ذکر میں آنکھ کر رہا تھا۔

جیل جانے کے بعد مجھے شروع میں دو ہفتے تک علاج کے لئے ہسپتال میں رکھا گیا پھر جب میری حالت سدھر گئی تو مجھے ہسپتال سے جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں مجھ سے سخت محنت لی گئی سپاہیوں نے مجھ پر ظلم توڑے اٹھتے بیٹھتے جوتے لات اور گندی گندی گالیوں سے لوڑا جاتا لیکن میں یہ سب کچھ سننے اور برداشت کرنے کے لئے مجبور تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میں نے ایک سنتری کو ہاں کی گالی دینے پر محض بدلی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔ اس گھورنے کے جرم میں مجھے اس بری طرح مارا گیا کہ قہر بھلی دو روز تک مجھے ایک وقت کی روٹی ملی پھر جب میں گالیاں سننے اور مار کھانے کا عادی ہو گیا تو میری ٹوہڑا بحال کر دی گئی۔

غرضیکہ جیل کی زندگی نے مجھے مشقوں کا عادی بنا دیا۔ شبیر حسن خاں جو ایک باعزت گھر کا چشم و چراغ تھا کیسی کیسی صبر آزما گزروں سے گزرا تھا کیسی کیسی معیتوں سے دو چار ہوا تھا پہلے وہ مسلمان تھا پھر حالات نے اسے ہندو بننے اور پتروں کو پوجنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بھی ایک سراپ تھا جس کے پیچھے میں ایک عربی تک بھاگتا رہا آنکھیں بند کئے دوڑتا رہا اور جب سراپ کا ظلم ٹوٹا تو جیل کی زندگی نے وہی سسی کسر بھی پوری کر دی۔ اب ایسا شخص بن کر رہ گیا تھا جس کا کوئی مذہب نہیں تھا کوئی دھرم نہیں تھا کوئی منہل نہیں تھی جس کا اسی ایک ہولناک مگر حسین خواب تھا۔ جس کا حال ایک الٹناک اور جبرناک حقیقت تھی اور جس کے مستقبل کا کوئی پتہ کوئی نشان نہیں تھا۔ آج بھی وہ دن یاد آتے ہیں تو میں سر تا پا لرز اٹھتا ہوں میری آنکھیں ترناک ہو جاتی ہیں میں چروں اپنی کتاب زندگی کے گرد آلود درقوں کو الٹا پلٹا رہتا ہوں اور جب تھک ہار کر بڑھ حال ہو جاتا ہوں تو ذہن سے ان باتوں کو جھٹک دیتا ہوں۔ ہر حال اب میں پھر اصل واقعات کی سمت آتا ہوں تاکہ پڑھنے والوں کی دلچسپی برقرار رہ سکے!

جیل کی دو ماہ کی مصوبتیں بھیلنے کے بعد جب میں کھلی فضا میں باہر آیا تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے میں کسی نئی دنیا میں آ گیا ہوں۔ ہر چیز میری دیکھی بھالی جانی پہچانی تھی لیکن نہ جانے کیوں اجنبی اجنبی لگ رہی تھی۔ میں نے ایک الوداعی نظر جیل کے بوے پچانک پر

والی اور تن بتدیہ وہاں سے چل پڑا میری کوئی منزل نہ تھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا کوئی ایسا ٹھکانہ نہ تھا جہاں بیٹھ کر دو گھڑی سکون کا سانس لے سکتا۔ قیسمہ کی یاد ہر حال ابھی تک میری زندگی سے وابستہ تھی۔ دو تین روز تک میں نے جن مشکلات کا سامنا کیا وہ میرا دل ہی بتر جاتا ہے۔ دن بھر میں مرگوں اور گلیوں کی خاک چھاندا پھرتا لوگوں کے آگے دست سوال دھار کر آتا تو لوگ مجھے جھڑک دیتے مجھے تندرست و توانا دیکھ کر کوئی ہیک دنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اگر میں محنت و مزدوری کے ارادے سے آگے بڑھتا تو لوگ مجھے چور اٹھائی گھبرا سبھ کر کڑا کر نکل جاتے تھے۔ غرضیکہ دو تین روز تک میں دن بھر فالتے کرتا رہا اور پانی پی کر گزارا کرتا رہا رات آتی تو کسی دربان گوشے میں پڑا رہتا اور صبح ہوتی تو پھر قسمت آزمائی کے لئے اپنے ہی جیسے مانوس چروں کے درمیان آکر بیٹھنے لگتا۔ ایک دو بار تو میرے ہی میں آیا کہ ابکی بار دیدہ و دانستہ کسی جرم کا ارتکاب کروں اور پھر جیل چلا جاؤں جنہیں گالیوں اور جوتوں کی بیخار کے بعد روکھی سوکھی تو میرا آ جاتی تھی لیکن شاید میرا ضمیر ابھی زندہ تھا یا پھر قدرت کو کچھ اور منظور تھا جو میں چاہنے کے بلجود کسی جرم کا ارتکاب کرتے گھبراتا تھا۔

چوتھے دن میں پھر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہا لیکن کسی کو میری حالت پر رحم نہ آیا۔ میرے خیالات باقی ہونے لگے میں نے طے کر لیا کہ آج بھی مجھے ایک وقت کی روٹی نصیب نہ ہوگی تو کل یعنی طو پر کوئی جرم کر کے جیل جانے کی کوشش کروں گا۔ میں ان ہی خیالات میں غرق ہونٹ چپاتا ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی سے ٹکرا کر رک۔

”بھینے کیا میری آنکھیں پھوٹ گئی ہیں مجھے بھی پلید کر دیا۔“ ایک حقارت بھرا جملہ میرے کانوں میں گونجا میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے زخم جو وقت کی کھرید جم جانے سے دب گئے تھے ایک ہی غصے میں پھر سے ہرے ہو گئے۔ میری مٹھیاں آپ ہی آپ بند ہو گئیں میرے خون کی مدت بڑھ گئی میری آنکھوں سے نفرت کے شعلے بلند ہونے لگے انتقام کی آگ بجڑنے لگی میں جس شخص سے ٹکرایا وہ پورن لال تھا۔ وہی پورن لال جس نے میری زندگی میں زہر کا چھ بویا تھا مجھے سراپ کا راستہ دکھایا تھا اور پھر اچانک بلند یوں سے اٹھا کر پیتوں کی جانب پھینک دیا تھا۔ نظروں چار ہوئیں تو پورن لال ایک ٹانے کو چونکا پھر حقارت سے منہ بنا کر بولا۔ ”تم؟“ میرا خیال ہے کہ میں تم کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔“

خوشی مجھے اپنی پریشانی سے کہیں زیادہ تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ راہ گیر ہمارے ساتھ ساتھ گئے رہے پھر وہ اپنی اپنی راہ چل دیے پولیس والا اگلے ہاتھ سے میرے ہاتھ پر گرفت مضبوط کئے ہوئے تھا سیدھے ہاتھ میں اسے اپنے ڈبڑے کو اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ اگر میں ذرا بھی چالاکی سے کام لیتا تو وہ ڈبڑا گھما دیتا۔ یوں بھی وہ مجھ سے زیادہ طاقتور تھا اس لئے اسے میری طرف سے کسی حماقت کی امید نہیں تھی۔ خود میں نے بھی ملے کر لیا تھا کہ خواہ خواہ کسی الجھن میں پھنسنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

سیدھی سڑک ملے کرنے کے بعد ہم بائیں جانب مڑے، تھانہ یہاں سے بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ لیکن جیسے ہی ہم موڑ پر پہنچ کر گھومے میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں بے گنت کئی گنا بڑھ گئیں، میری نظریں اس سفید دیش بزرگ کے چہرے پر جم کر رہ گئیں جو مجھ سے دس قدم کے فاصلے پر کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا تھا میں نے اس بزرگ کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی، یہ وہی بوڑھا تھا جسے میں کالی کے مندر کی میزبوں پر دیکھ چکا تھا۔ فیملی کو بھی پر اسرار بوڑھا اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اسی کے چہرے پر اس وقت بھی وہی جلال تھا جیسا میں پہلے دیکھا چکا تھا، مجھ پر کچھ عجیب سی کشیدگی تھی۔

اسی لمحے میں نے پولیس والے کو بھی بزرگ کی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ دونوں کی نظریں آپس میں ٹکرائیں۔ میں نے محسوس کیا کہ سنتری کی گرفت میری گلائی پر کمزور پڑ رہی ہے۔

سنتری لوہ پر اسرار بوڑھے کی نگاہیں چار تھیں۔ میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز ہو رہی تھیں، بوڑھے کو اپنے سامنے دیکھ کر مجھے اس بات کا احساس ضرور ہوا تھا کہ اسی نے فیملی کو مجھ سے چھینا تھا لیکن نہ جانے کیا وجہ تھی کہ غصہ آنے کے بجائے میں بوڑھے کو بڑی عقیدہ مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں عجیب کیفیتوں سے دو چار تھا۔ نامعلوم جذبوں سے سرشار ہر رہا تھا۔ چند ثانیوں تک سنتری بوڑھے کو گھورتا رہا پھر اس کی گرفت میر گلائی سے ہٹ گئی۔ اس نے مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”غیر جسی خاں۔۔۔۔۔ میں نے مختصراً“ جواب دیا۔

”کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ شخص اچانک کہاں غائب ہو گیا جس سے تم نبرد آزما تھے؟“ سنتری نے دوبارہ سوال کیا۔

”جس وقت وہ غائب ہوا میں تمہارے ڈبڑے کی ضرب سے تھلا رہا تھا۔“ میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ”جیسے یہ سوال وہاں موجود افراد سے کرنا چاہئے تھا سنتری جی۔“

”مجھے حیرت ہے۔“ سنتری نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مجھ کو بھی اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اچانک کہاں گم ہو گیا؟ کیا وہ تم سے پہلی بار ملا تھا؟ تمہارا جھگڑا کبھی بات پر شروع ہوا تھا؟“

”وہ خود ہی مجھ سے گھبرا گیا تھا پھر مار پیٹ شروع ہو گئی۔“ میں نے دیدہ و دانستہ پورن لال کے سلسلہ میں اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”وہ کون تھا؟ کہاں سے نمودار ہوا اور کہاں غائب ہو گیا مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔“

”میں تمہیں جان بوجھ کر وہاں سے ہٹا لیا تھا۔“ سنتری نے اچانک بڑی نرم زبان میں کہا۔ ”اگر تم وہاں رہتے تو فرقہ دارانہ فساد ہونے کا اندیشہ تھا، مجھے انوس ہے کہ میں نے تم کو قابو کر لینے کے لئے ڈبڑے کا استعمال کیا، بہر حال تم اب جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر فی الحال اس علاقے سے دور ہی رہنا چاہئے۔ تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔“

مجھے سنتری سے اتنی رحمت کی امید نہیں تھی۔ میں نے اسے حیرت بھری نظروں سے گھورا پھر پلیٹ کو اسی سمت دیکھا جہاں پر اسرار بوڑھا موجود تھا لیکن اب وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے سنتری کی موجودگی کو نظر انداز کر کے قدم بڑھا دئے قرب و جوار کی تمام گلیاں چھن ماریں مگر بوڑھا کہیں نظر نہ آیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ سنتری کے ہاتھوں میری گھو خلاصی اسی بوڑھے کی آمد کی وجہ سے ہوئی تھی، وہ یقیناً پر اسرار طاقتوں کا مالک ہو گا۔ میرا ذہن بوڑھے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے فیملی کو کالی کے مندر میں جانے سے کیوں روکا تھا؟ فیملی سے اس کی ذات کا کیا تعلق تھا؟ اگر وہ میرا دشمن تھا تو اسے دیکھ کر مجھے غصہ نہ آنے کیا وجہ تھی؟ وہ میرے سامنے اگر اچانک غائب کیوں ہو گیا؟ میں بوڑھے کے بارے میں سوچتا رہا، ”معا“ میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا، وہ آواز جو میرے کالوں میں پورن لال سے لڑتے وقت گونجتی تھی یقیناً اسی بوڑھے کی تھی۔ میں اس آواز کو کالی کے مندر کے باہر میزبوں پر بھی سن چکا تھا، اسی آواز نے فیملی کو لاجوئی کے سحر سے آڑلو کر کے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کیا تھا۔ اسی آواز نے مجھے پورن لال کے گندے ہیروں کے کالے جالو سے نجات دلائی تھی، اسی پر اسرار آواز نے مجھے نہ صرف پورن لال سے لڑنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ میرے ہاتھوں پورن لال کی مٹی بھی پلید کرائی تھی۔ لیکن پھر پورن لال اچانک کہاں غائب ہو گیا تھا؟ کیا

اسے فرار کا موقع بھی اسی پر اسرار بوڑھے نے فراہم کیا تھا؟ میرا ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔ میں جس قدر بوڑھے کے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کرتا میرا ذہن اتنا ہی الجھتا جاتا۔ بھوک و پیاس سے میری حالت ابتر ہو رہی تھی، مجھے سنتری سے گھر خلاصی کا افسوس ہوا، مگر وہ پر اسرار بوڑھا درمیان میں نہ آ جاتا تو میں ممکن تھا کہ مجھے دوبارہ جیل نصیب ہو جاتی اور میری بھوک پیاس کا مسئلہ ضرور حل ہو جاتا۔ بے بسی کے احساس نے مجھے تڑپا دیا۔ حالات کے تشیب و قرار نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ کبھی میرا نام سن کر بڑے بڑے پڈت پجاری کلنپ اٹھتے تھے، مجھے ہریت پر قدرت حاصل تھی۔ میرا ایک معمولی اشارہ انسانی کو ہولی بنا دیا کرتا تھا لیکن آج میں بھوک و پیاس سے بے رحمت ہو رہا تھا۔ میرے پاس تن ڈھانچے کو پوری طرح کوئی لباس بھی نہ تھا، میں دانے دانے کو محتاج ہو رہا تھا۔ میرا ذہن ابھی متنازع خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ قریب سے اذان کی آواز ابھری اور میں تیزی سے قدم اٹھاتا آواز کی جانب پکا سامنے والی گلی عبور کر کے کشادہ سڑک پر آیا تو مسجد میرے سامنے تھی مسلمانوں کی عبادت گاہ، میرے قدم بکھٹ رک گئے۔ میں نے حسرت بھری نظروں سے مسجد کی جانب دیکھا، میرا دل خوف سے کانپ اٹھا اذان کی آواز کب ختم ہوئی مجھے اس کا مطلق احساس نہ ہوا، مسجد نمازیوں سے کب خالی ہوئی مجھے یہ بھی یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ میں اپنی جگہ کھڑا آنسو بہا رہا تھا کہ کسی نے مجھے بازو سے پکڑا اور میں ہوش میں آگیا۔ ایک اوجیز عمر کا شخص میرے قریب کھڑا مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر وہ بھی آسودہ حال نہ تھیں آ رہا تھا لیکن اس کی نگاہوں میں میرے لئے ہمدردی کا جذبہ ضرور موجود تھا، قفل اس کے کہ میں اس سے کچھ کہتا وہ از خود مجھ سے مخاطب ہوا۔

”تم مجھے بہت دیکھی معلوم ہوتے ہو میرے بھائی! کیا میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں؟“

نوادار کی زبان سے ہمدردی کے دو بول اور بھائی کا لفظ سن کر میرا دل بھر آیا۔ آنسوؤں کا تھما ہوا سیلاب اٹھ پڑا، نوادار نے مجھے تسلیاں دیں اور اپنے ساتھ مسجد کی پشت پر بنے ہوئے ایک نیم پٹنہ مکان میں لے گیا جہاں وہ تھا رہتا تھا۔ اس نے میرے سامنے کھانا لاکر رکھا تو میں دیوانوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ وہ خاموش بیٹھا میری ایک ایک حرکت اک جائزہ لیتا رہا۔ جب میں سیر ہو کر کھانا چکا تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسجد کا موزن ہے اور اس مکان میں تھا رہتا ہے۔ اس کے اصرار پر میں نے بھی اسے اپنے مختصر حالات

سے آگاہ کیا۔ موزن جس کا نام باقر علی تھا حیرت سے میری داستان سنتا رہا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

”شیر حسن خاں، تم نے اچھا کیا جو اپنی داستان مجھے سنا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا۔ جو کچھ ہوا اب اسے بھول جاؤ۔ تم ایک مسلمان ہو اب بھی اگر بچے دل سے خدا کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگو تو کیا عجب ہے کہ وہ نکور مطلق تمہاری توبہ قبول کر لے اور تم کو سکون قلب میسر آ جائے۔“

باقر علی کے سمجھانے بجھانے پر میں اسی کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو گیا۔ دوسری صبح میں نے نماز کو باقر علی کے پرانے کپڑے پہنے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھا دی۔ اس وقت میری جو کیفیت تھی وہ میرا دل ہی بہتر جانتا ہے۔ نماز کے دوران مستقل میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، خوف اور دہشت سے میرا برا حال تھا۔ نہامت کے احساس نے مجھے جھنجھوڑ کر بے حال کر دیا تھا۔ میں شرم سے زمین میں گڑا جاتا تھا جب نماز ختم ہوئی اور نمازی مسجد سے چلے گئے تو میں خدا کے حضور سرسجود ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھ پر رقت طاری تھی لیکن اس دہائی میں ایک سکون تھا، وہ سکون جو اس سے پہلے مجھے کبھی میسر نہیں آیا تھا۔ میں نہ جانے کب تک ان کیفیتوں سے دوچار رہا پھر جب باقر علی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”شیر حسن!“ باقر علی نے میری آنکھیں میں نہامت کے آنسو دیکھ کر ہڈی زری سے کہا۔ ”مجھے بڑی خوشی ہے کہ تمہیں بہت جلد اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ تمہارے یہ آنسو رائیگاں نہیں جائیں گے، خدا نے چاہا تو تمہاری خوشیاں تمہیں ضرور واپس مل جائیں گی۔“

”میں تمہارا احسان مند ہوں باقر علی جو تم نے مجھے سہارا دیا۔“

”بندے کی کیا مال کہ وہ کسی کو سہارا دے سکے جو کچھ ہوا وہ خدا کی مرضی سے ہوا، مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ تم نے میرا کہا مان لیا اور میرے ساتھ رہنا قبول کر لیا۔“

غرضیکہ باقر علی کی وفات نے مجھے زندہ رہنے پر مجبور کر دیا۔ میں شیر حسن خاں جو طاقت کے نشے میں اندھا ہو کر اپنے مذہب کو چھوڑ کر دیوبند کے چکر میں الجھ گیا تھا، منوہر لال مہاراج بن گیا تھا، ایک مدت تک سراب کے پیچھے اندھوں کی طرح بھاگتا رہا تھا، آخرش پھر اپنے مرکز کی طرف لوٹ آیا تھا۔ میرے گناہوں کی ٹرینٹ طویل تھی، اس لئے

میں یاد آتی میں ہمہ وقت ڈوبا رہتا اور اپنے گناہوں... "تا رہتا" رات رات بھر
سجود میں پڑا گزرتا رہتا" اپنے سیاہ اعمال سے کو دھونے کے لئے آنسوؤں کو روکنے کا
لانا رہتا" مجھے اس روئے اور گزرتا میں جو لطف ملا اس کے آگے دنیا کی تمام آسائشیں
بچ ہیں۔ قاروں کا خزانہ بھی ان آنسوؤں کا محل ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی
جب مجھے نیر کے یاد آتی تو میں تڑپ تڑپ کر رہ جاتا۔ نیر! جس نے مجھے زندگی کا سارا
دیا تھا نہ جانے کہاں تھی؟ ایک دو بار میں نے ہاتھ باتوں میں باقر علی سے اس پر اسرار
بوڑھے کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا جو میری گناہ آلود زندگی میں ایک نیا سوزن کر
سانے آیا تھا لیکن باقر علی نے ہر بار مجھ سے یہی کہا کہ محض طے کی بنا پر وہ اس بوڑھے
کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔

مجھے باقر علی کے ساتھ رہنے ہوئے تین ماہ بیت گئے اس عرصے میں میرے اندر
نمایاں تبدیلی ہوئی۔ سوائے عبادت کے مجھے کسی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ خالی وقتوں
میں باقر علی مجھے قرآن پڑھاتا اور اس کی تفسیر سے آگاہ کرتا۔ غرضیکہ ان تین مہینوں میں
میری زندگی کا رخ پوری طرح بدل چکا تھا۔ میں نے اپنے مذہب کے بارے میں بہت کچھ
سیکھ لیا تھا۔ اپنے ماضی کی باتوں کو میں بیکسر فراموش کر چکا تھا مگر ایک دن ایک ایسا واقعہ
پیش آیا جس نے مجھے پھر الجھا دیا۔ اس روز میں صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ملاوت کے
ارادے سے حجرے کی طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک سترہ اٹھارہ سال کا لڑکا مسجد
میں داخل ہوا۔ مسجد میں اس وقت میرے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اس خیال سے کہ ممکن
ہے وہ لڑکا پیش امام کے پاس کسی فرض سے آیا ہو گا میں رک گیا۔ لڑکا سیدھا میری طرف
آیا اور کچھ توقف کے بعد جھنجکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے شبیر حسن خاں سے ملنا ہے کیا آپ مجھے لے کر جاتے ہیں؟"

لڑکے کی زبان سے اپنا نام سن کر مجھے حیرت ہوئی، میں نے اس لڑکے کو زندگی میں
پہلی بار دیکھا تھا۔ ایک لمحے کو میں نے اسے غور سے سر تپا دیکھا پھر سنجیدگی سے پوچھا۔
"تجھے شبیر حسن سے کیا کام ہے؟"

"مہم چونکہ غنی نوعیت کا ہے اس لئے میں آپ سے اس کا تذکرہ نہیں کر سکتا۔"

لڑکے نے مجھے اور الجھا دیا۔ میں سوچنے لگا آخر وہ لڑکا کون ہے اور مجھ سے کیا جانتا ہے؟ نہ
پہلے کیوں میرے دل کی رفتار تیز ہونے لگی میں نے کچھ تامل کے بعد کہا۔

"میرا ہی نام شبیر حسن خاں ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تم میرے لئے اجنبی ہو" اس کے

ملاوہ یہاں کوئی میرا ایسا واقف کار بھی نہیں جس نے تمہیں میرے پاس کسی ضرورت سے
بھیجا ہو۔ ہر حال تم کتنا چاہتے ہو تو کہہ سکتے ہو۔"

لڑکا میرے جواب سے مطمئن نہ ہو سکا۔ میری تصدیق کی خاطر وہ حجرے میں جا کر پیش
امام سے ملا پھر واپس آکر مجھ سے بولا۔ "مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے آپ کے بیان کو
تسلیم نہیں کیا۔ معاملے کی نوعیت کچھ ایسی ہی تھی کہ میں اسے کسی غلط آدمی کو نہیں بتا
سکتا تھا۔"

"ہر حال لب تم نے میرے بارے میں تصدیق کر لی ہے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے
دل سے کہا۔ "کو کیا بات ہے؟"

"کیا آپ نیر نامی کسی خاتون سے واقف ہیں؟" لڑکے نے بڑی راز داری سے
دریافت کیا۔ نیر کا نام سن کر میں چونک پڑا۔ وہ ٹھنی ہوئی غریبوں کی واپسی کے قصور نے
مجھے خوشی سے بے حال کر دیا۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔

"کیا تم جاننے ہو کہ نیر کہاں ہے؟"

"جی ہاں۔" لڑکا سنجیدگی سے بولا۔ "میں نیر خاتون کے پردس میں رہتا ہوں اور اس
وقت ان ہی کی درخواست پر آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"جلدی بتاؤ کہ نیر کہاں رہتی ہے۔" میں نے خوشی سے بے قابو ہو کر کہا۔ "مجھے
اس کے پاس لے چلو" میں قطعاً یہ احسان تمام مرید اور رکھوں گا۔"

"اس وقت آپ کا وہاں جانا مناسب نہ ہو گا۔" لڑکے نے بدستور سنجیدگی سے جواب
دیا۔ "اگر آپ وہاں گئے تو حالات نیر خاتون کے حق میں خطرناک ثابت ہوں گے" انھوں
نے آچو رات کے ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان بلایا ہے اور کہا ہے کہ اس کی خبر
آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ہونی چاہئے۔"

لڑکے کے جواب نے میری بے چینیوں میں یلگت کئی گنا اضافہ کر دیا۔ میرا دل چاہتا
تھا کہ میرے پر لگ جائیں اور ایک لمحہ انتظار کے بغیر اذکر اپنی نیر سے جا ملوں لیکن مجھے
اپنی بے چینیوں پر قابو پانا پڑا۔ نہ جانے نیر غریب کن حالات سے دوچار تھی جو اس نے
مجھے رات کی تنہائی میں بلایا تھا۔ میں نے لڑکے سے نیر کے بارے میں تفصیلات دریافت
کرنی چاہی لیکن وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہ بتا سکا کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔ میں نے
مزید کہہ کر لڑکے سے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"نیر خاتون جس شخص کے ساتھ رہتی ہے وہ بہت ظالم اور خطرناک آدمی ہے" اگر

اسے معلوم ہو گیا کہ میں کہہ سے ملا ہوں اور پیغام سلام کا سلسلہ جاری کیا ہے تو وہ مجھے جان سے ماؤ ڈالے گا۔ خدا را آپ کسی سے میرے بارے میں نہ بتائیے گا۔“

”تم مطمئن رہو میاں لڑکے، تم میرے محسن ہو، میں تمہارے اوپر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔“ میں نے لڑکے کو تسلی دی پھر پوچھا۔ ”کیا تم نیرہ کے بارے میں کچھ اور بھی بتا سکتے ہو؟“

”مجھے کل رات سے پشتران کے بارے میں کوئی بات معلوم نہیں تھی۔“ لڑکے نے سسے سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ”کل رات میں اپنے دوست کے گھر سے پڑھ کر واپس لوٹا تو برابر والے مکان سے کسی خاتون نے مجھے کواڑ دی۔ میں چونکہ پڑوس میں رہتا ہوں اس لئے بلا خوف اس کواڑ کو سن کر برابر والے مکان کے دروازے پر چلا گیا جہاں میں نے پہلی بار نیرہ خاتون کو دیکھا اور پھر جو پیغام انہوں نے دیا وہ آپ تک پہنچا دیا۔“ لڑکے نے اپنا جملہ کھل کر کے گھبرائے ہوئے انداز میں مسجد سے باہر کی جانب دیکھا پھر دبلی کواڑ میں بولا۔ ”اے ایکبار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا ذکر کسی اور سے نہ کیجئے گا، میں ڈرتے ڈرتے آپ تک پہنچا ہوں۔ دل میں کئی بار میں نے سوچا کہ اس خطرناک کام کو نہ کروں لیکن مجھے دس روپے کے اس لوٹ کا خیال آ گیا جو نیرہ خاتون نے مجھے دیا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر اسی یا اہا کو معلوم ہو گیا کہ میں نے پڑوس والی خاتون کے معاملے میں ناگک الجھائی ہے تو وہ میری پٹائی کریں گے، اسی ڈر سے میں نے وہ لوٹ بھی اپنے دوست کے پاس رکھ دیا ہے۔“

”تم میری طرف سے مطمئن رہو، میں تمہارا ذکر کسی سے نہ کروں گا۔“ میں نے پر زور الفاظ میں لڑکے کو یقین دلاتے ہوئے کہا پھر بولا۔ ”کیا تم اس سنگھ کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے جو تمہارے برابر والے مکان میں رہتا ہے۔“

”اس کا نام دلدار ہے، صورت ہی سے کوئی بد معاش نظر آتا ہے۔ ابا نے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ اس گھر والوں سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔“ لڑکے نے تیزی سے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ”میں ایک بات آپ کو بتانا بھول گیا، نیرہ خاتون نے کہا تھا کہ آج رات ضرور بالضرور ان سے مل لیں۔ اسلئے کہ دلدار آج رات گھر سے باہر رہے گا، اچھا اب میں چلا ہوں۔“

پھر قبل اسی کے کہ میں لڑکے سے کچھ اور دریافت کرتا وہ تیزی سے پلٹا اور دوڑتا ہوا مسجد سے باہر چلا گیا۔ اس وقت میرے دل کی جو حالت تھی اس کا اندازہ نہ آپ لگا سکتے

میں نہ میں اسے الفاظ کے قالب میں ڈھال سکتا ہوں البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ نیرہ کو دوبارہ پالنے کی اس اچانک خوشخبری نے مجھ پر شاہی مرگ کی کیفیت طاری کر دی تھی۔ میں ہر چیز کو بھول کر نیرہ کو پالنے کی خوشی میں سرشار تھا، آنے والے لمحات کے خوش کن تصور نے مجھے مست کر دیا تھا۔ میں بھولی بھری لذتوں کو یاد کر رہا تھا۔ وہ حسین لمحات جو میں نے نیرہ کی رفاقت میں گزارے تھے ایک ایک کر کے میری پلکوں کے سینچے سے گزرنے لگے، میں جھکن خوابوں کی وادی میں گم ہو رہا تھا۔ میرے ذہن کے پردوں پر نیرہ کا معصوم چہرہ مسکرا رہا تھا، مجھے اپنے پاس بلا رہا تھا، میں ان خوابیدہ کیفیتوں میں نہ جانے کب تک ڈوبا رہا۔ دوبارہ ہوش آیا تو باقر علی میرے پاس کھڑا مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں بہت دیر غائب رہا ہوں، مسجد میں نمازیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ میں نے باقر علی کو اپنی محبت کا سبب ایک دھپنے کی آڑ لیکر سمجھایا اور پھر جلدی جلدی وضو کیا اور مغرب کی نماز کے لئے تیار ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر میں گھر جانے کے بجائے مسجد میں پیش امام کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اگر باقر علی نے میری بے چینی کو تاز کر اصل سبب دریافت کرنے کی ضد کی تو میں اسے دوبارہ نہ ٹال سکوں گا مغرب سے عشاء تک میں پیش امام کے پاس رہا۔ بظاہر میں پیش امام سے باتوں میں مصروف تھا لیکن داغ نیرہ میں الجھا ہوا تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میں گھر گیا۔ میں نے ملے کر لیا تھا کہ جب تک نیرہ کو نہ پاؤں گا کھانا پانی نہیں کھاؤں گا، باقر علی چونکہ جلدی سو جانے کا عادی تھا اس لئے سرسری طور پر کچھ رکی باتیں کرنے کے بعد سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

میری بے چینی ہر لمحہ بڑھتی جاتی تھی۔ میری نظریں غم میں پر جے جے درد کرنے لگی تھیں۔ میرے اضطراب نے وقت کی رفتار کو ست کر دیا تھا۔ لیکن خدا خدا کر کے یہ پریشان لمحات بیتے۔ غم نہیں میں گیارہ بجے تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے اٹھا۔ بچوں کے مل چلا ہوا دروازے تک گیا۔ نہایت آہستہ سے کنڈی کھولی اور دبے قدموں مکان سے باہر آ گیا۔ جہاں تاریکی اور خاموشی کا راج تھا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا ان راہوں پر بڑھنے لگا جس کا اختتام میری نیرہ کے گھر پر ہوتا تھا۔ میرے آنے والی خوشیوں کے تصور نے مجھے جھکن کا احساس نہیں ہونے دیا، میں لڑکے کے بتائے ہوئے محلے میں گیا تو میرے تھکن کی رفتار تیز تر ہو گئی۔ تھوڑی سی دشواری کے بعد میں نے وہ مکان بھی تلاش کر لیا جس کا نشان مجھے لڑکے نے دیا تھا۔ میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا، میں جس گلی میں کھڑا

تھا وہ تاریک اور سنسان تھی۔ اس بات کا اطمینان کر لیتے کے بعد کہ کوئی اس پاس موجود نہیں ہے میں نے آگے بڑھ کر دھڑکتے ہوئے دل سے بند دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ پہلی دستک کا کوئی جواب نہ پا کر میں نے دوبارہ دستک دی۔ اس خیال سے میرا دل ڈوبنے لگا کہ اگر فیصلہ سوچتی ہے تو اسے جگانے کے لئے مجھے کونسا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا لیکن یہ بخیلی دیر پا ثابت نہیں ہوا۔ دوسری دستک کے کچھ دیر بعد بند دروازے کے دوسری جانب قدموں کی آہستہ چلتی دی کوئی دروازے کے قریب آ رہا تھا۔

”فیصلہ“ میرے پہلے کی دھڑکنیں دوچند ہو گئیں، پھر اس وقت میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ باقی نہ رہا جب فیصلہ کی جانی پہچانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ”کون؟“

”دروازہ کھولو فیصلہ“ میں شیر ہوں۔“ میں نے مدہم آواز میں جواب دیا۔ میرا نام سن کر دروازہ کھول دیا گیا، میں جلدی سے اندر داخل ہوا جہاں گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ فیصلہ نے دروازہ بند کیا پھر بے اختیار میرے سینے سے لگ کر سکتے گئی۔ اس کے دل کی لطف دھڑکنیں میرے دل کی گمراہی میں جذب ہو رہی تھیں۔ خوشی کی انتہا نے اس کی آنکھوں کے پانے چھلکا دیئے تھے۔ میں نے اسے اپنے سینے کی گمراہیوں میں چھپاتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”فیصلہ! میری زندگی، اب ان آنسوؤں کو پونچھ لو، اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔“

جواب میں فیصلہ کے بازوؤں کا حلقہ اڑ نکلا ہو گیا اور پھر وہ اندھیرے میں میرا ہاتھ تھام کر مجھے اندر ایک کمرے میں لے گئی، یہاں بھی تاریکی کا راج تھا۔ فیصلہ نے چنگ نیک میری رہنمائی کی پھر خود بھی میرے قریب بیٹھ گئی۔ مجھے اس کی خاموشی سے الجھن ہو رہی تھی۔ میں نے اضطرابی لہجے میں کہا ”فیصلہ! مجھے بتاؤ کہ یہ دلدار کون ہے اور اس نے تم پر کیا ظلم توڑے ہیں“ میں ان باتوں کو توڑ ڈالوں گا جو تمہارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے ہیں۔ ان آنکھوں کو جلتے سے باہر نکال کر بیروں کے سسل دلوں کا جنسوں نے تمہاری معصومیت کو بری نظروں سے دیکھا ہے، میں اس شخص کو ازخاک موت ماروں گا جو ہمارے درمیان دیوار بن گیا تھا۔“

”شیر!“ فیصلہ کی زندگی ہوئی آواز ابھری۔ ”مجھے اس جہنم سے نکال لے چلو، یہاں میرا دم گھسنے لگا ہے، میں اب یہاں ایک ہل بھی زندہ نہ رہ سکوں گی۔“

”میں بزدلوں کی طرح خوفزدہ ہو کر فرار نہیں ہوں گا فیصلہ۔“ میں نے فیصلہ کو اپنی آغوش کی گمراہیوں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری معصومیت کی قسم ہو، تمہارے دشمنوں کو

نیت و تابو کے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔“

”نہیں شیر نہیں۔ میں تمہیں خطرات سے کھینچنے کی اجازت نہیں دوں گی، مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلو، کسی ایسی جگہ جہاں گردشیں ہمارا تعاقب نہ کر سکیں۔“ فیصلہ نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا پھر خوفزدہ انداز میں مجھ سے اور قریب ہو گئی۔

”فیصلہ۔۔۔۔۔۔“ میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ ”وہ بڑھا کون تھا جس نے تمہیں کالی کے مندر کی بیڑیوں پر مجھ سے علیحدہ کیا تھا۔“

”پہلے میں اسے شریف انسان سمجھی تھی لیکن۔۔۔۔۔۔“ فیصلہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی، کسی ناخوشگوار واقعے کی یاد نے اسے تڑپا دیا، وہ ہچکیوں سے روکنے لگی، غصے کی شدت نے خود میرا بھی برا حال کر دیا تھا لیکن اس وقت میرے لئے ضروری تھا کہ میں فیصلہ کی دلجوئی کروں چنانچہ میں اپنا غم و غصہ بھول کر فیصلہ کو سمجھانے لگا۔ فیصلہ کی ہچکیاں بوجھتی جا رہی تھیں، وہ بری طرح مجھ سے لپٹی ہوئی تھی یوں جیسے اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر ایک پل کو بھی مجھ سے جدا ہوئی تو شاید پھر نہ مل سکے گی۔ فیصلہ کے آنسو اور سسکیاں میرے ذہن پر ضرب لگا رہے تھے۔ اس کا جوان لہجہ مجھے بے چین کر رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کو چپ کرانے کے لئے اپنے ہونٹ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ اس کے جسم کا مانوس لہجہ دگداز پا کر میری حالت غیر ہونے لگی، دوسری طرف فیصلہ بڑے جذباتی انداز میں میرے اندر جذب ہو جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ فیصلہ کو ایک عرصے کے بعد خود سے اس قدر قریب پا کر میری اشتباہیڑک اٹھی، مجھے اس پر جائز اختیار بھی تھا، میں نے بڑی شدت سے سمجھ لیا فیصلہ کا انداز خود پردگی مجھ پر جنون طاری کر رہا تھا، میں ڈوبنے لگا، فیصلہ پہلے ہی بسکی ہوئی تھی، طوفان ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز گونجی۔

”سنبھلو شیر حسن خاں، آنکھیں کھولو۔“

لیکن میں جس طوفان بلا خیز کے سمیڑوں میں پھنس چکا تھا اس سے بچ نکلتا میرے بس کی بات کہاں تھی، فیصلہ کے قریب نے مجھے آنکھیں کھولنے کا موقع نہیں دیا، میں اس آواز کو دہم سمجھا اور خود کو حالات کی رعینوں کے حوالے کر دیا۔ فیصلہ کی ہچکیوں اور سسکیوں کا انداز بدل رہا تھا جذبات کی شدت نے مجھے بھی اندھا کر دیا۔ کمرے کا گھپ اندھیرا ہم دونوں کو آہستہ آہستہ نگل رہا تھا، تقدیر کے کلمے کو بھلا کون مٹا سکتا ہے؟

جب طوفان کی شدت ختم ہوئی اور جذبات سرد ہوئے تو میں نے فیصلہ سے کہا۔

”غیرہ اشو“ میں اسی وقت تم کو یہاں سے لیٹا چاہتا ہوں۔“

”جی جلدی کیا ہے شیر“ ابھی تو ساری رات پڑی ہے“ غیرہ نے ہنسی ہنسی مٹانے کو دیا جواب دیا تو مجھے سخت تعجب ہوا“ میں نے سوچا کیا غیرہ اب حالات سے خوفزدہ نہیں؟ کیا جذبات کی آسودگی حاصل کر لینے کے بعد وہ تمام متوقع خطرات سے بے نیاز ہو چکی ہے؟ کیا اس نے مجھے محض اسی کھیل کے لئے بلوایا تھا؟ میرے ذہن میں آنے لگیں تھیں میں نے غیرہ سے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

”حالات کے پیش نظر اب ہمارا یہاں رکنا نامناسب ہو گا“ تمہاری بدنامی کے خوف سے میں نے دلدار سے ایجنے کا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا ہے“ میں جیسے اس شہر سے دور لیٹا چاہتا ہوں غیرہ“ رات کی تاریکیوں ہماری معاونت کریں گی۔“

جواب میں غیرہ نے کوئی خاطر خواہ بات کہنے کے بجائے اپنے حراں بوجھ کو میرے اوپر ڈالا تو نفرت کے احساس نے مجھے مجبور کر رکھ دیا۔ غیرہ جو کچھ دیر قبل خود اس بات کی تصدیق تھی کہ میں اسے کہیں دور لے جاؤں“ دلدار سے ٹکرانے کا خیال ترک کر دوں“ اچانک کس قدر بدل گئی تھی“ جذبات سرد ہو جانے کے باوجود اس کی وہ حرکت میرے لئے حیرت انگیز تھی۔ میں جھنجھلا گیا“ میں نے حقارت سے اس کے خوبصورت بوجھ کو اپنے اوپر سے ہٹایا پھر حمزہ سے اٹھ کھڑا ہوا مگر پیشتر اس کے کہ میں غیرہ کو کوئی سخت بات کہتا ہوں کہ ایک کمرہ لیکھت روشن ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں یوں چونکا جیسے بجلی کا کرنٹ بلب کے تاروں کے بجائے میرے بدن سے مس ہو گیا ہو۔ میں بچتی بچتی نظروں سے ہٹنے کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں غیرہ کے بجائے لاجپتی حراں حالت میں لیٹی تھی مجھے معنی خیز نظروں سے گھور رہی تھی۔ میرے ذہن کو جھٹکا لگا“ میں جس لمس کو مانوس سمجھ رہا تھا وہ حالات کا حسین قریب تھا“ میں اندھیرے میں شکار ہوا تھا“ جسے میں دغا شعار اور معصوم غیرہ سمجھ رہا تھا“ وہ دراصل لاجپتی تھی جو ایک عرصے تک خوبصورت ناگن کے روپ میں مجھے ڈستی رہی تھی۔ میں لاجپتی کی پراسرار قوتوں سے واقف تھا“ اس کے لئے غیرہ کی آواز کی نقل کوئی مشکل بات نہ تھی۔ جسے سے میری کہنیاں ہنسنے لگیں“ میں نے دل میں ایک خطرناک ارادہ کر لیا مگر قبل اس کے کہ میں اس پر عمل پیرا ہوتا لاجپتی بڑی بے غیرتی سے مسکراتی ہوئی معنی خیر انداز میں بولی۔

”منورہ مبارج“ تم پوتر ہو کر ہماری نکلیوں کے جال سے نکل بھاگے تھے پر تو مجھے دوسرا تھا کہ شرر کی آگ تمہیں بیاہل کر دے گی۔ پورن لال مبارج کا خیال لکھ نہیں

تھا۔“

”کیسی ناگن!“ میں کڑک کر بولا“ تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے“ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”مخرج سے کام لو شیر!“ لاجپتی نے اس بار ہنسنے سے انکار کیا۔ ”تم شاید بھول رہے ہو کہ اس سے تم مجھے شکاری کے سامنے کھڑے ہو“ میں اگر چاہوں تو ایک اشارے پر تم کو جلا کر بھسم کر سکتی ہوں پورن لال کی آگیا کا پالن کرنا بھی میرا دھرم ہے“ جسے اب دیوی دیوتاؤں کے سراپے سے دھرتی کی کوئی شکتی نہیں بچا سکتی۔“

لاجپتی کا جواب سن کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لاجپتی میرے سامنے کھڑی بے ترتیب لباس کو درست کر رہی تھی۔ میں نے حقارت سے نظریں پھیر لیں“ مجھے اپنے گناہ کا احساس ضرور ہوا تھا“ لیکن اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا“ میں اپنی شریک زندگی غیرہ کے دھوکے میں لوٹا گیا تھا۔ مجھے وہ آواز یاد آئی جس نے مجھے سلجھنے اور آنکھیں کھولنے کا مشورہ دیا تھا“ میری آنکھوں کے گوشے پھینکنے لگے“ مجھے اب بڑی شدت سے اپنی حیا کا احساس ہو رہا تھا“ غیرہ کا پیغام ملنے کی خوشی نے میرے سوچنے بکنے کی قوتوں کو سلب کر دیا تھا۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ جس نیک بزرگ نے غیرہ کو کالی کے مندر میں جانے سے روکا تھا“ جس نے پورن لال کے مقابلے میں میری امداد کی تھی اور کٹر کو بچا دکھایا تھا“ وہ غیرہ کی طرف سے بھی غافل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بزرگ کی آواز نے مجھے گناہ سے بچنے کا مشورہ بھی دیا تھا لیکن میں بہرہ ہو گیا تھا“ اندھا ہو گیا تھا۔ ابھی میں لاجپتی کی طرف سے منہ پھیرے کھڑا اپنی حقارت پر کف النہس مل رہا تھا کہ میرے ذہن پر اچانک غودگی طاری ہونے لگی“ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کمر اور دھند میں گھر گیا ہوں۔ مندی خوشبو کا تیز جھونکا میرے وجود کو بڑی حمزہ سے اپنی لپیٹ میں الجھا رہا تھا“ مجھے اپنا دم گھٹنا محسوس ہوا۔ میں نے خود کو ان کیفیتوں سے نجات دلانا چاہتی“ اپنے ذہن کو بیدار رکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا“ میری آنکھوں کے پچھلے بوجھل ہونے لگے“ میرا سر پکڑنے لگا“ غودگی کا احساس دہر ہوتا گیا پھر مجھے صرف اتنا یاد رہا کہ میرے پیروں تلے سے زمین کھٹک رہی ہے میں فضا میں معلق ہو رہا ہوں اس کے بعد جب غودگی کے بادل چھنے تو میں نے خود کو ایک پر شکوہ مندر کے اندر پایا جہاں چاروں طرف دیوی دیوتاؤں کے قد آدم مجھ سے موجود تھے۔ فضا نرکی کھنٹیوں کی آواز سے گونج رہی تھی اور پچھلے اور کشادہ فرش پر بیٹھا حسین

نور خوبصورت بچہ نہیں عیاں لباس پہنے کھٹیوں کی آواز پر رقص کر رہی تھیں۔ ان کے بدن کا ایک ایک لہجہ قیامت انگیز تھا۔ وہ رقص کرتی ہوئی میری جانب بڑھ رہی تھیں انھوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے کر بھین گنا شروع کر دیا۔ انکی لٹلی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور عیاں جسم فکڑ فکڑ کر رہا تھا۔ وہ جگہ میرے لئے بنی تھی۔ میں آنکھیں پھاڑے ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا، وہ جگہ میرے لئے بنی تھی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اتنے پر شکوہ مندر اور اتنے رنگین ماحول کو نہیں دیکھا تھا، میں ششدر ہو رہا تھا کہ بچہ ان کا بیجان قہقہہ کیا، وہ نظار کی صورت میں میرے سامنے سے گزرتی ہوئی بڑی تیزی سے کالی کی اس صورت کی جانب اگلے قدموں جا رہی تھیں جو وہاں موجود تمام صورتوں اور مجسموں سے زیادہ بلند اور پر شکوہ تھی۔ بچہ ان کی اسی صورت کے پیچھے جا کر میری نظروں سے اوجھل ہو رہی تھی، میں تنگ کھڑا اس طلسمی اور سحر آلود نظارے کو دیکھتا رہا۔ جب آخری بچہ ان بھی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں تیزی سے کالی کی اس بلند صورت کی جانب لپکا۔ میں اس طلسمی راز کو سمجھنے کے لئے بے چین تھا۔ مگر صورت کی پشت پر جا کر مجھے اور حیرت ہوئی، وہاں نہ اتنی جگہ تھی کہ دس پندرہ بچہ ان میں چھپ سکیں نہ کوئی ٹکاس کا ایسا راستہ موجود تھا جو میرے جنس کی تسکین کا سبب بن سکتا۔ میں ابھی اس معے کو حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ فکڑی کھٹیوں کی تھوڑا سا جھلک چیز تر ہو گئی۔ پشت سے ایک نسوانی آواز کا مترنم قہقہہ سنائی دیا تو میں پلٹ پڑا، میں نے اپنی نظروں کے سامنے ادنیٰ دیوی کو کھڑا پایا۔ جو اپنی تمام تر حشر سامانوں کے ساتھ مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں ادنیٰ دیوی کو دیکھ کر ششدر رہ گیا، میری حیرتوں میں اضافہ ہو رہا تھا کہ ادنیٰ دیوی کے باوقی ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا۔ ”منور کس دھار میں تم ہو؟“

”مہم میں کہاں ہوں؟“ میں نے پریشان لہجے میں سوال کیا تو ادنیٰ کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

”تم دھرتی کے پہلے منش ہو منور جسے ادنیٰ نے اپنے استھان پر بلایا ہے، جاہتے ہو کیوں؟ تم میرے مہمان سیوک ہو۔“

”میرا نام منور نہیں، شیر حسن خاں ہے۔ میں نے اپنے ہوش و حواس پر بھروسہ رکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ ”میں کسی دیوی دیوتا کو نہیں مانتا۔“

”مورک میں جاتی ہوں کہ تیری ناراضگی کا کارن کیا ہے، ادنیٰ جو بچہ سے بولی پھر تیر

آلود لہجے میں کہا۔ ”پہون لال نے تمہارے ساتھ اٹھائے کیا ہے، اس پانی نے تمہیں کٹ بھی دیئے ہیں پر غز ادنیٰ کا غصہ اسے نشت کر دے گا، تمہیں تمہاری کوئی ہوئی نیکیاں دانیس ملیں گی، تم دھرتی پر سب سے مہمان خلقی کے مالک ہو گے، ادنیٰ کا آشرواد تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”مجھے کسی دیوی یا دیوتا کے آشرواد کی چنداں ضرورت نہیں۔“ میں بدستور سنجیدگی سے بولا۔ ”مجھے اپنے خدا کی خوشنودی کے سوا اور کسی طاقت سے کوئی واسطہ نہیں، یوں بھی ایک مسلمان پتھروں کے پوجنے کو گناہ سمجھتا ہے، ایمان کے آگے بھلا کفر کی کیا حیثیت ہے۔“

”اچھا دھی!“ ادنیٰ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ کڑک کر بولی۔ ”تو نہیں جانتا کہ اس سے تو نے کس خلقی کا اعلان کیا ہے، تو میرے استھان میں کھڑا پاپ کی باتیں کر رہا ہے پانی، اگر کئی جانتا ہے تو میرے چرن چھو کر شاکی عکاس مانگ لے نہیں تو تجھے سارا جہنم پھٹانا پڑے گا۔ میں تجھے ایسا سراپ دوں گی کہ تیری آتما بھی سدا بیکال رہے گی۔“

”موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے ادنیٰ۔“ میں نے حیر ہوتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں نے ایک مدت گہرائی میں گزاری ہے، میں پتھروں کی حقیقت جان چکا ہوں۔ اب تم لوگوں کا کوئی جالود مجھ پر کارگر نہیں ہو گا، یوں بھی سراپ کو سراپ کہنا گناہ نہیں۔“

ادنیٰ میرا جواب سن کر سر تپا غصہ سے لرز اٹھی، اس کی سحر آلود آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا ہولناک رقص جاری ہو گیا۔ اس کے چہرے کی معصومیت اور خوبصورتی، حقارت اور نفرت کا لبلبہ اڑھ کر کمرہ ہو گئی۔ میں بخوبی واقف تھا کہ ادنیٰ کس مقام کی حامل ہے؟ اس کی لامحدود قوتیں مجھے پلک جھپکتے میں برباد کر سکتی تھیں، اس کے ہر میری ہڈیوں کا سرور بنا سکتے تھے، لیکن اس وقت ان باتوں کا احساس ہونے کے باوجود مجھے قلعہ خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا، باقر علی کی رفاقت اور عین مار کی مجدد رہزی کے بعد میں نے سیاہ و سفید کا فرق سمجھ لیا تھا، حق دہاٹل کی تیز سیکہ لی تھی مجھے اپنی موت کا کوئی خطرہ نہیں تھا البتہ اس خیال سے میرا دل ضرور دھڑک رہا تھا کہ اگر ادنیٰ نے مجھے اپنی خلقی کے زور سے مار ڈالا تو میں نصیر سے اپنے گناہوں، اپنی زیادتیوں کی معافی طلبی نہ کر سکوں گا۔ دوسری طرف ادنیٰ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور دوسرا جا رہا تھا۔ چند ثانیوں تک ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر ادنیٰ نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”منور لال ابھی سے باقی ہے، اگر تم میرے چرن چھو لو تو میں تمہیں شاکر کر سکتی ہوں،“

پر تو اگر تم اپنی ہمت دھری سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی پاک ہو گا، تم اس خیال کو اپنے من سے نکال دو کہ ادبیت کے مقابلے میں تمہارے دھرماتما تمہاری کوئی سمانی کریں گے، میری ہمتی صاف ہے، دشمن اور کالی بھی میری اپرم پار ہمتی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

میری حالت اس بد نصیب مسافر سے مختلف نہیں تھی جو اندھیرے میں راستہ بھول کر کسی ایسے دوراے پر پہنچ گیا ہو جس کے ایک طرف گہری کھالی ہو اور دوسری طرف موت کا فرشتہ اپنا دامن پھیلائے منتظر ہو۔ مجھے زندگی اور موت میں نے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ زندگی بھول ادبیت کے اسی صورت میں ممکن تھی کہ اس کے قدم چھو کر محالی مانگوں، موت کا امکان انکار کی صورت میں تھا، میں عجیب شش و پنج میں جلا تھا لیکن یہ الجھن زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی، میں نے طے کر لیا کہ انجام خواہ کچھ ہی ہو میں حق کے راستے پر ثابت قدم رہوں گا، اس فیصلے سے مجھے سکون سا محسوس ہوا، میں نے ادبیت کے قہر و غضب کی پروا نہ کیے بغیر پاٹ لیجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ تیری ہمتی اپرم پار ہے، میرے نام لیا تیر ہمتی کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں لیکن میں مسلمان ہوں، میرا سینہ اب ایمان کی روشنی سے منور ہو چکا ہے۔ میں جھوٹی خوشیوں کی خاطر زندگی کی بھیک مانگنے پر موت کو ترجیح دینا زیادہ پسند کروں گا۔ تم اگر چاہو تو اپنی ہمتی مجھ پر آزمائیں گے۔ حق کی راہ میں نصیب ہو تو ای موت میرے لئے باعث فخر ہو گی۔“

”پر ادھی، پانی“ تو نے ادبیت کی ہمتی کو لٹکار کر اچھا نہیں کیا۔ میرے ہر تجھے سسکا سسکا کر اور تڑپا تڑپا کر زندہ رہ کر دیکھ کر کہیں گے۔ یہ ادبیت کا فیصلہ ہے۔“ ادبیت نے سر ہٹا کر غصہ کی شدت سے کانچے ہوئے کما بھر اپنا ہاتھ اٹھا کر زور سے زہن پر مارا اور میری نگاہوں سے اوچھل ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی مجھے ایک بار بھران کیفیتوں سے دو چار ہونا پڑا جن سے دو چار ہو کر میں ادبیت کے استہان تک پہنچا تھا۔ ہوش آئے پر میں نے خود کو پھر اسی کمرے میں پایا جہاں لاجوئی نے اندھیروں سے فائدہ اٹھا کر مجھے گمراہ گار کیا تھا، لاجوئی بدستور میرے سامنے کھڑی مجھے خوفناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو لاجوئی نے گرج کر کہا۔

”مورکھ“ تو نے دیوی کی آمیا کا پالنہ نہ کر کے تمام دیوی دیوتاؤں کی ہمتی کو لٹکارا ہے۔ یہ دھرتی بھی اب تیری دشمن بن جائے گی، تجھے اپنے فیصلے پر سارا جیون بچھٹانا ہو گا۔“

میں لاجوئی کی بات سن کر مسکرا دیا، وہ عورت جس کا خوبصورت اور گداز بدن ایک عرصے تک میری آغوش کی اذیت بنا رہا تھا مجھے موت کے تصور سے ڈرانے کی کوشش کر رہی تھی، کس قدر مضحکہ خیز بات تھی۔ میں ابھی پلٹ کر لاجوئی کو کوئی سخت جواب دینے کا ارادہ کر رہی رہا تھا کہ کسی کے ہاتھ کو اپنے شانے پر محسوس کر کے اچھل پڑا، تیزی سے پلٹ کر دیکھا، پورن لال اپنی تمام تر خواہشوں کے ساتھ میری پشت پر کھڑا مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے روشن انگاروں کی طرح دیکھتے نظر آ رہے تھے نہ جانے پورن لال کی خوفناک آنکھوں میں کیا عر تھا کہ خوف کے اچانک ابھرنے والے تصور نے مجھے ہلا دیا، مجھے اپنا دل سینے کی گمراہیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ میں نے پورن لال کی نظروں سے نظریں پھلائی چاہیں لیکن اس کوشش میں بھی میں بری طرح ناکام رہا، موت کا بھیانک اور ہولناک احساس میرے وجود کا معاملہ کر رہا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں بدترج تیز سے تیز تر ہونے لگی تھیں۔!!



موت کا بھیاںک اور ہولناک تصور آہستہ آہستہ میرے دجوا کا احاطہ کر رہا تھا، پورن لال کی آنکھوں کی مانند دھکتی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں 'میں ان نظروں سے نظریں بچانے میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا۔ میں نے پورن لال کو بار بار غصے کی حالت میں دیکھا تھا لیکن اس وقت وہ حد سے زیادہ خطرناک نظر آ رہا تھا، میں نے ایک بار پورن لال کو اپنی منان فکرتی کے زور سے نیچا بھی دکھایا تھا لیکن آج وہی شکست خوردہ پورن لال میرے اوپر پوری طرح حاوی ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے خاموش کھڑا خونی نظروں سے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔ 'مشیر حسن خاں، مجھے غور سے دیکھ، پچانو' میں وہی پورن لال ہوں جس نے تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر کھڑا کر دیا تھا، تم نے ایک بار مجھ پر وار بھی کیا تھا، دیوی کی اچھا (خواہش) اس سے یہی تھی کہ میں چپ رہوں، تم مجھ پر وجے (بغ) پا کر گھمنڈی ہو گئے تھے پر تو آج میں تمہیں جتاؤں گا پورن لال کیا ہے؟'

میں ابھی تک پوری طرح ہوش میں نہیں تھا ادیتی کے تہ کے بعد پورن لال نے مجھے عقاب کی نظروں سے گھورا تو میرے رہے سے اوسان بھی خلا ہو گئے، اس کا لہجہ خطرناک تھا۔ حالات نے مجھے تنگ کر دیا تھا۔ لاجپتی، پورن لال کے قریب کھڑی مجھے بدلی ہوئی نظروں سے گھور رہی تھی۔ پورن لال مجھے کم سم دیکھ کر زہر خیز ہو گیا۔ ”چپ کیوں ہو شیرینی“ کیا اب تمہارے پاس اتنی ہمت بھی باقی نہیں کہ میری باتوں کا جواب دے سکو، پہلے تو تم ہمیشہ چھاتی ٹھوکر کر اپنے بلوان ہونے کا اعلان کرتے تھے۔“

"وقت رفت کی بات ہے پورن لال!" میں نے تم کو جکے ہوئے کہا۔ "ملاات بیٹھ
 اک جھے نہیں رچے۔"

”سے کی بات مت کر مہرکہ!“ پورن لال ہونٹ کانٹے ہوئے بولا۔ ”تو نے دیوی کا کا
نہ مان کر خود اپنے پیروں پر کھلاڑی ماری ہے، تو نے ہمارے دھرم کا مذاق اڑایا ہے،
ہمارے دیوتاؤں کو تو نے چمکے کھا پاپا! اب تجھے دیوتاؤں کے کھٹ سے دھرتی کی کوئی ٹھنکی
نہیں بھا سکتی۔“

”میں نے جو قدم اٹھایا ہے بہت سوچ سمجھ کر اٹھایا ہے، مجھے اپنے فیصلے پر کوئی افسوس

نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا، تو پوران لال کا چہرہ غصہ سے تھما اٹھا، کڑک بولا۔ " کیسے؟ تو نے ہماری بکٹیوں کا ہدف کیا ہے، تجھے اس کی سزا اوش ملے گی۔"

”تم اپنی کالی طاقتوں کو آزاد پورن لال‘ میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا۔“ میں نے ساٹ آزاد میں جواب دیا۔

”میں تجھے سکوں کی طرح گندی موہیوں میں سسک سسک کر مرنے پر مجبور کر دوں گا۔“ پوزن لال اور غصہناک ہو گیا۔

”اگر خدا کو یہی منظور ہے تو تم بھی مجھے نجات نہیں دلا سکو گے۔“ میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔

”یابی“ تہرا انجام بھیانک ہو گئے۔ پورن لال ملحق کے بل چاہا۔

”تمہیں مجھ سے زیادہ اپنے دیوتاؤں کا خیال ہونا چاہئے پورن لال!“ میں تنجیدگی سے بولا۔ ”اگر تمہیں اپنی پتھری کی سورتوں اور دیوی دیوتاؤں پر کھمبند ہے تو مجھے بھی اپنے خدا پر بھروسہ ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔“

”میں تجھے جلا کر بھنم کر ڈالوں گا۔“ پورن لالی سر تا پا لرز کر بولا۔

”سہارا ج۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے ناگن کی طرح ہل کھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے آگیا

دو مہاراج کہ میں اس کم ذات کی زبان نکال کر اپنے چرنوں تلے سل دوں۔“ پورن لال نے لاجپتی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا ————— غصہ کی شدت نے اسے انتہائی خوفناک بنا دیا تھا۔ اس کی قمر آلود نظریں نیچے گھور رہی تھیں، اس کے چہرے کے اثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ مجھے کوئی سخت ترین سزا دینے کے بارے میں سوچ رہا ہے، میں اپنی جگہ مطمئن تھا، کسی اندرونی جذبہ نے مجھے پوری طرح پر سکون کر دکھا تھا۔

لاجپتی نے میرے بارے میں پورن لال سے اجازت چاہی تو میں چیپ نہ رو سکا۔ حقارت بھری نظروں سے اسے گھور کر بولا۔ ”تم درمیان میں نہ آؤ، تمہاری زبان اور تمہاری قوت میری آزمائی ہوئی ہے۔“

”اپرا دمی!“ پورن لال نے مٹھیاں بھینچ کر خوںک آواز میں کہا۔ ”اپنی گندی زبان بند رکھ، تیرے خیون کے دن پورے ہونے والے ہیں، مجھے دہوی کے اشارے کا انتقام ہے۔ اس کے بعد میرا سراپ تیرا کریا کرم پورا کر دے گا۔“ پورن لال نے اپنا جملہ مکمل کر کے آنکھیں بند کر لیں، اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے غالباً وہ دیوی ورشن کے منترؤں کے بول پڑھ رہا تھا۔ لاجنتی غصہ میں بھری خاموش کمری اپنے ہونٹ چا رہی تھی۔ میں چپ چاپ

ایک تماشائی کی حیثیت سے کھڑا کبھی پورن لال کو دیکھتا اور کبھی لاجوئی کو دیکھنے لگتا۔ مجھے اپنے پر سکون ہونے پر حیرت بھی تھی، حالات نے جو صورت اختیار کی تھی اس کے پیش نظر میرا مطمئن رہنا تعجب خیز تھا، مجھے پورن لال یا لاجوئی سے مطلق کسی خوف یا خطرے کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ پورن لال کچھ دیر تک آنکھیں بند کئے کھڑا بدبوتا رہا پھر اس نے اچانک آنکھیں کھولیں اور مجھے گھور کر بولا۔ "مشیر حسن خاں، میں تمہیں سوچ بچار کیلئے ایک آخری موقع پیش کر رہا ہوں، کتنی چاہتے ہو تو اب بھی میرا کما مان لو۔"

"مجھے بناؤ مہاراج، زندہ رہنے کے لئے مجھے کیا کچھ کرنا ہو گا۔" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تمہیں ادنیٰ دیوی کو راضی کرنے کے لئے سنے سرے سے جاپ کرنا ہو گا۔" پورن لال گرج کر بولا۔ "تمہیں میرے چہروں کو چھو کر دھن دینا ہو گا کہ اب تمہارے من میں کبھی کوئی کھوٹ نہیں آنے پائے گا۔"

"کیا دیوی مجھے میری کھوئی ہوئی فطرت واپس کر دے گی مہاراج؟"

"اگر تم نے اگلے من سے جاپ کیا تو ایسا اوش ہو گا۔" اس بار پورن لال نرم آواز میں بولا۔

"لاجوئی کو میرے ساتھ رہنا ہو گا۔" میں نے دلی زبان میں کہا۔

"اگر یہ تمہاری اچھا ہے تو لاجوئی تمہاری سیوا کرتی رہے گی۔" پورن لال سنجیدہ تھا۔

"میں تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں پورن لال۔ لیکن تمہیں میری ایک بات اور ماننی پڑے گی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر پورن لال نے مجھ سے وہ بات پوچھی تو میں نے حقارت سے کہا۔ "مگر تم اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ اور بچے دل سے خدا کی عبادت کا وعدہ کر لو تو میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔" میرا جواب سن کر پورن لال الٹ بگولا ہو گیا، لاجوئی کو مخاطب کر کے کرفت آواز میں بولا۔ "لاجوئی، میں تجھے دیوتاؤں کے شہ نام پر آگیا دیتا ہوں کہ اس پالی کی پلید زبان گدی سے سمجھ کر اپنے پیروں تلے رگڑ دے۔"

"یہ میری آتش تھی مہاراج۔" لاجوئی نے پورن کے سامنے ڈھنڈوت کرتے ہوئے کہا۔

پھر جب وہ میری طرف گھومی تو اس کے تہور خطرناک تھے، اس وقت وہ انتہائی خطرناک نظر آ رہی تھی، کسی ڈھیرلی ناگن سے بھی زیادہ خوفناک اور بھیانک۔ ایک لمحہ کو لاجوئی کے گہڑے ہوئے تہور دیکھ کر میرا دل دھڑک اٹھا، لیکن دوسرے ہی لمحہ میں نے اپنے ہونٹ

تحتی سے بھیج لئے۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے خدا کو یاد کیا۔ "اگر موت میرا مقدر تھی تو مجھے مروانہ دار اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔" میرے ذہن میں یہ خیال تیزی سے ابھرا اور میری بوکلاہٹ کو یکسر ختم کر گیا۔ میں لاجوئی کو سپاٹ نظروں سے گھورنے لگا، وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہی تھی، میری موت کا پیغام بن کر میری جانب بڑھ رہی تھی لیکن میں قطعاً ہراساں نہ تھا جب فاصلہ گھٹ کر بمشکل ایک گز رہ گیا تو لاجوئی رک گئی۔ اپنی سرخ سرخ سرخ آنکھیں نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی "مشیر حسن خاں، پورن لال مہاراج نے مجھے پرت دیوی دیوتاؤں کے نام پر تمہیں فٹل کرنے کی آگیا دی ہے۔"

"میں تمہارے مہاراج کی بات سن چکا ہوں۔" میں نے نفرت سے جواب دیا۔

..... "تم آگیا کا پالن کرو، میں اف نہیں کروں گا۔"

"تم نے ابھی تک کیل جیون کا سکھ دیکھا ہے مشیر جی، موت کا سوا (مڑا) چکھو گے تو بن جل کی مچھلی کی طرح بیاکل ہو کر تڑپو گے، موت کی آشا کرو گے پرتو موت بھی تم سے روٹھ جائیگی۔" لاجوئی کا لہجہ سرد تھا، پورن لال کے بعد اب وہ مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابھی تک اس نے مجھ پر کوئی وار نہیں کیا تھا۔ ادنیٰ نے بھی مجھے محض لال پٹی نظروں سے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔

میں ابھی اپنے ذہن میں ابھرنے والے خیالات کی قہقہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ "معا" مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میرے قریب کھڑا ہے، میں نے چونک کر اپنی پشت پر دیکھا لیکن کمرہ میں میرے پورن لال اور لاجوئی کے سوا کوئی چوتھا شخص موجود نہیں تھا۔ لاجوئی نے مجھے اضطرابی انداز میں چوکھتے ہوئے دیکھا تو زہر خند سے بولی۔ "کس دہار میں گم ہو مشیر جی؟ کیا بھانجے کے لئے راستہ تلاش کر رہے ہو؟ اس دھیمان کو من سے نکال دو، لاجوئی کی فطرت کا تماشہ تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو، کتنی چاہتے ہو تو آگے بڑھو اور مہاراج کے چہروں پر سر رکھ کر دیا کی حکمت مانگو۔"

"کس مہاراج کی بات کر رہی ہو لاجوئی دیوی؟" میں نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

وہی جو خود میرے مقابلے پر آنے سے کھڑا رہا ہے اور تمہاری سندر فطرت کا سارا ڈھونڈ رہا ہے۔"

"پالی، کہنے!" پورن لال میری بات سن کر گر جا پھر دوسرے ہی لمحہ اس نے کسی منتر کا جاپ کر کے میری طرف چھوٹک ماری۔ اس کا چھوٹک مارنا تھا کہ جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں چھت سے دھچکتے ہوئے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی، میں بوکلا کر ایک طرف ہٹ گیا،

مجھے تعجب تھا کہ انکادوں نے میرا بال بھی بیکا نہیں کیا، البتہ لاجوتی کی کھٹاک چچ سن کر میں نے اس کی جانب نظر اٹھائی تو اس کا چہرہ بری طرح مجلس چکا تھا، نیچے بازوؤں پر بڑے بڑے آبلے ابھر آئے تھے اور سر کے بال آدھے سے زیادہ جل چکے تھے، مجھے لاجوتی کا یہ حیلہ دیکھ کر جھرمجری آگئی۔ پورن لال کو غالباً اس بات کی توقع نہیں تھی کہ اس کے ہر مجھے نقصان پہنچانے کے بجائے لاجوتی کو بھسم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس نے موقع کی نزاکت کو بھانپا تو اور زیادہ خطرناک بن گیا، دوسرا منتر پڑھ کر پاؤں زمین پر مارا تو تین کوڑیالے ناگ نمودار ہو کر میری جانب لپکے، ناگوں کو لہراتا اور بل کھاتا اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ اسی لمحے بزرگ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "شیر حسن خاں، جو لوگ حق کے راستے پر ہوں انھیں ان شعبہ بازوں سے خائف نہیں ہونا چاہئے، تم مطمئن رہو، کللی طاقتوں کے حربے تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔"

"اے نیک بزرگ، کیا یہ ممکن نہیں کہ میں ہمیشہ کے لئے ان شعبہ بازوں سے نجات پا سکوں؟" میں نے دل ہی دل میں اس پر اسرار آواز سے کہا، میری نظریں بدستور ان ناگوں پر مرکوز تھیں جو ہر لمحہ مجھ سے قریب تر ہو رہے تھے۔

"خدا کی لاشی بے آواز ہوتی ہے میرے بچے، یوں بھی تم چٹائی کے راستے پر ہو۔" بزرگ آواز نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ "فرشتے تمہارے ساتھ ہیں، تم جس آزمائش سے گزر رہے ہو اس میں ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔"

لاجوتی کی مستقل کھٹاک چیخوں کی آواز اور زہریلے ناگوں کی موجودگی نے ماحول کو بڑا بھیانک رنگ دیا تھا، پورن لال سینہ تانے کھڑا اپنے ہیروں کو دیکھ رہا تھا جو ناگوں کے روپ میں میری جانب بڑھ رہے تھے، میں اپنی جگہ پوری طرح محکم تھا۔ نیک بزرگ کی تلقین نے میری رہنمائی کی تھی۔ خوف میرے دل سے کوسوں دور تھا، میں اپنی جگہ کبھی اتنی چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا رہا، کوڑیالے ناگ میرے بہت قریب آ کر رک گئے پھر ان کے لہراتے جسم بلند ہوئے، لگے اتنے بلند ہوئے کہ میرے قد کے برابر آ گئے، وہ تینوں چمن چھاڑے میرے چہرے کے سامنے لہرا رہے تھے۔ ان کی مکروہ اور زہر آلود زبانیں بار بار منہ سے باہر لپک رہی تھیں، عام حالات میں اگر میں کسی ایسے موقع سے دوچار ہوتا تو خوف کے احساس سے میرے دل کی حرکت کا بند ہو جانا یقینی بات ہوتی لیکن اس وقت میں مطلق خوفزدہ نہیں تھا۔ تینوں ناگ باری باری لہرا رہے تھے اور باری باری ان کے چمن میری طرف لپکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ ہر بار باہمی کا شکار ہو کر اور زیادہ غضبناک نظر آنے لگتے، میں ابھی

اس ہولناک قماشے کو دیکھ رہا تھا کہ ایک سانپ پلٹ کر زمین پر گرا اور پلک جھپکتے میں لوٹ پوٹ ہو کر ٹھنڈا ہو گیا، دوسرا بھی اسی حالت سے دو چار ہوا، تیسرے ناگ نے میری طرف سے اپنا سرخ پھیر کر لاجوتی کی جانب بڑھنا شروع کیا تو پورن لال کلک کر چیخا۔ "پلید رک جا، تیرا شکار لاجوتی نہیں بلکہ وہ ہے جس نے دیوتاؤں کا اہلن کیا ہے۔"

پورن لال کی گرج سن کر ناگ ایک ٹانے کو رکا پھر دوبارہ لاجوتی کی جانب بڑھنے لگا، لاجوتی نے چیخا بند کر دیا تھا، وہ سحر زدہ انداز میں پھیرے ہوئے ناگ کو دیکھ رہی تھی، اچانک پورن لال نے کوئی اور منتر پڑھ کر ناگ پر پھونکا، اس منتر کے ہیروں نے دیکھتے دیکھتے شعلوں کے روپ میں نمودار ہو کر ناگ کو بھسم کر دیا، باقی دونوں ناگ بھی پر اسرار طور پر غائب ہو چکے تھے۔ پورن لال نے ناگوں کو گستاخی اور حکم عدولی کی سزا دینے کے بعد میری جانب دیکھا تو میں نے بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مہاراج، نراش مت ہو، تم کو دیوی دیوتاؤں کا آئینہ وارادہ حاصل ہے، تم نے مہان شکتی پر اپت کرنے کے لئے بڑے پاپ زنیے ہیں، کللی طاقتیں اوش تمہاری سہارا کریں گی، کوئی اور چٹکار دکھاؤ۔" میں پورن لال کی نگاہوں میں بے چینی اور الجھن کے طے جلتے تاثرات دیکھ رہا تھا، اپنے واروں کو خالی جاتا دیکھ کر وہ ہلکا رہا تھا میری باتوں نے جلتی پر تیل کا اثر کیا تو وہ بھڑک اٹھا، کرسٹ آواز میں بولا۔ "پاپی، تیرا انجام اوش خطرناک ہو گا، کللی کی مہان شکتی تجھے برباد کر دے گی۔"

"میں اپنی بربادی کا شکر ہوں پورن لال جی، آپ کوئی اور جنت منتر آڈائیے۔" میں نے دوسری بار پورن لال کی بے بسی کا منظر اڑایا تو وہ اور زیادہ خطرناک بن گیا، اس کے ہونٹ اور زیادہ تلخ لگے، وہ کسی اور منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ میں اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا۔ لاجوتی پھر کے کسی پیمانہ جھپٹنے کی طرح اپنی جگہ ساکت و جاہل لڑی، پورن لال کو مستقل گھور رہی تھی۔ کمرے میں چند لمحے موت کا بھیانک سناٹا طاری رہا پھر پورن لال نے جاپ ختم کر کے زور سے تلی بجائی تو پورا کمرہ لرز اٹھا، یوں لگ رہا تھا جیسے زلزلہ آگیا ہو، اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے حیران کن تھا، پورن لال کے خطرناک ہیروں نے خوفناک بھیڑیوں کی شکل میں نمودار ہو کر میرے اوپر یلغار کر دی تھی مگر ان کا بھی دبی حال ہوا جو اس سے قبل کوڑیالے ناگوں کا ہو چکا تھا۔

خونخوار درندے جہت لگا کر میری جانب آتے لیکن کسی ناویدہ قوت سے ٹکرا کر واپس لوٹ جاتے، پورن لال ابھی اپنے ہیروں کی ناکامی پر غور کر رہی رہا تھا کہ لاجوتی جیسے اچانک ہوش میں آگئی، اس نے پورن لال کو گھورتے ہوئے سخت لہجہ میں کہا۔ "پاپی، تو نے میری

سندرتا کو اس کر کے اندر دیوتا کو دیئے ہوئے دھن کو توڑا ہے۔ تجھے اس کا سراپ اوش ملے گا۔

”گھنٹی!“ پورن لال جو اپنے بیروں کے انہام سے پہلے ہی دل برداشتہ تھا لاجوتی کی منگھو سن کر تھلا اٹھا۔ ”تو اپنی زبان بند رکھ نہیں تو تیرا انجام بھی اس سلسلے کی طرح بے پایاں ہو گا۔“

”سورکھ“ تجھے میری گھنٹی کا اندازہ نہیں جو ایسی بات کر رہا ہے۔ لاجوتی نے تڑکی جڑکی جواب دیا۔ ”سندرتا دیوتا کو دیئے ہوئے دھن کو بھلا کر تو نے مجھے اپنے اویکار سے آزاد کر دیا ہے۔ اب تیری آگیا کا پالن کرنا یا نہ کرنا میری مرضی پر ہے۔ میں آج تجھے بتاؤں گی کہ آکاش کی اہرا وھرتی کے پھڑت بھاریوں سے زیادہ صمان ہوتی ہے۔“

پورن لال، لاجوتی کے سخت الفاظ سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ لیکن پھر اس کے کہ وہ کوئی اقدام کرنا لاجوتی نے سر کے بل قلا بازی کھائی اور پلک جھپکتے میں بھڑنے کا روپ دھار لیا، اس کے روپ بدلنے ہی جاتی بھڑنے آنا ”فانا“ میں غلوں سے اور جمل ہو گئے۔ پورن لال نے جوابی حملہ کیا اور لوٹ لگا کر سانپ کا روپ اختیار کر لیا، قہیب تھا کہ وہ لاجوتی کو ڈس لیتا لیکن لاجوتی نے ہل بھر میں دوسری جست لگائی اور نیولے کی صورت اختیار کر کے پورن لال کی جانب لپکی۔ پورن لال نے جو اس وقت سانپ کے روپ میں تھا اپنے بدن کو پوری حمیزی سے سمیٹا، وہ غالباً کوئی صورت اختیار کرنا چاہتا تھا مگر اسے ایسی ہوئی۔ لاجوتی نے نیولے کے روپ میں اچھل کر پورن لال کا گھا اپنے نوکیلے راتوں تلے بکڑ لیا، اسی لمحے پورن لال کی خرخراتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی ”پاپن جمبوڑ دے مجھے دیوتا تیری بھول کو بھی شائیں نہیں کریں گے۔“

”بھول تیری تھی پورن لال جو تو نے ایک اہرا کی سندرتا کو بھسم کرنے کی حماقت کی۔“ لاجوتی کی خوفناک آواز گونجی۔ ”پہلے مجھے دھن دے کہ تو میری کھوٹی ہوئی سندرتا کو واپس لائے گا تیری گھنٹی اسی میں ہے۔“

”بوش میں آ لاجوتی“ تو نہیں جانتی کہ تو اس سے کس گھنٹی سے بات کر رہی ہے۔“ پورن لال نے گر جدار آواز میں جواب دیا۔

”تیری گھنٹی اس سے میرے رحم و کرم پر ہے پورن لال!“ لاجوتی نے نیولے کی شکل میں پورن لال کو منہمورتے ہوئے کہا۔ ”اگر میں چاہوں تو ایک ہل میں جہاز خراکات کر تجھے زک میں جموٹک سکتی ہوں۔“

میں حیران و پریشان کھڑا نیولے اور سانپ کی جنگ دیکھ رہا تھا، لاجوتی اور پورن لال کی کوازیں میرے کانوں سے گھرا رہی تھیں، لاجوتی کا جواب سن کر سانپ نے اپنا جسم لہرا کر نیولے پر زور سے مارا جواب میں نیولا قلا بازی کھا کر پلٹا تو سانپ ہلکا اٹھا۔ کچھ دیر تک یہ خوفناک جنگ جاری رہی پھر پورن لال کی لڑکھائی ہوئی آواز ابھری۔ ”میں دھن دیتا ہوں کہ تیری کھوٹی ہوئی سندرتا تجھے واپس کر دوں گا۔“ اس کی کوازیں میں کرب تھا۔

”میں شبیر جی نہیں ہوں سورکھ جو تیرے دھوکے میں آ جاؤں گی۔“ لاجوتی کا لہجہ غضبناک تھا۔ ”تجھے کالی کی سوگندھ کھا کر مجھے دھن دیتا ہو گا“ تیری جان کیل اسی صورت میں بچ سکتی ہے۔“

”میں کالی کی صمان گھنٹی کی سوگندھ کھاتا ہوں کہ اپنی گھنٹی کے زور سے تیری سندرتا واپس لوٹا دوں گا۔“ پورن لال نے کالی کی قسم کھا کر وعدہ کیا تو لاجوتی نے قلا بازی کھائی پھر اپنے اصلی روپ میں آگئی۔ پورن لال سانپ کی صورت میں چہرے ٹانے نشن پر پڑا اپنے جسم کو اذیت ناک انداز میں تل دیتا رہا پھر جب اس نے روپ بدلا اور میرے سامنے اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوا تو مجھے یہ دیکھ کر جھرجھری آگئی کہ اس کی گردن کے پاس انسانی راتوں کے واضح نشن تھے اور ایک دو جگہ سے خون بہہ رہا تھا، اصلی صورتوں میں نمودار ہونے کے بعد دونوں ایک دوسرے کو خوشخوار غلوں سے گھورتے رہے پھر لاجوتی نے منگھو کی ابتدا کرتے ہوئے کہا۔ ”پورن لال، تم نے مجھے کالی کی سوگندھ کھا کر دھن دیا ہے کہ میری سندرتا مجھے واپس کر دے گی۔ اگر تم نے اپنے دھن کو پورا نہ کیا تو دیوی دیوتا تمیں نصبت کر دیں گے۔“

پورن لال جواب دینے کے بجائے خاموش کھڑا اپنا مٹلا ہونٹ چپاتا رہا۔ وہ مستقل طور پر لاجوتی کو گھور رہا تھا، میری موجودگی کو بیکر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر پورن لال نے کوئی حشر پڑھ کر پھونکا تو سیاہ بادلوں کا ایک تودا نمودار ہو کر تیری سے لاجوتی کی طرف بڑھا اور اس نے اپنا انجم بڑھا کر لاجوتی کو اپنے اندر چھپا لیا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان ناقابل یقین واقعات کو دیکھ رہا تھا، ”معا“ میرے دل میں ایک خیال حمیزی سے ابھرا، ”کس پورن لال نے لاجوتی کو اپنے جال میں پھانسنے کی خاطر جموڑ وعدہ تو نہیں کر لیا تھا، کیا وہ لاجوتی کو جس نے اسے مارنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا تھا، اس کا کھوٹا ہوا حسن لوٹا دے گا؟ کیا پورن لال جیسٹ لاجوتی کے آگے بے بس ہو گیا تھا یا اس میں بھی اس کی کینہ خصلت اور کسی گہری چال کو دخل تھا؟ کیا لاجوتی اپنی خوبصورتی واپس

مل جانے پر دوبارہ پورن لال کی پابند رہے گی؟ میرے ذہن میں اسی قسم کے پیشاب خیالات آپس میں گنڈ ہو رہے تھے۔ سیاہ بالوں کا وہ تودہ بدستور لاجوتی کے گرد بمنور کی صورت میں تیزی سے چکرا رہا تھا۔ پورن لال بدستور مجھ سے بے نیاز کھڑا فیسے کی حالت میں اپنا چلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی اندرونی کرب سے دوچار ہے۔ مجھے جہاں ان پر اسرار حالات پر حیرت ہو رہی تھی وہاں اس بات پر بھی تعجب تھا کہ لاجوتی اور پورن لال جو میرے خون کے پیاسے تھے اچانک آپس میں کیوں گرا گئے۔ میں ابھی عو حیرت تھا کہ سیاہ بالوں کا نجم تیزی سے سنا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی لاجوتی کو اس کی کھوئی ہوئی خوبصورتی واپس مل چکی تھی۔ اس کے حسین چہرے پر اب کوئی دایرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سیاہ بالوں کے غائب ہونے کے بعد لاجوتی نے ایک نظر اپنے جسم پر ڈالی پھر پورن کو مخاطب کر کے سپاٹ کواڑ میں کہا۔ ”تمہاری کپا ہے مہاراج جو تم نے اپنی ہفتی کے زور سے میری سندرتا مجھے واپس دان کر دی۔“

”پہلی جا پاپن“ میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جا۔“ پورن لال حکارت سے بولا۔
”میں نے اپنا دھن پورا کر دیا پر تو اب تو اس دھرتی پر نہیں رہ سکتی۔“ تجھے آکاش پر واپس جانا ہو گا۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔“ اچانک لاجوتی کا لہجہ خوشامد ہو گیا۔ اس نے بڑی لہجہ سے کہا ”مجھے ابھی آکاش پر واپس جانے کا حکم نہ دینا۔ میں نے تن من دھن سے تمہاری سیوا کی ہے۔ تمہاری ہر آگیا کا پالن کیا ہے مہاراج۔“ مجھے اپنے چہروں میں رہنے دو۔“
”مہورک۔“ اب یہ ناممکن ہے۔“ تو نے پورن لال کا لہجہ کیا ہے اب تو دھرتی پر نہیں رہ سکتی۔“ تجھے میری آگیا کے انوسار آکاش پر واپس جانا ہو گا۔ اگر تو نے میرا کمانہ مانا تو میں اندر دوتا سے شکایت کروں گا۔“

”ایسا کیوں کرتے ہوئے پورن لال!“ میں نے پورن لال کو چھیڑنے کی خاطر کہا ”مگر تم نے لاجوتی کو اندر جی کے اکھاڑے میں واپس بھیج دیا تو پھر میرے سامنے مسلمانوں کو بکاتے اور پتھروں کی پوجا پر کون آمادہ کرے گا؟ لاجوتی تو تمہارے لئے ایک حسین حربہ ہے پورن لال جی! اس چارے کے ذریعہ ابھی تم بہت سارے شکار پھانس سکتے ہو۔“

میری آواز سن کر پورن لال اور لاجوتی دونوں اس طرح حیرت سے اچھلے جیسے انھیں کمرے میں میری موجودگی کی مطلق کوئی خبر نہیں تھی۔ پورن لال کی آنکھوں میں شیطانی

قوتوں کا خوفناک رقص دہانہ نظر آنے لگا۔ اس نے مجھے قبر والہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”میلے تجھے تو میں بھول ہی گیا تھا۔“ پر تو اب تو میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔“ اپنے بچنے کے احتیام کے ساتھ ہی پوری شدت سے پورن لال نے مجھ پر دہانہ خوفناک حملہ کیا۔ اس کے منتر کے دھوکے نے خوفناک صورتوں میں نمودار ہو کر مجھ پر بھرپور میلے کئے، لیکن کوئی کارگر ثابت نہ ہوا۔ پورن لال تھلا تھلا کر مجھ پر حملے کر رہا تھا، کبھی مجھ پر آگ کی بارش شروع ہو جاتی اور کبھی خون آشام دوندے مجھ پر اچھل کود کرتے، کبھی میں چھت کو ٹیٹ کر اپنے اوپر گرتا ہوا محسوس کرتا اور کبھی مجھے پوں محسوس ہوتا جیسے زمین میرے قدموں تلے سے کھسک رہی ہے، لیکن میں اپنی جگہ ثابت قدم رہا۔ پورن لال اپنی پے در پے ناکامیوں سے جھلا گیا۔ اس کی خوفناک آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے۔ میں نے اسے چرانے کی خاطر کہا۔ ”کیا بات ہے مہاراج۔“ کج تمہاری مہان ہفتی کو کیا ہو گیا؟ تمہارے ہر آج تمہاری آگیا کا پالن کیوں نہیں کر رہے؟ کیا تمہاری دیوی اور تمہارے دیوتاؤں نے بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دیا؟ انھیں آواز دو پورن لال! اپنے دھرماتماؤں اور پڑوت پکاروں کو اپنی سہایت کے لئے پکارا پتھروں کو جنھونڈو۔“ شاید وہ تمہاری آواز سن کر متحرک ہو سکیں۔“ پورن لال میرا جواب سن کر مارے غصے کے ساری جان سے لرز اٹھا۔ مجھے اس کی حالت دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ایک بار پورن لال نے بھی مجھ سے اسی قسم کی باتیں کی تھیں میں ابھی اس کی کھوکھ صورت پر چھائی ہوئی کرامت آمیز جھلاؤں کو دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا کہ کمرے میں مندری خوشبو کا تیز جھونکا آیا پھر لوہان کی خوشبو میرے ذہن کو معطر کر گئی۔ اسی لمحے میں نے پورن لال کو خوفناک انداز میں چوکھٹے دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ اچانک کسی خطرے کی شدت کو محسوس کر کے خوفزدہ ہو گیا ہو۔ اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے میری جانب دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے میری نظروں کے سامنے اسے او بھل ہو گیا۔ میں نے لاجوتی کو دیکھا ہلکا لیکن وہ بھی غائب ہو چکی تھی۔ لوہان کی تیز خوشبو میرے اوپر غنوغی کی سی کیفیتیں طاری کر رہی تھی۔ میں نے کمرے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن میرے قدم لڑکھڑا گئے۔ میری آنکھوں کے نیچے گھپ اند میرے منڈولے گئے میرا ذہن لاکھوں میں ڈوتا چلا گیا۔ لوہان کی خوشبو میرے وجود پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوئی کہ میں پوری طرح اس کے اندر دھنم ہو کر رہ گیا۔

دوسری بار میں ہوش میں آیا تو نہ وہ ممکن تھا جہاں میں بیہوش ہوا تھا نہ کہو کی قرب و جوار میں کوئی نشان تھا۔ میں ایک پرانے قبرستان میں حدم قبوں کے درمیان ہے

یاد مدگار پڑا تھا، میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ذہن کو کرید کر مگوری ہوئی ہائیں یکے بعد دیگرے تسلسل سے یاد آئے لگیں مگر میں بیہوشی کے بعد قبرستان تک کس طرح پہنچا یہ راز میری سمجھ میں نہ آ سکا چار و نا چار اپنی قسمت پر شاکر میں ایک سست چل پڑا۔ اس وقت دھوپ کی تیش سے میرا برا حال ہو رہا تھا، بھوک پیاس کی شدت نے مجھے ہڑحال کر رکھا تھا، قبرستان غامض وسیع اور پرانا تھا۔ میں قبوں کے درمیان سے گزرتا ہوا یوں ہی اندازے سے ایک سمت قدم اٹھاتے لگا۔ ہر چہ کہ اس وقت میں ذہنی طور پر بری طرح ٹوٹا ہوا تھا پھر بھی وہ کہ مجھے وہ واقعات یاد آ رہے تھے جو بیہوشی سے قبل میرے ساتھ پیش آئے تھے۔ لوہان اور منمل کی تیز خوشبوؤں کے بعد پورن لال اور لاجوئی دونوں عائب ہو گئے تھے اور پھر..... پھر بسو میں کیا ہوا تھا مجھے کچھ یاد نہ آ سکا۔ طرزِ روز بھائیوں اور خادوار درختوں نے قبرستان کو بڑا ہولناک بنا رکھا تھا، ہر طرف ویرانی برس رہی تھی، میں اپنے خیالات میں محو لڑکھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ معاً مجھے ایسا لگا جیسے کوئی میری پشت پر موجود ہو۔ میں نے حیرت سے پلٹ کر دیکھا مگر وہاں کوئی شکستہ قبوں کے سوا دور دور تک کوئی آدم زاد موجود نہ تھا، میں تن بہ تقدیر دوبارہ چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا تھا کہ ایک بار مجھے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ معلوم ہوئی اس بار میں نے قدموں کی آہٹ کو خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ میرے جسم کے دو ٹکٹے آپ ہی آپ کھڑے ہو گئے۔ خوف کے احساس سے میرا دل دھڑکنے لگا، میں اس وقت قبرستان میں تھا، کیا مجھ کو کوئی روح میرا تعاقب کر رہی ہو، اس خیال نے مجھے دھلا دیا، میں نے چلتے چلتے پلٹ کر دیکھا لیکن اس بار بھی کوئی نظر نہیں آیا پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کاسٹے پڑ رہے تھے، خوف کے احساس نے اس شدت کو اتھکا بنا دیا۔ چند ثانیے تک میں خاموش کھڑا اپنی اکھڑی اکھڑی سانسوں پر قابو پاتا رہا پھر بمشکل دس بارہ قدم آگے گیا ہوں گا کہ..... ہوا کا ایک گرم جھوٹا میرے چہرے کو چھو کر گزرا اس کے ساتھ ہی ایک نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی، ”پانی۔“

پانی کا نام سن کر میری پیاس کی اشتہا اور بھڑک اٹھی، میں اس کواڑ کو اپنا دہم نہیں سمجھ سکتا تھا۔ پانی کا نقطہ الغلا بہت واضح طور پر میرے کانوں میں گونجا تھا، میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، مجھے یقین ہو گیا کہ کوئی روح میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہے، میں نے تیسری بات پلٹ کر دیکھا لیکن اس بار خوف کے بجائے میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ہائیں جانب شیم بنتہ قبر کے قریب مجھے ایک گھڑا رکھا نظر آیا، میں حیرت سے

لپک کر گھڑے کے قریب گیا، میری قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی، گھڑے میں لٹھا پانی موجود تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر گھڑے سے منہ لگا دیا اور دونوں ہاتھوں سے گھڑے کو ذرا ترچھا کر کے پانی پینے لگا۔ اس وقت پانی پی کر مجھے جس فرحت اور آسائش کا احساس ہوا وہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ بیٹ بھر پانی پینے کے بعد میں نے چلو میں پانی لے کر منہ دھویا اور دوبارہ اپنی نامعلوم منزل کی جانب بڑھنے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا، قبرستان میں گھڑے کی موجودگی میرے لئے حیرت انگیز بات تھی۔ مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں کہ پہلی بار جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو گھڑا وہاں موجود تھا یا نہیں البتہ قدسوں کی آہٹ اور پانی کا مزہ مٹانے والی کواڑ میرا دہم نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اب میں ان باتوں سے خائف نہیں تھا، اگر کوئی روح میرا تعاقب بھی کر رہی تھی تو وہ جیتا کوئی ابھی روح تھی، بدروح ہونے کی صورت میں وہ مجھے یقینی طور پر پریشان کن حالات سے دوچار کر سکتی تھی۔

آدھے گھنٹے تک متواتر چلتے رہنے کے بعد میں قبرستان کو عبور کر کے ایک نیلے کے قریب آگیا۔ مجھے یقین تھا کہ آبلہی یہاں سے زیادہ دور نہیں ہو گی، نیلے پر چڑھ کر میں نے دوسری جانب دیکھا تو کچے کچے مکانات موجود تھے، میں اس وقت کسی لواحقین کی تعاقب تھا۔ ٹیلا اتر کر میں نے اپنی رفتار تیز کر دی، نیلے کے بائیں جانب ایک شکستہ جموینڈی نظر آ رہی تھی، ممکن ہے وہاں قبرستان کا گورکن رہتا ہو، میں نے اس جموینڈی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن جب میں اس کے قریب سے گزرا تو نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی بلوائی قوت مجھے اس جموینڈی کی جانب لٹکاتا چاہتی ہے، میں نے ایک دو بار اس احساس کو غانا چاہا لیکن پھر کسی نامعلوم جذبے کے تحت از خود اس جموینڈی کی جانب ہو گیا۔ جموینڈی دیران ویران اور اجاڑ نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر رک گیا نہ جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، میں نے جموینڈی میں کسی کی موجودگی کی تصدیق کی خاطر آواز دی مگر دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ ڈرتے ڈرتے میں نے جموینڈی کے بند دروازے کو آہستہ سے کھولا اور اندر داخل ہوا تو میری آنکھیں حیرت اور دہشت کے مارے پانی کی پٹی رہ گئیں۔ جموینڈی کے کچے فرش پر لاجوئی مردہ حالت میں چپتہ پڑی تھی، وہاں کوئی انور سار و سامان موجود نہیں تھا۔ لاجوئی کو خلاف توقع اس جموینڈی میں دیکھ کر مجھے خطرے کا احساس ہوا، میں شاید کئی طاقتوں کے چنگ میں پھنسنے والا تھا۔ میری نظریں لاجوئی کے جسم پر مرکوز تھیں جو قطعی طور پر غیر متحرک تھا۔

عقل کا شبہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ میرے خدا میں نہ جانے کس معیت میں کن پہنچا تھا؟ میرا جسم پیچے سے شریور ہو رہا تھا، میں نے تیزی سے پلٹ کر جموہڑی سے باہر بھاگ جانا چاہا لیکن میرے قدم زمین میں گڑ کر رہ گئے تھے، میں اپنے ارادے کو تکمیل کا جامہ پہنانے سے قاصر تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے جڑ ہو رہی تھیں، لاجوتی کی لاش دیکھ کر خارے کی سرد لہر میرے رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی۔ میں نے اس خوبصورت بلا کے چہرے سے نظریں ہٹائی جاہیں لیکن مجھے مایوسی ہوئی پھر اس وقت تو میں سر تپا کانپ کانپ گیا جب میں نے لاجوتی کے بے جان چوٹوں کو آہستہ آہستہ جنبش کرتے دیکھا۔ اس کے مرنے جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو رہے تھے، میں گلگ سا کھڑا اس خوفناک منظر کو دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد لاجوتی نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور ہمت کو گھورتے گئی، میں ساری جان سے لرز اٹھا۔ وہ آنکھیں لاجوتی کی ضرور تھیں لیکن ان میں زندگی کے تاثرات برائے نام بھی نہیں تھے، کس قدر دیرانی تھی ان آنکھوں میں۔ شرفی اور چمک کے علاوہ آنکھیں ان علامتوں سے بھی بیکر عاری تھیں جو کسی ذی مدح کی آنکھوں میں نظر آتی ہیں۔ میں دہشت زدہ کھڑا لاجوتی کو دیکھ رہا تھا کہ اس نے آہستہ سے اپنے سر کو جنبش دی۔ پھر جب میری اور اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو مجھے جھرجھری آگئی۔ ان نظموں کی سرودیرانی مجھے اپنے جسم میں جیتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، ابھی میں ان دیران آنکھوں کے سر سے آزلو ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ لاجوتی آہستہ سے اٹھی اور کھڑی ہو گئی، اس کے جسم کے اعضا جنبش ضرور کر رہے تھے لیکن یوں لگتا جیسے اس حرکت میں اس کے اپنے ارادوں کو کوئی دخل نہ ہو۔ میں نے سوچا، کہیں ایسا تو نہیں کہ پورن لال نے لاجوتی کو کسی اذیتناک سزا سے دوچار کر دیا ہو، یا پھر مجھے کسی سنہری جال میں پھانسنے کے لئے لاجوتی نے یہ نیا انداز اختیار کیا ہو۔ وہ ایک ایسا ہونے کے سبب ہر بات پر قادر تھی۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے محبوب حقیقی کو یاد کیا اور اپنے دل کی حرکتوں پر قابو پانے لگا۔ لاجوتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میری جانب بڑھ رہی تھی۔ اس کی ہلکوں کو ایک معمولی جنبش بھی نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے جلدی سے تہمت اٹھری تین بار پڑھ کر اپنے لہجہ دم کیا پھر جب لاجوتی میرے قریب آکر رکی تو میں نے بے پروا سکون اور نفوس لیجے میں اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”خوبصورت ناگن، تم خواہ کتنی روپ و حمار، کتنی سوانک بھرو، تمہارا بحر اب میرے لہجہ کا لہجہ نہیں ہو سکے گا میں نے اب جس عظیم طاقت پر بھروسہ کیا ہے اس کے آگے لہو رانی طاقتوں کی بھی ایک نہیں چل سکتی، میری مانو تو اب تم میرا تعاقب چھوڑ

”اگر میں منور لال ہوتا تو تم کامیاب ہو سکتی تھیں لیکن اب میں شبیر حسن خاں بن چکا ہوں۔“

لاجوتی میرا جواب سن کر معنی خیز انداز میں مسکرائی، اس کی مسکراہٹ پر اثر تھی، میں نے سنبھلے ہوئے کہا۔ ”تم اب خواہ کوئی حربہ آزمالو، میں تمہارے لئے ناقابل تغیر بن چکا ہوں، تمہارے خوبصورت جسمانی عیب و فراز، تمہاری دل بھانے والی باتیں اور تمہارے انداز و نمونے میرے ایمان کو اس قدر کسی صورت حائل نہیں کر سکتے۔“

”مجھے خوشی ہے شبیر حسن خاں کہ تم انسان بن گئے۔“ لاجوتی نے ورد بھری آواز میں جواب دیا لیکن وہ آواز لاجوتی کی نہیں تھی میں اس آواز کو سن کر ششدر رہ گیا، مجھے ایسا لگا جیسے وہ آواز میرے لاشور میں کہیں دہلی ہوئی ہے، میں نے ابھی ہوئی گروہوں کو کھولنے کی سعی کی، ”معا“ میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا، ہو سکتا ہے کہ لاجوتی نے انداز سے میرا شکار کرنا چاہتی ہو، اس خیال نے میری ابھمن کو تقویت بخشی، میں نے اسے گھورتے ہوئے سخت آواز میں غلبہ کیا۔ ”خدا کی لازوال طاقت سے کمرانے کی طاقت چھوڑ دو لاجوتی، اس طرح تو ہو جاؤ گی کہ تمہاری مدح بھی مسخ ہو کر رہ جائے گی۔“

”خدا کا نام تمہاری زبان سے سن کر مجھے اور خوشی ہو رہی ہے شبیر حسن۔“ لاجوتی کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی، اس بار بھی اس نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میرے جسم کی غلاظت پر مت جاؤ، میری مدح کی پاکیزگی کو پہچاننے کی کوشش کرو۔“

میں لاجوتی کی پراسرار قوتوں سے نادقت میں تھا، وہ روپ بدلنے اور آواز بدلنے پر قادر تھی لیکن جب اس نے خدا کا نام لیا تو مجھے سوچنا پڑا، کیا وہ محض مجھے ابھانے کی خاطر اپنا مذہب بھی داؤ پر لگا رہی تھی؟ کیا وہ مجھ پر حاوی ہونے کی غرض سے مجھے باتوں میں ابھار رہی تھی؟ وہ کیا چاہ رہی تھی؟ میرا ذہن بڑی تیزی سے گام کر رہا تھا، ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے چار تھیں، کچھ دیر تک گمراہ سکوت طاری رہا، پھر لاجوتی کے ہونٹوں کو دیدار جنبش ہوئی، اس نے بدلی ہوئی آواز میں رندے ہوئے لہجے سے کہا۔ ”شبیر خاں، مجھ سے خائف مت ہو، میں گر جیسے نقصان پہنچانا چاہتی تو آج سے بہت پہلے تم کو مار سکتی تھی، یا جیسے تمہارے مال پر چھوڑ کر سکون کی تلاش میں اس دنیا سے دور جا چکی ہوئی لیکن میں چاہتی تھی کہ تم سچائی کا راستہ اپنالو، تم نے میری مدح کو جو اذیتناک کرپ عتابت کیا ہے اس کی تک آج بھی باقی ہے لیکن اس کا حساب روزِ محشر خدا کے سامنے ہو گا بہر حال مجھے اس بات کی خوشی ضرور ہے کہ میری قربانی دایاں نہیں گئی۔“

”تم ————— تم کون ہو؟“ میں نے خوفزدہ آواز میں دریافت کیا مجھے اپنے سکون پر قابو پانا دوسرے رہا تھا، میرے لاشعور میں ہلچل مچ رہی تھی، کوئی الجھی ہوئی سمجھی مجھے بے چین کر رہی تھی۔“

”تم مجھے بھول گئے شیر حسن، مجھے خوشی ہے کہ تم نے سب کچھ بھلا دیا، شاید اس لئے کہ اب تم منور ہلال مہاراج کے بجائے شیر حسن خاں بن چکے ہو لیکن میں ابھی تک وہی ہوں جو پہلے تھی، تمہاری دنیا میں میری موجودگی کا مقصد صرف اتنا ہے کہ میں تمہیں تمہاری حیل تک پہنچاتا چاہتی ہوں اس کے بعد تمہاری اس دلی دنیا اور اس کی ہر شے سے میرا تعلق ختم ہو جائے گا۔“ لاجوتی کی بدلی ہوئی آواز اور اس کا انداز مستحکم مجھے پریشان کر رہا تھا۔ پھر یکفخت میرے ذہن میں ایک نام تیزی سے ابھرا۔ ”ساجدہ“ مجھے اپنا دھودھوڑا عروس ہوا، دل کی دھڑکنیں معدوم ہونے لگیں گزرے ہوئے واقعات جو اس نام سے منسوب تھے۔ میرے ذہن کے پردے پر ابھارے ہوئے تھے۔ میرے لاشعور کی گہری کھلی چکی تھیں۔ میں نے لاجوتی کے حسین جسم کو وزیدہ نظروں سے دیکھا جس کے قالب میں ساجدہ کی روح موجود تھی، ساجدہ جسے میں نے ایکبار بھر پابل کرنے کی کوشش کی تھی، شرمندگی اور عزامت کا احساس میرے دل و دماغ پر شرمین کر چھا رہا تھا، میرا دل چاہ رہا تھا کہ ذہن پھینے اور میں اس میں سما جاؤں، میرا ضمیر جو بیدار ہو چکا تھا مجھے کچھ کے لگا رہا تھا، میں شرمسار کھڑا تھا کہ ساجدہ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ”اکیبار کالی قوتوں نے لاجوتی کے خوبصورت جسم کو تمہیں ملکہ راستے پر ڈالنے کی خاطر اپنا آلہ کار بنایا تھا، یہی موقع اب تمہیں حاصل ہے، تم اگر چاہو تو ان شیطانوں سے اپنے ظلم کا حساب چکا سکتے ہو۔“

”یہ میری دیرینہ آرزو ہے لیکن اس سے پیشتر میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے اپنی غلطی پر عزامت کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔“ میں نے دھڑکنے ہوئے دل سے جواب دیا تو ساجدہ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ”میں حالات کا شکار ہوئی تھی شیر حسن، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، میری دعا ہے کہ خدا ابھی تمہیں معاف کرے۔“ ساجدہ کی روح کا جواب سن کر میرا دل بھر آیا، عقیدت کے آنسو جو میرے دل کی گہرائیوں میں چھل رہے تھے ابھر کر چلوں تک آ گئے، میں نے تنکرائنہ نظروں سے لاجوتی کے جسم کے اندر جھانک کر ساجدہ کی مقدس روح کو سلام کیا۔ میرے دل کی حالت اس وقت غیر ہو رہی تھی، میں نے طاقت کے نشے میں مست ہو کر ساجدہ کو مدد دینے کی کوشش کی تھی، اس کی روح کو اپنا ہدف بنانے کی خاطر میں نے دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگی تھی لیکن آج وہی مقدس روح

میری دہبہ کی کر رہی تھی، میرا سر عزامت سے جھک گیا اور اسی وقت لاجوتی نے میرا ہاتھ تھاما تو سردی کی لہر نے مجھے چھوٹا دیا، میں نے ڈرتے ڈرتے نظریں اوپر اٹھائیں، لاجوتی کے ہونٹوں سے ساجدہ کی آواز ابھری۔ ”میرے ساتھ آؤ شیر حسن، میں تم کو اپنی قبر پر لئے چلتی ہوں، تمہیں وہاں بیٹھ کر آیت کریمہ کا جلال و عظیم کرنا پڑیگا میں چاہتی ہوں کہ تم نے طاقت کے بے انتہا حصول کا جو خواب دیکھا تھا اس کی صحیح تعبیر بھی دیکھ سکو، میں اس دھنپنے کے دوران تمہیں بلاؤں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گی اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا، لاجوتی کا ناپاک جسم مجھے چھوڑنا پڑیگا۔“

میں نے خاموشی سے ساجدہ کی روح کا پیغام سنا اور چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا، وہ مجھے اسی پختہ قبر پر واپس لائی جہاں پانی کا گڑا رکھا ہوا تھا، میں نے حیرت سے اس مقدس روح کی سمت دیکھا۔ جو لاجوتی کے قالب میں موجود تھی، مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ میری پیاس کو دور کرنے کا بندوبست کس نے کیا تھا؟ لاجوتی نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھا پھر وہ مجھے آیت کریمہ کے جلالی محل کے بارے میں ضروری ہدایتیں دیتے گئی۔ میں خاموش کھڑا پوری توجہ سے ان ہدایتوں کو ذہن نشین کرتا رہا، تفصیلات سے آگاہ کرنے کے بعد روح نے کہا۔ ”شیر حسن، طاقت کا حصول جتنا مشکل ہوتا ہے اس سے زیادہ دشوار اس طاقت کا استعمال ہوتا ہے، میں نے تمہیں جو عمل بتایا ہے اس کی تکمیل کے بعد تم ایک ایسے موکل کو اپنے قبضہ میں کر لو گے جو تمہارے اشارے پر ہتھیار کے سلسلوں کو بھی روکنے کی گالوں کی شکل میں اڑا سکتا ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ تم اس موکل کو محض ان شیطانی قوتوں کو برباد کرنے کے لئے استعمال کرنا جنہوں نے تمہاری روح کی پاکیزگی کو بھروسہ کیا تھا، تمہیں انسان سے بھترنا دینا تھا، گمراہ کیا تھا، مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد موکل کو آزاد کر دو گے اور کوئی ملکہ کام تمہیں کوہ گے۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں اے نیک اور مقدس روح کہ طاقت کے حصول کے بعد میں صرف اپنے ان ناپاک دشمنوں کو نیست و نابود کروں گا جنہوں نے مجھے وحدانیت کی راہ سے ہٹا کر گمراہی کے راستے پر ڈال دیا تھا۔“ میں نے سچے دل سے وعدہ کیا پھر ساجدہ کی روح کی ہدایتوں کی تکمیل کے بعد اس قبر کے سرے پر بیٹھ کر آیت کریمہ کا دھنپہ شریع کر دیا۔

میں نے اپنے بزرگوں کی دہلیزیں سن دیکھا تھا کہ آیت کریمہ کا جلالی دھنپہ کرنے والے شاذ و نادر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں، یا تو اس عمل کو کرنے والے پاگل ہو

جاتے ہیں یا اپنی یادداشت کو بیٹھتے ہیں، لیکن میری بہت سال قحیٰ میں نے عمد کر لیا کہ پورن لال اور کھیل داس کو کیڑا کر دیا۔ پچھلے کے بعد دھنپے کے موکل کو آزاد کر دوں گا اور اس کے بعد ایک بچے مسلمان کی طرح اپنی زندگی کے ہائی نامہ دن یاد الٹی میں گزاروں گا، شروع میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی لیکن جیسے جیسے دن گزرتے جاتے میری وحشت میں اضافہ ہوتا جاتا۔ مجھے یہ دھنپے چالیس روز تک پڑھنا تھا، کھل چار پانچ دن بڑے سکون سے گزرے پھر دھنپے پڑھتے پڑھتے میرا دل چاہتا کہ انھوں اور حصار سے باہر نکل جاؤں۔ پندرہ روز تک میری حالت جنونی رہی لیکن اس کے بعد ہر احساس رفتہ رفتہ مٹ گیا، میں اپنے عمل میں اس طرح ڈوب گیا کہ بھوک پیاس اور قرب و جوار کی دیرانی بھی دور ہو گئی، پینتیس روز تک کوئی ایسا کھل ذکر واقعہ پیش نہیں کیا جسے میں رقم کروں لیکن اس کے بعد دوبارہ ایسے خطرناک موڑ آئے جب میں ڈگمگاتے ڈگمگاتے بھاگ کر ساجدہ کی مقدس روح نے ان موتوں پر میری مدد نہ کی ہوئی تو آج میں اپنی پراسرار داستان حیات کو کھینچ کر لے لے لے یا تو زندہ نہ ہونا اگر زندہ رہتا تو پاگلوں کی طرح سڑکوں پر مارا مارا گھوم رہا ہوتا، پشلا واقعہ بتاتے ہیں شب کو پیش کیا، میں آنکھیں بند کئے دھنپے پڑھنے میں مگن تھا کہ یخفت روشنی کا کوندا ہوا اور اتنی شدت سے ہوا کہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اپنی نظروں کے سامنے لکڑیوں کا لالہ جلتا ہوا نظر آیا جس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ دس بارہ تنگ و دھڑنگ اور خوفناک صورت وحشی افراد آگ کے گرد شیطانی رقص کر رہے تھے اور بار بار میری جانب دیکھ رہے تھے۔ کچھ دینے تک یہ رقص جاری رہا پھر خوفناک چہرے والے میری جانب بڑھنے لگے۔ ان کی انگلیوں کی مانند دھکی ہوئی روشن آنکھیں انتہائی خوفناک تھیں۔ قرب تھا کہ میں وحشت سے جھجھکتا اور اپنی طویل ریاضت سے محروم ہو جانا کہ ساجدہ کی آواز نے مجھے چٹکا دیا، اس نے مجھے بتایا کہ یہ خوفناک صورتیں مجھے ڈرا کر دھنپے کے عمل سے باز رکھنا چاہتی ہیں۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں اور بلند آواز میں دھنپے کا درد شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک خوفناک آوازیں آتی رہیں پھر سکوت چھا گیا۔

دوسرا واقعہ انتالیسویں دن پیش آیا۔ اس رات گرمی اس قدر شدید تھی کہ سانس لینا بھی دشوار تھا، میں اپنے عمل میں محو تھا کہ اچانک کہیں قریب سے شیر کے دھاڑنے کی خوفناک آواز سنائی دی اور میرا دل دل کر رہ گیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت جو وحشتناک منظر میری نظروں نے دیکھا وہ بذات خود کسی انسان کے ہوش و حواس گم کر دینے

کے لئے کافی تھا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا ہر عائب تھا، گردن سے خون کا فوارہ اٹل رہا تھا اور وہ برق رفتاری سے بھاگتا ہوا میری جانب آ رہا تھا۔ ابھی میں اس ہولناک منظر کو دیکھ ہی رہا تھا کہ شیر کے دھاڑنے کی آواز دوسری بار میرے پیچھے سے اتنی زور سے سنائی دی کہ میں اچھل پڑا، قریب تھا کہ میں دھنپے چھوڑ کر بھاگنے کے لئے اٹھتا کہ ساجدہ کی آواز میرے کانوں میں بوقت کو گئی

”سنبلو شیر حسن خاں، یہ تمہاری آواز نہیں کے آخری لمحات ہیں، یہ ہولناک مناظر تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے رونما ہو رہے ہیں، دل میں خدا کا نام لے کر اپنا عمل جاری رکھو، کامیابی تم سے زیادہ دور نہیں۔“

میں نے ساجدہ کی آواز سن کر آنکھیں بند کر لیں اور دھنپے کا درد جاری رکھا، اس روز تمام رات درندوں کی ہولناک آوازیں مجھے وحشت زدہ کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ خوفناک اور کہنا کہ چچیں میری قوت سماعت سے نکراتی رہیں، بھیا نک قہقہے اور پشور دھمکے میرے دھنپے کی راہ میں حائل ہونے کی سعی کرتے رہے لیکن میں نے ان توانوں پر کوئی دھیان نہیں دیا اور آیت کریمہ کا درد جاری رکھا، رات کب گزری اور کب صبح کے نور نے ظلمت کو پھاڑا مجھے اس کا مطلق کوئی احساس نہیں ہوا، دوبارہ میں نے اسی وقت آنکھیں کھولیں جب ساجدہ نے ہدایت کی، اس بار میں نے آنکھیں کھولیں تو قبرستان پر صبح کا اجالا پوری طرح پھیل چکا تھا، میں نے اپنے سامنے ایک لورلی چہرے والے شخص کو دیکھا جو سر تا پا سفید لباس میں لپیٹا تھا، اس کے سر اور رازمی کے بال بھی مدنی کے بالوں کی طرح سفید تھے، مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس شخص نے اپنا سر قدرے جھکاتے ہوئے پوچھا۔ ”میں حاضر ہوں، تمہارا ہر حکم بجالانا میرے اوپر فرض ہے، کو، کیا چاہتے ہو؟“

”تم کون ہو؟“ میں نے نفوس آواز میں دریافت کیا۔

”میں آیت کریمہ کا موکل ہوں اور اب تمہارے تابع ہوں، کو، میرے لئے کیا حکم ہے؟“ میں نے اس کا جواب سنا تو خوشی سے جھوم اٹھا میں اپنے عمل میں کامیاب ہو چکا تھا۔ میں نے موکل سے کہا کہ جب میں اسے بلاؤں وہ دوبارہ حاضر ہو۔ اس کے نظروں سے غائب ہو جاسے کے بعد سب سے پہلے میں نے سجدہ شکر کیا پھر حصار سے باہر آ گیا۔ اپنے محلے پر نظر ڈالی تو خود کو بھی نہ پہچان سکا، میرے جسم پر میل کی تیس جم رہی تھیں، میرا شیوہ بری طرح بدھ چکا تھا اور سرگردو غبار سے اٹا ہوا تھا، ”معا“ مجھے ساجدہ کا خیال آیا، میں

لے پلٹ کر دیکھا تو لاجپتی کا بیکر قبر کی دوسری جانب موجود تھا۔ اس کے جسم کی حرکت بتا رہی تھی کہ ساجدہ کی مدح ابھی تک اس کے قالب میں موجود ہے۔ قفل اس کے کہ میں اس سے مخاطب ہوتا اس نے پروقار انداز میں کہلا۔ ”شیر حسن خلی مجھے خوش ہے کہ تم اپنے محل میں سرسراؤ ہوئے“ مجھے صرف اسی دن کا انتظار تھا۔ اب میں تمہاری اس مادی دنیا سے واپس جا رہی ہوں جو کچھ وعدہ تم نے مجھ سے کیا ہے اسے فراموش نہ کرو۔“

”اے مقدس روح“ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے قول کو پورا کروں گا۔“ میں نے حمزہ سے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ ”تو نے جو احسان مجھ پر کیا ہے وہ میں تا قیامت یاد رکھوں گا“ میں اپنے ماضی کے برتاؤ پر پشیمان بھی ہوں اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے معافی عطا ہو، ورنہ میرا ضمیر مجھے پیشہ پیکر کے لگانا رہے گا۔“

”میری موت رائیگاں نہیں گئی شیر حسن خلی۔“ مقدس روح نے جواب دیا۔ ”تم نے راہ راست پر آکر میری مدح کی ازخاکیں کو کم کر دیا ہے میں تمہیں خطا وار نہیں سمجھتی اور نہ ہی اب تم سے شکاکی ہوں لیکن میری آخری خواہش ایک اور بھی ہے۔ تم نے فیہ کے ساتھ زیادتیوں کی ہیں، اس کی دفا کو چرکے لگائے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ تم اس ضمن میں بھی تلافی کرو۔“

”میں اقرار کرتا ہوں کہ فیہ کے سلسلے میں مجھ سے بہت ساری نا انصافیاں سرزد ہوئی ہیں، وہ میری شریک حیات ہی نہیں بلکہ میری محسنہ بھی ہے، میں اس سے تلافی کا وعدہ کرتا ہوں مگر وہ.....“

”حالات کا تقاضا یہی تھا کہ وہ تم سے دور رہے۔“ ساجدہ کی مدح نے میرا جملہ کاٹے ہوئے کہلا۔ ”وقت ہر زخم کا مرہم بن جاتا ہے، تم بایں نہ ہو، فیہ تمہیں بہت جلد مل جائے گی، اچھا، خدا حافظ۔“

میں چاہتا تھا کہ ساجدہ کی مدح سے فیہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کروں، پورن لال اور گپال داس کا پتہ دریافت کروں لیکن قفل اس کے کہ میں اپنی زبان کو جیش دنا لاجپتی کسی لٹنی ہوئی دیوار کی بہتر زمین پر گر پڑی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا بے جان جسم دھواں بن کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ لمحات میرے لئے بڑے صبر آنا تھے۔ ساجدہ کی مقدس روح نے میری رہنمائی جس انداز میں کی تھی وہ میرے لئے ایک ناقابل فراموش حقیقت تھی۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو خدا جالے آج میں کہاں ہوتا اور کس محل میں ہوتا۔ بہر حال لاجپتی کے جسم کے فنا ہو جانے کے بعد میں نے ساجدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی

پھر اسی راستے پر ہو لیا جو نیلے کی سمت جاتا تھا۔ اب مجھے نہ بھوک کی شدت پریشان کر رہی تھی نہ پیاس کی اشتیاق تھی نہ صحن کا احساس تھا۔ میرے سر میں بس یہی سورا سلیا ہوا تھا کہ جلد از جلد ان ٹاپاک ہستیوں کو جہنم رسید کر سکوں جنہوں نے میری زندگی کو کھلنا سمجھ کر کیلئے کی کوشش کی تھی۔ ایک طویل عرصے تک مجھے گھبراہٹ کی راہوں پر بھٹکتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا، مجھے انسان سے پتھر بنا دیا تھا۔ میری آنکھوں پر طاقت کی ہوسناک پٹی باندھ دی تھی، مجھے گمراہ کیا تھا، اس حد تک کہ میں مسلمان سے ہندو بن گیا تھا۔

میری رفتار ہر لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی، گزرے ہوئے دنوں کی تلخ یادیں میرے جذبات کو بھڑکا رہی تھیں، میرے لئے سکون اس وقت تک حرام ہو گیا تھا جب تک میں اپنے دل کی بھڑاس نہ نکال لوں۔ مجھے اس بات کا بھی مطلق احساس نہیں تھا کہ میں کس راستے پر جا رہا ہوں۔ میرے قدم آپ ہی آپ مجھے میری منزل کی سمت لئے جا رہے تھے اس کا یقین مجھے اس وقت ہوا جب میں نے اچانک خود کو کالی کے مندر کے سامنے کھڑا پایا۔

ایک لمبے کو تو میں شدید رو گیا، مجھے یاد نہیں کہ میں یہاں تک کس طرح پہنچا، یقیناً وہ کوئی غیبی قوت تھی جس نے میری رہنمائی کی تھی۔ بہر حال جب میں نے کالی کے پر شکوہ مندر کو دیکھا تو فصد سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، یہی وہ مقام تھا جہاں میں نے فیہ کو قربان کرنا چاہا تھا اسی جگہ پورن لال نے میری قوتیں زائل ہونے کے بعد میری درگت بنائی تھی۔ میں اس مقام کو بھلا کیسے بھلا سکتا تھا، یہاں کے ایک ایک ذرے سے میری زندگی کی بہت ساری تلخ اور کریناک یادیں وابستہ تھیں۔ یہی مندر میری زندگی کا ایک اہم موڑ بھی ثابت ہوا تھا، میں چند ٹائمنے تک فصد میں پھرا کھڑا مندر کو گھورتا رہا پھر میں نے سوچا۔ ”میں یہاں کیوں آ گیا؟ کیا کالی قوتوں نے ایک بار پھر میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنے کی کوشش کی ہے؟ کیا میرے ضمیر میں ابھی تک کوئی آلودگی باقی ہے؟ یا میں یہاں کسی مقصد سے آیا ہوں؟ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا، میں ابھی تک کسی فیصلے پر رک نہیں سکا تھا کہ ایک جالی پھانی آواز پشت سے ابھری اور میں اس طرح اچھل کر گویا جیسے کسی زہریلے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو، پلٹ کر دیکھا تو خون کی حدت اور بڑھ گئی۔ میری نظروں کے سامنے، مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر میرا سب سے بڑا دشمن پورن لال کھڑا مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس کی مسکراہٹ میں طہر تھا، ایسا زہر تھا جس کے احساس نے مجھے مایہ بے آب کی مانند ترپا دیا۔ میرا دل چاہا کہ اسی لمحے اس کے حضور

وجود کو نیست و نابود کر دیں مگر پورن لال نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا، بڑے زہر آلود لہجے میں مجھے مخاطب کر کے بولا۔ "شیر حسن خاں، تم؟ یہاں! مجھے تمہارا طلیہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے، کیا کوئی چٹا آن پڑی ہے؟"

"مجھے تمہاری ہی تلاش تھی پورن لال!" میں نے خود پر بمشکل قابو پاتے ہوئے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ میں اگر چاہتا تو اپنے موکل کے ذریعہ نہ صرف پورن لال کو قفس نس کر سکتا تھا بلکہ ان سرمنڈے اور نگلی پائے ہوئے پڈت بھاریوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا جو اس پاس گھوم رہے تھے مگر میں نے ایسا نہیں کیا، مجھے دوسروں کے مذہب سے کوئی حیر نہیں تھا، میرا دشمن صرف پورن لال تھا، میں صرف اس سے اپنے انتقام کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔

"میری تلاش تھی؟" پورن لال میرا جواب سن کر زہر خند سے بولا۔ "کو بر بھاری، تم کیا چاہتے ہو؟ کیا گرو کی سائنس کی ضرورت تمہیں کالی کے پوتر چروں تک تھکیت لائی ہے؟ مجھ سے اپنی چٹا بیان کرو، بالک میں تمہاری سائنس اوش کروں گا پر تو ایک بات کا دھیان رہے، تمہارے من کا اجلا ہونا ضروری ہے۔"

"پورن لال، میں تم سے تنہائی میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ہونٹ چبائے ہوئے کہا۔

"مورکھ —————" اچانک پورن لال کڑھٹ آواز میں بولا۔ "یہ کالی کا استحقاق ہے، یہاں صرف کالی کا راج ہے، مائی کی، آگیا کے بغیر یہاں کا ایک ٹکڑا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا، اگر تو یہاں بھی مجھ جیسے مہمان پڈت سے گھرانے کی آٹاش من میں لیکر آیا ہے تو یہ تیری بھول ہے، تو نے شیری کچھار میں پگ دھر کے اپنی موت کو آواز دی ہے، یہاں میری مہمان ختی تھے چٹکی جہاتے میں جلا کر ہسم کر دے گی، دیوی کے استحقاق پر تیرے دھرماتماؤں کی نہیں چل سکے گی مورکھ!" پورن لال غصہ میں لال پیلا ہو رہا تھا، اس کی آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا راج تھا، میں اس ہٹاک بھاری کو پلٹ کر کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ وہ ایک لمبی سانس لیکر پھرے ہوئے انداز میں اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا "اگر اس ٹکٹکی لاجوختی نے تیری سائنس نہ کی ہوتی تو میں اب تک تیرا کیا کرم کر چکا ہوتا، اس پاپن نے تیرے کارن مجھ سے گھرانے کی کوشش کی تھی، میں نے اسے مار ڈالا، اس کی آتما اس سے زکھ میں جل رہی ہو گی، دیوی دیوتاؤں کا سراپ اسے زکھ میں سدا بیاکل رکھے گا، وہ تیرے پلید شریر کی بھوک تھی، میں اب تجھے بھی اس کے پاس زکھ میں

پنچا دیں گا۔"

"مجھے تم سے اسی بات کی امید تھی مدارج لیکن تم مجھے زندہ چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئے تھے؟" میں نے پچھتے ہوئے لہجہ میں سوال کیا تو پورن لال مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "یہ دیوی دیوتاؤں اور مہمان بکٹیوں کا راز ہے مورکھ، میں تجھے کیل انا بتا سکتا ہوں کہ اس سے دیوی کے پوتر شریر کی ملک نے مجھے وہاں سے بٹنے پر مجبور کر دیا تھا، پر خواب تو میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا، مجھے تیرا سے پورا ہونا نظر آ رہا ہے۔"

"جب تمہیں میرا انجام معلوم ہے پورن لال تو پھر تم کس وجہ سے جلا رہے ہو؟" میں نے پرسکون آواز میں کہا۔ "جو کچھ ہوتا تھا ہو چکا، اب جو کچھ میری قسمت اور تمہاری تقدیر میں لکھا ہے وہ بھی پورا ہو کر رہے گا، مجھے یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ تم کس پائے کے بھاری ہو لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم سے اکیلے میں وہ باتیں کر لوں اس کے بعد پھر کبھی ہمارے درمیان کوئی لڑائی یا کسی جھگڑے کے امکان پیدا نہیں ہوں گے، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں پورن لال کہ آئندہ کبھی تم سے گھرانے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

پورن لال نے میری باتوں کا کیا اثر لیا یہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، ہاں انا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میرا جواب سن کر وہ جس انداز میں مسکرا کر ٹلیٹکٹ بخیہ ہوا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اچانک کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا ہے۔ میں نے اپنی جگہ اس بات کا مہم ارادہ کر لیا تھا کہ آج کسی قیمت پر پورن لال کو ہاتھ سے نہ جیلے دیں گا، کچھ لمبے پورن لال مجھے گھورتا رہا پھر ٹنگ آواز میں اپنے ساتھ آنے کو کہا، میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس نے میری درخواست قبول کر لی۔ بصورت دیگر مجھے اس سے دوسرے پڈت بھاریوں کی موجودگی ہی میں وہ ہاتھ کرتے پڑتے، جس سے عیس امن اور فرقہ دارانہ سلسلہ پھیلنے کا اندیشہ بھی لاحق تھا۔ پورن لال مجھے اسی جھونپڑی میں لے گیا جہاں اس نے بحیثیت منور لال کے میری تھپک کی تھی (اس وقت میں اسی قتل تھا) جھونپڑی میں پہنچ کر اس نے مجھے خمارت بھری نظروں سے گھورا پھر بولا۔ "کو ملے، تم کس کارن میرے پاس آنے ہو اور مجھ سے کیا باتیں کرنا چاہتے ہو؟"

"پورن لال۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں تم نے آج تک میرے اوپر جو احسانات کیے ہیں اس کا حساب دینا، میں تم کو اکیلے میں بھی اسی غرض سے لایا ہوں کہ کھل کر حساب کر سکیں۔"

"تمہی کئی کاکیل ایک ہی راستہ ہے شیر حسن۔" پورن لال سینہ لیکن کر دھشت لہجے

”کیسے“ میں پوری قوت سے چلایا پھر میں نے اپنے موکل کو اشارہ کیا تو اس نے اپنی گرفت پورن لال کی گردن پر اور ٹک کر دی، پورن لال کی کواز اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئی، اس کے چہرے پر موٹی چھادی تھی، لہجہ ایک پورن لال کا جسم ہوا میں مسلح ہو گیا۔ میرے موکل نے اسے گردن سے پکڑ رکھا تھا۔ پورن لال کی حالت مضحکہ خیز تھی، اس کی آنکھیں مقلوں میں دھنناک طور پر پٹی پٹی نظر آ رہی تھیں۔ کئی سے باہر نکل کر میں دوسری سمت بڑھ گیا لیکن میری آنکھیں بدستور پورن لال پر مرکوز تھیں جو فضا میں مسلح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس پر اسرار کیفیت نے قرب و جوار میں گھونٹے پھرنے والے پھڑت پھیاریوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، دیکھتے ہی دیکھتے پورن لال کے گرد اچھا خاصا جھوم اٹھا ہو گیا کچھ تماشاخی دور رہے، لوگوں میں چند گھونٹیاں شریع ہو چکی تھیں۔ چند بیماری مند کے اندر بلند بیڑھیوں پر کھڑے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، میں قدم بڑھاتا جمع سے خاصا دور نکل آیا پھر ایک جگہ رک کر میں نے مندر کی جانب نظر ڈالی تو وہاں پھڑت پھیاریوں اور دوسرے تماشاخیوں کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہو چکا تھا۔ میرے لئے اب پورن لال کا وجود ناقابل برداشت تھا چنانچہ میں نے موکل کو یاد کر کے اسے آخری ہدایت کر دی، دوسرے ہی لمحے پورن لال بکھٹ فضا میں یوں اوپر کی جانب اچھلا جیسے کسی مادرانی قوت نے اسے اچھال دیا ہو، اوپر پہنچ کر اس نے فلا بازی کمانی پھر بلندی سے سر کے بل نیچے کیا، پھڑت پھیاری خوفناک انداز میں چیخے چلاتے اور لوہو بھاگ کھڑے ہوئے، مجمع کائی کی طرح بھٹ گیا میں دور ہونے کے سبب پورن لال کا جبرناک انجام نہ دیکھ سکا مگر جو مہر دور سے نظر آ رہا تھا وہ بھی بڑا روح فرسا تھا۔ مندر کی بیرونی بیڑھیوں پر خون، پانی کی طرح بہتا نظر آ رہا تھا۔ پورن لال کی لاش جتنی طور پر مسخ ہو چکی تھی۔ میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ موکل کو رخصت کر کے میں شہر کی جانب چل پڑا، مجھے پورن لال کی موت پر خوشی تھی، میرا ایک دشمن کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا۔ اب مجھے کوہاں داس سے نمٹنا تھا لیکن اس سے پہلے فیصہ کی تلاش بھی ضروری تھی۔ نہ جانے وہ کس محل میں تھی اور کہاں تھی؟ میرا ذہن فیصہ میں الجھ گیا، شہر کی حدود میں داخل ہو کر میں نے سوچا کیوں نہ موکل سے فیصہ کا پتہ دریافت کروں اور اس کی مدد سے گوہر مقصود تک پہنچوں۔ ابھی یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا ہی تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ذہن ڈوب رہا ہو۔ میرے اعصاب پر نئے کی سی کیفیت طاری ہو رہی تھی، مجھے اپنے چاندوں طرف دھند بھینچتی نظر آ رہی تھی میں نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر بیوشی کے اثرات اس قدر تیزی سے مجھ پر طاری ہوئے کہ

میں سنبھل نہ سکا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ذہنی طور پر مسلح ہونے سے قبل لوہان کی خوشبو کا ایک تیز جھوٹکا میری قوت شلہ سے کھرایا اس کے بعد ہر سمت تاریکی چھا گئی۔ میں کتنی دیر بیوش رہا مجھے ٹھیک طور پر اس کا احساس نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جب اندراجا دور ہوا تو میں نے خود کو ایک سنگلاخ اور نامعوار زمین پر پڑا پایا۔ میرے ذہن پر اب بھی ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو جسم میں جھرجھری آگئی، میرے سامنے اس وقت وہی بزرگ موجود تھے جنہوں نے مجھے کفر کے راستوں سے دور کیا تھا۔ لوہان کی تیز منک میرے وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ مجھ پر اس وقت جو کیفیتیں طاری تھیں وہ عجیب و غریب تھیں۔ میں عقیدت بھری نگہوں سے بزرگ کو دیکھ رہا تھا کہ بزرگ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ ”شیر حسن خل“ مجھے خوشی ہے کہ تم اب راہ راست پر کامزن ہو، خدا تمہارے اوپر اپنا رحم و کرم نازل کرے۔“

”یہ سب آپ کی مہمانیوں کا نتیجہ ہے اے بزرگ!“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”آپ نے میری فخر منزلت کی ہے، میں گمراہ ہو چکا تھا، بھگ گیا تھا، کٹری کی ہلاک سازشوں نے مجھے گھیر رکھا تھا۔“

”گمراہ نہیں میرے بچے، توبہ کے دروازے ابھی تمہارے اوپر بند نہیں ہوئے۔“ بزرگ نے نرم لہجہ میں جواب دیا۔ ”قدرت کو جو منظور تھا وہ پورا ہوا اب تمہیں تندر سے کام لینا ہو گا، ساجدہ کی مقدس روح نے تمہاری رہنمائی کی ہے، یہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ تم اپنے عمل میں کامیاب ہوئے، تم نے پورن لال کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا وہ اسلام کے عین مطابق تھا۔ یہی طریق تمہیں کوہاں داس کے ساتھ بھی اختیار کرنا ہو گا اس کے بعد تمہیں اپنا راستہ بنانا ہو گا۔“

”اے نیک اور مقدس بزرگ، آپکی عنایتیں بیشمار ہیں۔“ میں نے بڑی عقیدت سے کہا۔ ”کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور کیوں کر آپ نے مجھ گمراہ کو اس کرم نوازی کے لائق سمجھا۔“

”ان چکروں میں مت پڑو میرے بچے، یہاں کوئی کام رضائے الہی کے بغیر ممکن نہیں، انسان کی نیت صاف ہو تو اسباب غیب سے رونما ہو جاتے ہیں۔“ بزرگ نے اپنے ہاتھ میں دبی قبیح کے دانوں پر انگلیاں گھماتے ہوئے جواب دیا۔ ”ابھی تمہیں اپنی حیل تک پہنچنے کے لئے ایک عاز اور سر کرنا ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ آئے والا وقت تمہیں بتائے گا۔“

میری نظریں اس بزرگ کے چہرے پر مرکوز تھیں جو مجسم نور نظر آ رہا تھا، میں اس نیک بزرگ کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا۔ ایک ایک فصاحت و فصیحی نکلیں کر رہا تھا، میں نے بزرگ سے گفتگو کے دوران کئی بار اس کی شخصیت کے راز سے آگاہ ہوا تھا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے اس سے فیہرہ کی بابت دہلی زبان میں دریافت کیا، بزرگ نے بڑی شفقت سے مجھے محض اتنا بتایا کہ فیہرہ خیریت سے ہے اور میں بہت جلد اسے دوبارہ پاؤں گا اتنا کہہ کر وہ نیک مرو میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ہڑبڑا کر تیزی سے اٹھا قریب و جوار پر نظر ڈالی تو عسوس ہوا کہ اس وقت پہاڑ کے کسی دیر ان کوٹے میں موجود ہوں۔ کچھ دیر کے لئے میں گھبرا گیا مگر جب غور کیا تو میرے خون کی حدت تیز ہو گئی۔ میں اس وقت عالیہ کی ترائی میں اس مقام سے کچھ دور کھڑا تھا جہاں میں نے ایک غار میں داخل ہو کر گہپال داس سے کھرانے کی کوشش کی تھی اور ان تمام قوتوں کو کھو بیٹھا تھا جو مجھے دیوی دیوتاؤں نے عارضی طور پر دے رکھی تھیں۔ میرا دل دھڑکنے لگا، انتقام کی آگ روشن ہو کر بھڑکنے لگی، نیک بزرگ نے مجھے اس مقام تک پہنچا رہا تھا جو میرا آخری ٹھکانہ تھا۔ اسے سر کرنے کے بعد میری منزل آسمان تھی، میرے قدم اس غار کے دہانے کی جانب اٹھنے لگے جو گہپال داس کا مسکن تھا!

میں غار میں داخل ہوا تو گہپال داس وہاں منزل میں بیٹھا کسی جاپ میں محو تھا۔ مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ منزل میں داخل ہونا میرے لئے خطرناک تھا لیکن اب مجھ میں مہر کی تپ کہاں تھی، میں جلد از جلد گہپال داس کو بھی ٹھکانے لگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھاتے شروع کئے ابھی میں منزل سے دور ہی تھا کہ صندلی خوشبو کا ایک تیز جھوٹکا غار میں داخل ہوا، اس کے ساتھ ہی گہپال داس نے یوں اچانک بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں جیسے کسی نے اسے سوتے سے اچانک جھنجھوڑ کر جگا رہا ہو۔ اس کی آنکھیں انگادوں کی مانند سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے کے اثرات بے یقینیت خطرناک ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے کما جانے والی نظروں سے گھورا پھر بگڑے ہوئے بولا۔ "پانی تو پھر میرے جاپ میں روڑا اٹکانے آگیا۔ جا چلا جا یہاں سے، بھاگ جا نہیں تو میرا انتقام بھیاںک ہو گا۔"

"میں اس سے تمہاری سیوا کرنے آیا ہوں گہپال داس جی مہاراج!" میں نے دہر خند سے کہا۔ "دھرماتماؤں کی یہی مرضی ہے۔"

"مورکھ! تو آگ سے کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔" گہپال داس کڑک بولا۔ "ایکبار میر

دیوی کی اچھا کے اڑسار تجھے بھاگ چکا ہوں، پر تو شاید سیدھی طرح نہیں مانے گا۔"

"مہاراج! کیوں ہوتے ہو مہاراج! سیوا کرنا کوئی پاپ تو نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر بولا۔ "تکلیف یہ ممکن نہیں گہپال داس جی کہ تم منزل سے باہر آکر مجھ سے باتیں کرو۔"

"مہاراج! مت بن مورکھ! میں پھر کہتا ہوں کہ یہاں سے بھاگ جا تیرے پلید قدم میرے استہان کو گندا کر رہے ہیں۔" گہپال داس نے عداوت سے کہا۔ "شیو فکر مہاراج کی سوگند اگر تو نے اب بھی میری آگیا کا پالن نہ کیا تو میں تجھے ایسا سراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیکل رہے گی۔"

"اس دھیان کو من سے نکال دو گہپال داس جی۔" میں نے درشت لہجہ اختیار کیا۔ "اب تمہارے دیوی دیوتاؤں کا رعب مجھ پر نہیں چلے گا، میں اس وقت منور لال کی حیثیت سے نہیں بلکہ شبیر حسن خاں کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ اگر مرد ہو تو منزل سے باہر آ کر بات کرو، میں تمہارا کچھ پچھلا حساب برباد کرنا چاہتا ہوں۔"

"پر ادھی! تمہاری یہ بھال کہ تو گہپال داس سے آگہ لا رہا ہے، گہپال داس خراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، گرج کر بولا۔ "سے! میں آج تجھے بتاؤں گا کہ میں کس علقی کا مالک ہوں، پورن لال نے شاید تجھے بہت دھم دے رکھی ہے۔"

"تو اس بند کر پٹر کے بیماری۔" میں نے بھی اپنے سے باہر ہو کر کہا۔ "مگر تجھے اپنی عقل پر گھمنڈ ہے تو میرے مقابلے پر آ" میں بھی تجھے بتاؤں گا کہ کون کتنے پانی میں ہے، تیری حیثیت کیا ہے؟" گہپال داس میرا جواب سن کر میری جانب بڑھا، منزل سے نکلنے ہی اس نے مجھ پر وار کیا، اس کے منتر کے بیروں نے میرے اوپر آگ کے شعلے برساتے شروع کر دیے لیکن وہ دھکتی ہوئی آگ میرے قریب نہ آ سکی، پھرے ہوئے شعلے میری جانب لپکتے پھر از خود راستے سے دائیں پلٹ جاتے۔ گہپال داس نے الٹا پاؤں دور سے زمین پر مارا تو آگ کے شعلے بے یقینیت جانب ہو گئے اور مجھ پر خطرناک درندوں نے نمودار ہو کر حملہ کیا لیکن ان کا بھی دھن انجام ہوا۔ گہپال داس نے اپنا دوسرا حملہ بھی ناکام دیکھا تو پھر دوسرا پاؤں زمین پر مارا۔ اس کے منتر کے خطرناک اثرات آتما، فانا، میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے گہپال داس کو چڑانے کی خاطر کہا۔ "مہاراج! میری ماتو اب اپنی لمبی پٹیا موڑ ڈالو اور میری طرح مسلمان بن جاؤ، پتھروں پھر بھروسہ کرنا تمہاری حماقت ہے۔" گہپال داس جو غصہ سے پاگل ہو رہا تھا میرا جواب سن کر اور بھڑک اٹھا، اس نے تیزی سے کوئی

منتر پڑھ کر زور سے تلی بجائی، اس کا تالی بجانا تھا کہ بمیابک آواز سے پورا غار دہل اٹھا
بڑے بڑے پتھر دیوئی کے گالوں کی طرح اڑاڑ کر میری جانب آئے۔ مگر میرے موکل نے
اس بلا سے بھی مجھے محفوظ رکھا۔ گہپال داس بری طرح تھلا رہا تھا، میں نے سجدی کے کما
”تمہارے یہ پتھکار اب بیکار ہیں گہپال داس“ تم اگر چاہو تو اپنے دھرماتوں کو متاقلے پر بلا
لو پھر بھی تمہیں مایوسی ہو گی۔ نجات چاہتے ہو تو مسلمان بننے کا اقرار کر لو“ میں عہد کرتا
ہوں کہ تمہیں معاف کر دوں گا“ دوسری صورت میں تمہاری موت پڑی مہربانک ہو گی“ یہ
میرا آخری فیصلہ ہے۔“

گہپال داس جو پے در پے نا کامیوں کی وجہ سے بری طرح تھلا رہا تھا، میرا فیصلہ سن کر
لال پیلا ہو گیا۔ فوری طور پر اس نے مجھ پر ایک آخری حملہ کر ڈالا، اس بار اس کے ہیر
جنگی سور کے دوپ میں نمودار ہو کر میری جانب لپکے۔ میرے لئے اب برداشت کرنا نا
مکن تھا، میں نے اپنے موکل کو دل ہی دل میں دعا دیتے ہوئے کہ ایک سور کے علاوہ تمام
سوروں کو قتل کر دیا جائے میرا دل میں یہ سوچتا تھا کہ ایک سور کے سوا باقی تمام سور زمین
پر منہ کے تل گرے اور آگ کے شعلوں نے نمودار ہو کر انہیں پک جھپکے میں کھنڈ کی
طرح جلا کر رکھ دیا، گہپال داس اپنے ہیروں کا یہ انجام دیکھ کر چوٹا لیکن قتل اس کے کہ وہ
کچھ کرنا آخری سور نے اپنے کھر زمین پر مارے پھر دھنات ہوا آگے بڑھا اور ایک ہی حملے
میں گہپال داس کا پیٹ چاک کر ڈالا، وہ منظر انتہائی خوفناک تھا، گہپال داس کی انتہیاں اس
کے پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ وہ کرناک آواز میں چیخا ہوا بھاگا لیکن دوسرے ہی لمحے
خونی درندے نے دوسرا حملہ کیا اور گہپال داس کو سر مار کر اتنی زور سے اچھالا کہ وہ اڑتا
ہوا جا کر سنگاں چٹانوں سے ٹکرایا، مگر اتنی شدید تھی کہ اس کا سر درمیان سے دو حصوں
میں تقسیم ہو گیا اور بھینجا باہر نکل کر ترپنے لگا، گہپال داس کی آخری چیخ اتنی شدید تھی کہ
میں نے گہرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ دوسری بار کچھ وقف سے آنکھیں کھولیں تو وہ خونی
درندہ غائب تھا اور گہپال داس کی ادھڑی ہوئی لاش غار میں بے حس و حرکت پڑی ہوئی
تھی۔ میرا موکل ادب سے میرے سامنے کھڑا میرے دوسرے حکم کا منتظر تھا۔ ”سنا“ مجھے
ساجد سے سکے ہوئے وعدہ کا خیال آیا، میں نے اس کی مقدس روح سے عہد کیا تھا کہ
اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کے بعد موکل کو آزار کر دوں گا میں ایک لہ کو پھپکایا، مجھے ابھی
فیصلہ کی تلاش بھی کرنی تھی، فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار تھا، میں نے ذہن
پر زور دیا پھر موکل کو مخاطب کر کے بولا ”میری خواہش ہے کہ تم مجھے اس بزرگ تک پہنچا

دو جس نے میری رہنمائی کی تھی اس کے بعد تم آؤلو ہو گے۔“
ابھی میں نے اپنا جملہ ختم ہی کیا تھا کہ خوفناک ہواؤں نے غار میں داخل ہو کر مجھے
اسپینے بنوڑ میں لے لیا۔ گرد و غبار کی وجہ سے میں نے یو کھلا کر آنکھیں بند کر لیں۔ آندھی
اتنی شدید تھی کہ میرے لئے سانس لینا بھی دشوار تھا۔ میں آنکھیں بند کئے ہاتھ سے نونہ
ہوا آگے بڑھا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے، پھر میں کہاں تھا؟ اس
خیال نے مجھے خوفزدہ کر دیا، میں نے گہرا کر آنکھیں کھول دیں، ہوا کی شدت میرے
آنکھیں کھولنے ہی ختم ہو گئی لیکن میرے ہاتھوں طرف اس قدر گھٹا ٹپ اندھیرا طاری تھا
کہ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں زمین پر کھڑا ہوں مگر وہ کوئی جگہ
تھی؟ اچانک میں روشنی سے اندھیرے میں کس طرح آگیا؟ وہ آندھی گھسی تھی جس نے
مجھے نیچے کی طرح اڑا دیا تھا؟ میرا موکل کہاں گیا؟ کیا اسے میری خواہش منظور نہیں تھی؟
میرا ذہن بری طرح پکڑا رہا تھا کہ اچانک تاریکی میں ایک ماٹوس آواز میرے گالوں میں
گوئی۔

”شیر حسن خاں“ میرے پیچے، غور سے میری سمت دیکھو میں تمہارے سامنے کھڑا
ہوں۔“

اس آواز کو سن کر میرے بدن میں جھرجھری آگئی میں نے پلٹ کر بائیں جانب دیکھا
تو وہی نیک مرد میرے سامنے کھڑے تھے جنہوں نے مجھے کھر کے راستوں سے بتایا تھا۔ ان
کے چہرے پر نور برس رہا تھا، اس وقت بھی وہ سر تپا سفید لباس میں لباس تھے، قیوب خیر
بات یہ تھی کہ صرف اس نیک بزرگ کا جسم روشنی میں تھا اور باقی تمام چیزیں گہپ
اندھیرے میں تھیں، میں ابھی ششدر ہو رہا تھا کہ بزرگ نے کہا۔
”تم نے مجھ سے لئے کی خواہش کی تھی، میں تمہارے سامنے موجود ہوں، کو تم کیا
چاہتے ہو؟“

”اے نیک بزرگ میں نے اپنا آخری نماز سر کر لیا، اب مجھے فیصلہ کی تلاش ہے، اس
حصن میں بھی میری رہبری کیجئے۔“ میں نے دل زبان میں درخواست کی پھر جلدی سے سلسلہ
کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ”میں یہ بھی جانتا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور کہاں رہتے
ہیں۔“

”میں کون ہوں یہ جاننے کی کوشش مت کرو، اس کیلئے تمہیں بڑی عبادت اور
ریاضت کی ضرورت ہے، فی الحال تم صرف اتنا سمجھ لو کہ میں خداوند کریم کے حکم پر تم کو

سپاہی کا راستہ دکھانے پر معذور کیا گیا تھا۔ "بزرگ نے بڑی نرمی اور شفقت سے خواب دیا پھر کہا۔ "نیرہ کے سطلے میں میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اب اسے پورا کرنا میرا فرض ہے۔ تم چند لمحوں کیلئے اپنی آنکھیں بند کر لو، خدا نے چاہا تو تم اپنے گویہ معذور کو بھی پاؤ گے لیکن میری ایک ہدایت کا خیال رکھنا۔ نیرہ کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلانے کی کوشش بھی نہ کرنا۔"

بزرگ کی ہدایت پر میں نے اپنی آنکھیں دھاندھ کر لیں، میرا دل اور نور سے دھڑک رہا تھا، نیرہ کی دیکھ کے تصور نے میرا برا حال کر دیا تھا، مجھے یقین تھا کہ پھر کوئی معجزہ رونما ہو گا اور میں اپنی منہل پاؤں تک اس وقت میرے دل و دماغ کی جو کیفیت تھی اسے الفاظ میں بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ میں سختی سے آنکھیں بند کئے کئے والی خوشگوار گھڑیوں کا شہر تھا کہ اچانک ایک ہلوس سی آواز سن کر میرا دل دھڑکنے لگا، مجھے اپنی قوت سماعت پر شہ ہو رہا تھا۔ ابھی مجھے بزرگ کی ہدایت پر آنکھیں بند کئے لمحوں کی دیر ہوئی تھی۔ اتنی جلدی نیرہ کو پالینا میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا، میں نے سوچا، کیس میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ نیرہ کو پالینے کے تصور نے کیس اس کی آوازوں کو میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونجنے پر مجبور تو نہیں کر دیا، میرے کان بج تو نہیں رہے۔ میرے دل کی دھڑکنیں جڑ سے جڑ سے تر ہونے لگیں میں بدستور آنکھیں بند کئے تھا کہ پھر وہی ہلوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"شیر، آنکھیں کھولو، کب تک سوئے گا ارادہ ہے۔"

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے آنکھیں کھولیں تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں ششدر رہ گیا۔ اس وقت میں ستر میں بہن مرزا والے مکان میں ایک چنگ پر دراز تھا اور نیرہ شب خرابی کے لباس میں ملبوس میرے سامنے موجود تھی، صبح کلوپ کے پر نور ابلوں نے اس کے حسن کو ہلا بخشی تھی۔ وہ مجسم قیامت بنی میرے قریب کھڑی مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میری کیفیت اس وقت ابتر ہو رہی تھی۔ ہوش میں ہونے کے باوجود مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بزرگ کے معجزے نے مجھے سیکھنے کی حالت سے دو چار کر دیا تھا، ابھی میں نیرہ کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور کبھی بہن مرزا کے اس مکان کے در و دیوار کو قہقہہ خیز نظروں سے گھورنے لگا جہاں سے میری زندگی میں ایک انقلاب کیا تھا، گزری ہوئی باتیں میرے ذہن کو الجھا رہی تھیں، میں چپ تھا، نیرہ نے میری خاموشی سے اکتانے ہوئے کہا۔

"کس سوچ میں کم ہو شیر، ایسی نظروں سے مجھے کیوں گھور رہے ہو۔"

"نیرہ۔۔۔۔۔۔ میں نے لرزائی ہوئی آواز سے کہا۔ "کیس میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔"

"خواب۔۔۔۔۔۔ نیرہ نے حجب لہجے میں کہا۔ "کیا خواب شیر، تم آج یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا نیرہ، تم کہانی سے دھاندھ۔۔۔۔۔۔ میں اپنا ہلہ کل کر کے سے پشتری چوبک پڑا۔ یقین مجھے بزرگ کی تاکید یاد آگئی، اس نیک مرد نے مجھے سختی سے ہدایت کی تھی کہ میں نیرہ کو بھولی باتیں یاد دلانے کی کوشش بھی نہ کروں۔ میں نے بزرگ کا خیال آتے ہی جلدی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے پھر نیرہ کا ہاتھ قلم کر اسے محسوس کرتے ہوئے ایک سرد آہ بھری تو نیرہ چڑمچی، ہاتھ چھڑاتے ہوئے تنک کر پڑی۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم بدلتے جا رہے ہو، تمہیں اب مجھے پریشان کر کے خوشی محسوس ہوتی ہے۔"

نیرہ کو ناراض ہوتا دیکھ کر میں تیزی سے اٹھا اور دیوانہ دار اسے اپنے بازوؤں میں لپیٹے ہوئے بولا۔ "ہیما مت کو نیرہ، تمہیں پالینے کے بعد اب مجھے دنیا کی کسی اور شے کی خواہش نہیں رہی، تمہاری قدر و حرمت میری نظروں میں پہلے سے کیس زیادہ ہے، اب میں ایک لمحہ بھی تمہارے قریب سے دور نہ کر نہیں گزار سکتا۔"

نیرہ نے میرا جواب سن کر حیرت اور وضاحت طلب نظروں سے میری جانب دیکھا، لیکن میری آنکھوں میں جذبات کی شدت دیکھ کر چھوٹی موٹی کے معصوم پودے کی طرح اپنے وجود میں سمٹ جانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ ماضی کی تلخ یادوں اور گمراہی کے راستوں پر گزرتے ہوئے دنوں کی قلم باتیں بیکر بھول چکی تھی، میں نے اسے کہہ دیا، منتہی نہیں سمجھا۔ اول تو اس لئے کہ اس سطلے میں بزرگ نے مجھے منع کر دیا تھا اور اس لئے بھی کہ میں خود بھی اپنے ماضی کے اندھیروں میں نہیں جھانکتا چاہتا تھا، ماضی کے درپچوں کو بند کر کے نیک بزرگ کے بننے ہوئے نور سے اپنی زندگی کو از سر نو سنوارنا چاہتا تھا۔

آج اس واقعہ کو تقریباً پینتالیس سال بیت چکے ہیں، نیرہ آج بھی میری شریک سفر ہے۔ لیکن وہ مطلق نہیں جانتی کہ میں شیر حسن خاں کے بجائے کبھی منور لال بھی تھا۔

میں اس نیک مرد کا احسان مند ہوں جنہوں نے گمراہی کے راستوں پر میری غصہ حرکت کی مجھے سچائی کے راستوں پر گامزن کیا۔ میرے دل کے سیر خالوں میں نور الہی کی وہ شمع روشن کر دی جس سے میرا دل آج بھی منور ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ بزرگ مجھے نہ ملتے تو کیا ہوتا؟ نیمرہ مجھے خیالات میں مستغرق دیکھ کر اس کا سبب دریافت کرتی ہے تو میں اسے بڑی خوبصورتی سے ٹال جاتا ہوں۔!!

